(نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے)

اخفاءِ آمین

تالیف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی عفرلہ

جامعہ اشرفیہ، لاہور

دارالنعیم

عمر تاور حق سٹریٹ چیٹرجی روڈ اردو بازار لاہور

فون: ۰۳۰۱-۴۴۴۱۸۰۵

قال اللّٰہُ تعالیٰ: أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً. إِنَّهٗ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. (اعراف:۵۵)

عن وائلٍ، قال: صلّٰی بنا رسول اللّٰه ﷺ فلما قرأ "غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ". قال: آمین، وأَخْفیٰ بها صوتهٗ. (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹)

اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ

اخفاءِ آمین

(نماز میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت ہے)

تالیف

حضرت مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَه

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

دار النعیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب.....................اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ

مصنف.....................مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَہ

صفحات.....................304

طبع اول.....................ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ بمطابق نومبر ۲۰۱۲ء

طبع ثانی.....................شوال ۱۴۳۶ھ بمطابق اگست ۲۰۱۵ء

باہتمام.....................اعجاز احمد اشرفی غُفِرَلَہٗ

ملنے کے پتے

1: مکتبۃ الفرقان اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 055-4212716; 0333-4264487

2: جامعۃ الطیبات للبنات الصالحات، گلی نمبر 4، کنور گڑھ، کالج روڈ، گوجرانوالہ فون: 0333-8150875

3: قاری محمود اختر مسجد شاہ جمال جی ٹی روڈ، گکھڑ فون: 0300-6440651

4: الکتاب، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور 0333-4380926

042- 37124803

5: اسلامی کتاب گھر، گلی جامع مسجد نور والی (نصرۃ العلوم)، فاروق گنج، گوجرانوالہ

فون: 0554446100 ; 0321-6432659;03338165702

6: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، گوجرانوالہ فون: 0321-7475072; 055-4235072

نوٹ

کتاب ''اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ'' لکھتے وقت مختلف مطابع کی کتب پیشِ نظر رہیں۔ ان میں سے کچھ تو بالکل طبع جدید تھیں اور کچھ طبع قدیم کی تھیں۔ بعض جگہ جلد اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے جبکہ بعض جگہ حدیث نمبر دیا گیا ہے۔ اس کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

انتساب

پیرِ طریقت ، رہبرِ شریعت ، امامِ اہل سنت، مُحْيِ السُّنَّةِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

حضرت مولانا مفتی واجد حسین دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الأنبیاء. وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ نجوم الھدیٰ. أما بعد! ائمہ مجتہدین کے مابین فروعی مسائل میں اختلاف کا پایا جانا ایک بدیہی اور لابدی امر ہے اور یہ اختلاف اگر حدودِ اختلاف میں رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا اختلاف معاشرے کا حسن اور اُمت کے لیے رحمت سمجھا جاتا ہے، لیکن جب یہ اختلاف حدودِ اختلاف سے تجاوز کر جائے اور اس میں تعصب آ جائے تو پھر یہ رحمت کی بجائے زحمت بن کر اُمت میں انتشار اور افتراق پیدا کرتا ہے، جس کو معاشرے کا کوئی بھی سلیم الفطرت فرد اچھا نہیں سمجھتا۔ اللہ رب العزت وحدتِ اُمت کی عمارت کو ہر ایسے شریر طبقہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

فروعی اختلافی مسائل میں ایک مسئلہ ''آمین بالجہر'' ہے، جس میں خلفائے راشدین سمیت جمہور صحابہ اور جمہور اُمت ''اخفاءِ آمین'' کے مؤقف کو اختیار کیے ہوئے ہے، جس کا بخوبی اندازہ کتاب ہٰذا ''اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ'' میں مذکور مضبوط دلائل پڑھنے والا کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آیاتِ قرآنیہ، احادیث صحیحہ، آثارِ صحابہ ﷺ اور حضراتِ تابعینؒ کا عمل ''اخفاءِ آمین'' کو راجح قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں: ''وروی ذٰلک عن ابن مسعودٍ. وروی عن النخعی والشعبی وابراھیم التیمی کانوا یخفون بآمین. والصواب أن الخبرین بالجھر والمخافتۃ صحیحان، وعَمِلَ بکلٍ من فِعْلَیْہِ جماعۃٌ من العلماء. وان کنتُ مُخْتَاراً خَفْض الصوت بھا اذ کان اکثرُ الصحابۃ والتابعین علیٰ ذٰلک'' (الجوہر النقی علی البیہقی ج۲ ص ۵۸)۔

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: ''اخفاءِ آمین حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم التیمیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ آمین کو آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں خبریں، جہر اور اخفاء آمین کی، صحیح ہیں۔ ان دونوں روایتوں پر علماء کی جماعت کا الگ الگ عمل ہے۔ اگرچہ میں خود اخفاء آمین کے عمل کو اختیار کرتا ہوں۔ چونکہ اکثر صحابہ کرام ﷺ اور اکثر تابعین عظامؒ کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے''۔

اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ مسئلہ حق و باطل یا کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں بلکہ راجح مرجوح کا مسئلہ ہے، لیکن غیر مقلدین حضرات دیگر فروعی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی انصاف اور اعتدال کا دامن چھوڑ کر اپنے علاوہ دوسرے فریق خصوصاً احناف کثّر اللہ تعالیٰ سوادہم کی تضلیل و تفسیق سے بھی آگے بڑھتے ہوئے بڑی دلیری کے ساتھ یہودیت تک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اس غلط فتویٰ کی زد میں اُمتِ مسلمہ کی کتنی عظیم ہستیاں آ جاتی ہیں۔

مؤلف محترم مولانا اعجاز احمد صاحب اشرفی مدظلہ (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے اپنی اس تالیف میں بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مضبوط اور ٹھوس دلائل سے ''اخفاءِ آمین'' کے مؤقف کو ثابت کیا ہے۔ اور آخر میں فریقِ ثانی کے دلائل کا بھی پوری دیانتداری کے ساتھ رد کیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف موصوف کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ ہر خاص و عام کے لیے نافع بنائے اور وحدتِ اُمت کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین!

واجد حسین عفی عنہ دار الافتاء، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

۷، ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ، ۲۵ ستمبر ۲۰۱۲ء

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ
	تقریظ حضرت مولانا مفتی واجد حسین مدظلہ العالی	4
	خلاصہ	12
	پیش لفظ	17
باب 1	مقدمہ	22
1.1	نظریاتی اختلاف	22
1.2	اجتہادی اختلاف	28
1.3	دلائل شرعیہ	28
1.4	مسائلِ منصوصہ غیر متعارضہ محکمہ کا حکم	30
1.5	مسائلِ منصوصہ متعارضہ کا حکم	30
1.6	ہلاکت اور گمراہی کی وجہ	31
1.7	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فرمان	33
1.8	جمہورِ اُمت اور غیر مقلدین	34
1.9	حافظ ابن قیمؒ کا بصیرت افروز بیان	35
1.10	ائمہ اربعہؒ کا مقام	38
1.11	مسئلۂ آمین میں ائمۂ اربعہؒ کے مذاہب	38
1.11.1	حضرت امام شافعیؒ کے رجوع سے استدلال	39
1.11.1.1	حضرت علامہ شوق نیمویؒ کا استدلال	39
1.11.1.2	مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ کا فیصلہ	39
1.11.1.3	حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کا فرمان	41
1.12	مسئلہ آمین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک	41
1.13	مسئلہ آمین میں غیر مقلدین کا مسلک	44

1.13.1 مسئلہ آمین میں غیر مقلدین کا مسلک شاذ ہے 46
1.14 جید علماء کرامؒ کے فرمان 48
1.14.1 حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ کا فرمان 48
1.14.2 حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا اعلان 48
1.14.3 حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فرمان 48
1.14.4 حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کا فرمان 49
1.14.5 حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کا مسئلہ آمین میں بصیرت افروز تجزیہ 50
1.14.5.1 پہلا حصہ: تخصیص آمین 51
1.14.5.2 دوسرا پہلو: منفرد کی آمین کا مسئلہ 52
1.14.5.3 تیسرا پہلو: مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ 52
1.14.5.4 دعویٰ کا چوتھا حصہ: امام کا آمین بالجہر کہنا 58
1.14.6 حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا نصیحت آمیز فتویٰ 59
1.14.7 مسائل ثلاثہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک 60
1.15 جہر و اخفاء کا معنی 62
باب 2 آمین دعا ہے 63
2.1 آمین کا تلفظ اور اس کا معنی 63
2.1.1 آمین کا تلفظ 63
2.1.2 آمین کا معنیٰ 64
2.2 آمین کی اہمیت 65
2.3 آمین دعا ہے 66
2.3.1 لغوی دلیل 66
2.3.2 قرآن پاک سے دلیل 67
2.3.3 احادیث مبارکہ سے دلیل 71
باب 3 دعا اور ذکر میں اصل اخفاء ہے 74
3.1 قرآن پاک سے دلیل 74

آیت1	اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً	74
3.1.1	آیت کریمہ سے آمین کی تخصیص ہرگز درست نہیں	77
آیت2	وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ	78
آیت3	إِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيّاً	79
آیت4	وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً	79
آیت5	وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفٰى	80
آیت6	فَنَادٰى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَكَ	80
3.2	احادیث مبارکہ سے دلیل	81
حدیث1	حدیثِ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	81
حدیث2	حدیثِ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	81
حدیث3	حدیثِ حضرت انس رضی اللہ عنہ	82
حدیث4	حدیثِ حضرت انس رضی اللہ عنہ	82
حدیث5	حدیثِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	83
اثر6	اثرِ حضرت حسن بصریؒ	84
3.3	خلاصہ دلیل	85
3.4	اخفاء آمین بصورتِ ذکر	86
باب4	**اخفاء آمین احادیث رسول اللہ ﷺ سے**	91
4.1	احادیثِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	91
حدیث1	اذا قال الامام:"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ". فقولوا:"آمين"	91
حدیث2	إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا	92
4.1.1	قول کے لفظ سے جہر ثابت کرنا درست نہیں	98
4.1.2	علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کی تحقیق	101
4.1.3	بعض طرق حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	103
حدیث3	اذا قال القارئُ:"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ". فقال من خلفه:"آمين".	104
حدیث4	اذا أَمَّنَ القارئُ فأَمِّنوا	104

حدیث5	لا تُبَادِرُوا الامامَ، اذا كبَّر فكبّروا، واذا قال:" وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ". فقولوا:"آمين"	104
حدیث6	فقولوا "آمين"، فان الملائكة تقول: "آمين" وان الامام يقول: "آمين"	107
حدیث7	كمثل رجلٍ غزا مع قومٍ فاقْتَرَعُوا فخرجت سِهَامُهم	109
حدیث8	وقال: "آمين". حتّٰى يسمعَ من يليه من الصف الأول	111
4.1.4	حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں جہر و اخفاء آمین کی تعیین	112
4.2	حدیثِ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (حدیث 9)	114
4.3	حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (حدیث 10)	116
4.3.1	بعض طرق حدیثِ حضرت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	117
4.3.2	حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مختلف تعبیرات کا نتیجہ	121
4.4	حدیثِ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (حدیث 14-11)	122
4.4.1	حافظ ابن قیم کا فرمان	128
4.4.2	حدیثِ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی سندی بحث	132
باب5	**حدیثِ حضرت وائل بن حجرؓ**	134
5.1	حدیث (1-12) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریقِ شعبہؒ	134
5.2	حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق شعبہؒ کی سندی اور فنی بحث	142
5.3	حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریقِ شعبہؒ پر اعتراضات کے جوابات	143
5.3.1	اعتراض 1 کا جواب: دراصل حُجرؒ کے والد اور بیٹے دونوں کا نام عنبسؒ تھا	143
5.3.2	اعتراض 2 کا جواب: حجر بن العنبسؒ نے یہ روایت دونوں طرح سنی تھی	144
5.3.3	اعتراض 3 کا جواب: علقمہ بن وائلؒ کا سماع حضرت وائل بن حجرؓ سے ثابت ہے	145
5.3.4	اعتراض 4 کا جواب: حضرت امام شعبہؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں	148
5.3.5	اعتراض 5 کا جواب: کہ حجر بن عنبسؒ مستور اور مجہول نہیں بلکہ ثقہ ہیں	150
5.3.6	علامہ بدر الدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) کی تحقیق	151
5.4	حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق شعبہؒ کی وجوہِ ترجیح	154
5.4.1	روایت کے لحاظ سے ترجیح	155
5.4.1.1	حضرت امام شعبہؒ کی توثیق	155

5.4.2	درایت کے لحاظ سے ترجیح	163
5.5	حدیث (1-10) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق سفیان الثوریؒ	165
5.6	حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق سفیان ثوریؒ کی سندی اور فنی بحث	174
5.6.1	''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' کے معنی کی تحقیق	175
5.6.2	سفیان ثوریؒ کی روایت کے متابع قابلِ استدلال نہیں ہیں	177
5.6.3	حافظ ابن حجرؒ کا تسامح	180
5.7	آہستہ آمین کہنا اصل ہے اور جہراً کہنا برائے تعلیم تھا	180
5.7.1	تین بار آمین کہنا بھی بطورِ تعلیم تھا	184
5.7.2	حافظ ابن قیمؒ کا فرمان	186
5.8	جہر آمین منسوخ ہے	187
5.9	حدیث شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ میں تطبیق	188
5.9.1	تعدد واقعات	189
5.9.2	اصل اخفاء آمین ہے، جہر تعلیماً تھا	190
5.9.3	احادیثِ جہر و اخفاء کے بارے میں علامہ ابن ہمامؒ کا فرمان	190
5.9.4	حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان	191
5.9.5	حضرت علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا فرمان	193
5.9.6	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا فرمان	195
5.9.7	حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان بحوالہ انوار الباری	196
5.9.8	حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا ''کشف الستر'' میں فیصلہ کن فرمان	197
5.9.9	حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کی تطبیق	199
5.9.10	خلاصہ تطبیق	201
5.10	حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق سفیان ثوریؒ کی وجوہِ ترجیح اور ان کے جوابات	202
5.11	حضرت امام شعبہؒ سے جہرِ آمین کی روایت شاذ ہے	213
باب 6	**اخفاء آمین اور خیر القرون کا تعامل**	216
6.1	خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی دین میں اہمیت	216

6.1.1	حدیث سے مستنبط ہونے والے امور	218
6.1.2	حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ	221
6.2	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تعامل	224
6.2.1	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل (اثر 1-3)	224
6.2.2	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل (اثر 4-6)	228
6.2.3	توثیق راوی ابوسعد البقال	229
6.2.4	علامہ نیموی کا فرمان	232
6.3	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل (اثر 7)	232
6.4	حضرت ابراہیم نخعی کا فرمان وعمل (اثر 8-16)	233
6.5	اخفاء وجہر آمین کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک	237
6.5.1	حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک	237
6.5.2	حضرت امام مالک کا مسلک	239
6.5.3	حضرت امام شافعی کا مسلک	242
6.5.3.1	مقتدیوں کی آمین بالجہر سے امام شافعی کا رجوع کرنا	243
6.5.4	حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک	246
6.5.5	خلاصہ بیان مذاہب	247
6.5.6	حافظ ابن حجر کا تسامح	247
6.6	اخفاء آمین کی وجوہ ترجیح	248
6.7	مسئلہ آمین پر اجمالی نظر اور فیصلہ	250
باب 7	**غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ**	252
7.0.1	غیر مقلدین کے دھوکہ کی پہلی مثال	252
7.0.2	غیر مقلدین کے دھوکہ کی دوسری مثال	253
7.0.3	غیر مقلدین کے دھوکہ کی تیسری مثال	255
7.0.4	غیر مقلدین کے دھوکہ کی چوتھی مثال	256
	غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ	256

7.1	پہلا حصہ: تخصیص آمین	256
7.2	دوسرا حصہ: منفرد کی آمین کا مسئلہ	257
7.3	تیسرا حصہ: مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ	257
7.3.1	حدیث (1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	258
7.3.2	(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر	263
7.3.3	(3) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر	264
7.3.3.1	حکیم صادق سیالکوٹی کا جھوٹ	272
7.3.4	(4) حضرت عطاءؒ کا اثر	273
7.4	دعویٰ کا چوتھا حصہ: امام کا آمین بالجہر کہنا	276
7.4.1	حدیث (5) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	277
7.4.2	حدیث (6) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	278
7.4.3	حدیث (7) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	282
7.4.4	اثر (8) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	283
7.4.5	حدیث (9) حضرت بلال رضی اللہ عنہ	285
7.4.6	حدیث (10) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	290
7.4.7	حدیث (11) حضرت ام الحصینؓ	293
7.5	غیر مقلدین کا آخری حربہ: حسدِ یہود	294
7.5.1	حدیث (12) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	295
7.5.2	حدیث (13) حضرت عائشہؓ	296
7.5.3	حدیث (14) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	299
7.5.4	حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان	299
7.5.5	حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا فرمان	301
7.5.6	حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا فرمان	301
7.5.7	حسد کے معنی	302

خلاصہ

1 اہل السنّت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ منفرد، امام اور مقتدی تمام نمازوں میں آمین آہستہ کہیں۔

2 آمین کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ ہی فصیح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ (آپ ﷺ نے آمین مدّ کے ساتھ کہی)۔ آمین کا معنیٰ ہے: ''أَللّٰهُمَّ! أَسْتَجِبْ''۔ اے اللہ! قبول فرما۔

3 قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَالَ قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔ ''تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے''۔ تمام مفسرین کرامؒ کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے دعا گو حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ ان کی دعا آمین تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آمین کو دعا فرمایا۔

4 صحیح بخاری (ج۱ص۱۰۷) میں ہے: قال عطاء: آمين "دعاء"۔ حضرت امام بخاریؒ نے بھی آمین کی حدیث کا صحیح بخاری کی کتاب الدعوات میں دعاؤں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے (دیکھیے صحیح بخاری ج۲ص۹۴۷)۔ تو معلوم ہوا کہ آمین آپؒ کے نزدیک بھی دعا ہے۔

5 دعا کا قانون قرآن پاک میں یوں آیا ہے:

۱ أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً. إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (اعراف:۵۵)

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو، یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ. وَلاَ تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ. (اعراف:۲۰۵)

ترجمہ اور اپنے رب کا صبح وشام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ، اور زبان سے بھی، آواز بلند کیے بغیر! اور ان لوگوں میں شامل

نہ ہو جانا جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا. إِذْ نَادٰى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا. (مریم:۲،۳)۔

ترجمہ یہ تذکرہ ہے اُس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے (حضرت) زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

6 اخفاء آمین قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اور بصورتِ جہر آیاتِ قرآنی کی تخصیص غیر مرضیہ اور تاویلاتِ رکیکہ کرنی پڑتی ہیں۔

7 اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ نے اکثر آمین آہستہ کہی ہے۔ اور یہ مسلّمہ اصول ہے کہ آپ ﷺ نماز جس طرح اکثر ادا فرمائیں، اسی طرح پڑھنا اَولیٰ ہوگا۔

ا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو تم آمین کہو۔ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی۔ اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''۔

(بخاری رقم ۷۸۲، ۴۴۷۵؛ نسائی رقم ۹۲۹؛ ابوداؤد رقم ۹۳۵)

۲ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھ چکے، تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی آواز کو آہستہ کر دیا۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھا تھا اور آپ ﷺ نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹ واللفظ لہ، ۱۹۰۴۸؛ ترمذی ترمذی ص ۱۲۷ تحت رقم ۲۴۸؛ ابوداؤد طیالسی رقم ۱۰۲۴؛ سنن دار قطنی رقم ۱۲۵۵؛ سنن بیہقی کبریٰ ج ۲ ص ۵۷؛ مستدرک حاکم رقم ۲۹۶۸؛ ابن حبان رقم ۱۸۰۵؛ طبرانی ج ۲۲ ص ۴۵)

۳ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین

ؓ کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرہ بن جندب ؓ نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں دو سکتے فرماتے تھے۔ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کے بعد۔حضرت عمران بن حصین ؓ نے اس کا انکار کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب ؓ کو لکھیں۔چنانچہ حضرت ابی بن کعب ؓ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہ ؓ نے خوب یاد رکھا ہے۔

(ابوداؤد رقم ۷۷۹ واللفظ لہ؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۴۱، ۲۰۵۳۰؛ دارقطنی رقم ۱۲۶۰؛ ترمذی ۲۵۱؛ ابن حبان ۱۸۰۷)

8 حضور ﷺ کے فرمان: "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المَهْدِیِّیْنَ عَضُّوا علیها بالنَّوَاجِذِ"

(ترمذی رقم ۲۶۷۶؛ ابوداؤد رقم ۴۶۰۷؛ مشکوٰۃ رقم ۱۶۵)

ترجمہ میری سنت اور خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

کے مطابق ہم لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین ؓ نے آمین کو کس طرح پڑھا ہے۔حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کا عمل تو کچھ منقول نہیں۔جس کی وجہ غالباً وہی ترک جہر ہے،مگر حضرت عمر ؓ اور حضرت علی ؓ کا اخفاء آمین بسندِ صحیح ثابت ہے (طحاوی رقم ۱۱۷۳؛ مجمع الزوائد رقم ۲۶۳۲)۔ایک ضعیف اثر سے بھی ان کی آمین بالجہر ثابت نہیں۔پس اخفاء آمین میں اتباع خلفائے راشدین ؓ بھی ہے۔اکثر صحابہ کرام ؓ اور تابعینؒ (الجوہر النقی ج۲ ص۵۸) خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ (مجمع الزوائد رقم ۲۶۳۲) اور حضرت ابراہیم نخعیؒ (کتاب الآثار رقم ۸۳؛ عبدالرزاق رقم ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۶۳۵؛ ابن ابی شیبہ رقم: ۴۱۵۹، ۸۹۴۱، ۸۹۴۴) کے آثار سے بھی اخفاء آمین ہی ثابت ہے۔

9 کسی امام قائل بالسرّ (جو آہستہ آمین کہنے کا قائل ہو) کا اخفاء آمین سے جہرِ آمین کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں۔امام شافعیؒ کا بعد ایک زمانے کے مقتدیوں کی آمین

بالجہر سے اخفاء آمین کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔

(کتاب الام: موسوعۃ الامام الشافعی رقم ۱۳۷۶، ج ۲ ص ۱۶۱ طبع دمشق)

10 اخفاء آمین میں ایک خاص حکمت ہے، وہ یہ کہ نماز میں قرآن کے سوا کسی چیز کا بلند آواز سے پڑھنا بجز اشد ضرورت کے نہ تو امام کے لیے مشروع ہے، نہ مقتدیوں کے لیے۔ مقتدیوں کو یک قلم سکوت چاہیے۔ جو چیزیں ان کے لیے پڑھنا مستحب ہیں، وہ آہستہ ہی پڑھیں، زور سے نہ پڑھیں۔ اسی لیے تکبیرات تک ان کے لیے بالاخفاء مشروع ہیں۔ رہا امام، تو اس کو بھی کسی چیز کا بجز اشد ضرورت جہر سے پڑھنا درست نہیں۔ دیکھو! نماز جہریہ میں بھی امام کے لیے ثناء، تعوذ، بسم اللہ، تسبیح، تشہد، درود، یہ سب چیزیں بالاخفاء ہی مشروع ہیں۔ البتہ بعض چیزیں جن کے جہر کی اشد ضرورت ہے۔ وہ امام کے لیے بالجہر مستحب ہیں۔ تکبیر و تسمیع جن کا جہر اس حکمتِ دقیقہ پر مبنی ہے کہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ امام اب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کرتا ہے۔ مثلاً جب امام زور سے تکبیرِ تحریمہ کہتا ہے، تو مقتدی سمجھ جاتے ہیں کہ اب امام نماز شروع کر چکا ہے۔ وقس علیٰ ھٰذا! اگر امام آہستہ کہتا تو بعض اوقات مقتدیوں کو انتقالاتِ امام کی خبر نہ ہوتی۔ اس حکمتِ دقیقہ کی دو باتیں اور بھی تائید کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ امام کو سرّی نماز میں بھی ان کو زور سے کہنا مستحب ہے۔ دوسرے اگر یہ حکمت نہ ہوتی تو امام کی اتباع میں مقتدیوں کے لیے تکبیرات بالجہر مشروع ہوتیں۔ غرضیکہ خوب غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو جہر سے یک قلم سکوت چاہیے اور امام کے لیے قراءت قرآن کے سوا اور چیزیں جو بالجہر مشروع ہیں۔ ان کا جہر اسی حکمت پر مبنی ہے کہ لوگوں کو انتقالات امام سے خبر ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ امام تو ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف چلا جائے اور مقتدی اپنی حالت پر قائم رہ جائیں اور آمین کی جہر میں تو ظاہر ہے کہ یہ حکمت پائی نہیں جاتی۔ پس جو حکم اس کے نظائر یعنی ثناء، تعوذ، بسم اللہ، تسبیح، التحیات اور درود کا ہوگا۔ وہی اس کے لیے بھی ہونا چاہیے۔

11 جہر کو تعلیم پر محمول کر کے آمین آہستہ کہنے میں کل آیات اور احادیث و آثار کی تطبیق بوجہ

احسن ہو جاتی ہے۔ اگر کسی روایت سے کسی موقع پر جہر کا قرینہ معلوم ہوتا ہے تو وہ تعلیم وغیرہ کی مصلحت پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے قدرے آواز اُٹھا کر آمین کا موقع بتا دیا، یا آمین کہنے کا طریقہ بتا دیا کہ یہ لفظ اس طرح ادا کیا جائے۔ یہ لفظ مشدّد اور مقصور نہیں۔ پہلے الف ممدودہ ہے۔ پھر میم غیر مشدّد ہے، پھر یا ہے اور آخر میں نون ہے وغیرہ۔

12 کسی صحیح روایت سے تو جہر کی اولویت کا ثبوت ممکن نہیں ہے۔ لیکن اس مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف روایتوں کا سہارا لیا جائے تو ان کو بھی تعلیم کی مصلحت یا بیان جواز پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

13 یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کے مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ بھی مقتدیوں کی جہر آمین کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اپنی کتاب اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ (ج ۱ ص ۳۷۳) میں باب قائم کرتے ہیں: باب: التأمین: و جَهْرُ الامامِ بہٖ۔ مقتدی کی جہرِ آمین کا کوئی باب قائم نہیں کرتے۔ اسی کتاب (ص ۳۸۰) میں فرماتے ہیں: جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کا آمین جہر سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے یہ روایت نہیں کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اقتداء میں آمین جہر سے کہا کرتے تھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آمین جہر سے کہا کرتے تو ضرور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو بیان کرتے۔ خصوصاً جبکہ آمین کا جہر سے پڑھنا اصل مسئلہ کے خلاف بھی ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً۔

پیش لفظ

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَّلَمْ یَکُنْ لَّهُ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْراً. اَللّٰهُ أکبر کبیراً. والحمدُ لِلّٰهِ کَثِیْراً. وسُبْحٰنَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَ أَصِیْلاً. فَإِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْراً. وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالأَرْضَ حَنِیْفاً مُّسْلِماً. وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. لاَ شَرِیْکَ لَهُ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. أمابعد! فقد قال اللّٰهُ تعالیٰ: أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً. إِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. (اعراف: ۵۵)۔وفی حدیثٍ: عن وائلٍ، قال: صلّٰی بنا رسول اللّٰه ﷺ فلما قرأ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ". قال: آمین، وأخفیٰ بها صوتهُ. (مسنداحمدرقم ۱۹۰۵۹)۔سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ.

آمین بہت ہی متبرک لفظ ہے جس کی قدر کوئی ماہرین شریعت غرّ اء و واقفانِ ملتِ بیضاء سے پوچھے۔اس کے استحباب پر تو جمہور کا اتفاق ہے۔مگر ائمہ میں اختلاف ہے کہ اس کو آہستہ پڑھنا چاہیے یا تکبیر وغیرہ کی طرح زور سے کہنا چاہیے۔چونکہ اس زمانہ میں غیر مقلدین نے اس مسئلہ کو بہت اچھالا ہے اور احناف کی نمازوں کو خلافِ سنت قرار دیتے ہیں جبکہ آمین کا آہستہ کہنا جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین ﷺ، جمہور صحابہ ﷺ اور تابعینؒ سے بطریق صحیحہ ثابت ہے۔

جمہور امت (احناف، مالکیہ، شوافع، حنابلہ) کے نزدیک آمین کے جہر واخفاء کا مسئلہ بھی فروعی مسائل میں سے ایک ہے۔ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ

فروعی مسائل میں راجح اور مرجوح کا طریقہ پسندیدہ ہے۔ اس میں تعصب و تشدد ناپسندیدہ ہے کیونکہ صحابہ کرام ﷺ کے درمیان جو مسئلہ اختلافی ہو جائے، اس میں کسی جانب سے تشدد نامناسب ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلہ کو ہرگز ہرگز اجتہادی نہیں سمجھتے بلکہ ان کا اعلان ہے کہ یہ مسائل مثلاً آمین بالجہر، قراءت خلف الامام، رفع یدین اجتہادی مسائل نہیں ہیں۔ان کے نزدیک یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔اسی لیے غیر مقلدین کا سارا زور انہی فروعی مسائل پر خرچ ہو جاتا ہے اور ہمیشہ سے انصاف کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔اس پر غیر مقلدین کی کتابیں شاہد ہیں. غیر مقلدین یہ سمجھتے ہیں بلکہ اپنے معتقدین کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنے والوں کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں بلکہ آج کل تو جان بوجھ کر اتنی اونچی آواز سے آمین کہی جاتی ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی شر کی وجہ سے اتنی اونچی آواز سے آمین کہہ رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا وأنفسهم!

ہماری تحقیق کے مطابق نیچی اور آہستہ آواز سے آمین کہنا قرآن وسنت کا تقاضا ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے۔الحمدللہ! احناف کے پاس اخفاء آمین کے قرآن وسنت سے دلائل موجود ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی فرماتے ہیں:

’’آمین کہنا (جہر سے ہو یا اخفاء سے ہو) عندالجمہور مستحب ہے، واجب نہیں۔ پھر استحباب کی ادائیگی میں اختلاف ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ کے ہاں امام اور مقتدی دونوں، اور حضرت امام شافعیؒ کے ہاں مقتدی آمین بالجہر نہ کرے۔جمہور صحابہ ﷺ اور تابعینؒ کے ہاں بھی اخفاءِ آمین مستحب ہے۔اس لیے اس مسئلہ میں شدت اختیار کرنا کہ اخفاء آمین کہنے والے کو یہودی کہہ دینا صحابہ کرام ﷺ پر سبّ وشتم ہے۔اور صحابہ کرام ﷺ پر سبّ وشتم کرنا یہود ومنافقین کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہود کے طریقہ سے بچائے۔آمین ثم آمین!‘‘۔(اظہار التحسین ص ۴۶)

مسئلہ آمین میں ہمارے علماء نے کئی گراں قدر کتابیں لکھی ہیں جن کا مطالعہ فنی اور فقہی حیثیت سے بہت مفید ہے۔اردو زبان میں قابل قدر کتابیں درجِ ذیل ہیں:

1 الحبل المتین فی الاخفاء بآمین ۔ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق نیموی۔طبع قومی پریس لکھنو۔نومبر ۱۸۹۳ء۔یہ کتاب بالکل ہی نایاب ہے۔

2 اظہار التحسین فی اخفاء التامین ۔حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ۔ادارۂ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔مئی ۱۹۸۲ء۔ یہ کتاب بہت ہی کمیاب تھی۔اب یہ کتاب دوبارہ ۲۰۱۲ء میں الہادی للنشر والتوزیع ،اردو بازار لاہور سے شائع ہوگئی ہے۔

3 تحقیق مسئلہ آمین (تجلیاتِ صفدر)۔حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ۔مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

مسئلہ اخفاء آمین سے متعلق یہ کتاب کسی کی تردید وتغلیط اور بحث ومناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دی گئی ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے باعث براہِ راست فقہ اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے۔اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ مسئلہ اخفاء آمین سے متعلق ان کا طریقۂ عمل قرآن کریم، احادیثِ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وعمل کے بالکل مطابق ہے۔خیر القرون میں اسی پر تعامل رہا ہے۔لہٰذا بلا شبہ یہ افضل اور بہتر ہے۔اس لیے اس کتاب کو استحباب اخفائے آمین کے اثبات میں تحریر کیا ہے اور اس کا نام ''اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ ''المعروف''اخفاءِ آمین'' تجویز کیا ہے۔راہِ حق کو تلاش کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ''مینارۂ نور'' ثابت ہوگی۔ہر مسلمان کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

ہمارا مدّعا چونکہ عامۃ المسلمین کو مسئلہ آمین سے رُوشناس کرانا ہے اس لیے ہم نے عوام کی رعایت کرتے ہوئے نہایت سہل اور حتی الوسع سلیس زبان استعمال کی ہے۔اسی وجہ سے اکثر عربی عبارات پیش نہیں کی گئیں بلکہ ان کے حوالے درج کردینے پر اکتفاء کیا ہے۔ہاں البتہ جہاں کسی خاص مصلحت سے اصل عربی عبارت پیش کرنا ضروری معلوم ہوا ہے تو وہاں اصل عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہی لکھ دیا ہے تا کہ

عوام وخواص دونوں برابر استفادہ کرسکیں۔

اس کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ احناف جو نمازوں میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔ان کا یہ مسئلہ قرآن مجید کے ساتھ موافقت، نبی اکرم ﷺ کے عمل کے ساتھ مطابقت، ملائکہ ارض وسماء کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔اس مسئلہ میں خلفائے راشدین ﷺ کی متابعت ہے اور خیر القرون: صحابہ کرام ﷺ، تابعین عظامؒ اور تبع تابعینؒ کے تعامل کی حمایت حاصل ہے۔یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے:

باب 1 مقدمہ میں اس بات کا بیان ہے کہ نظریاتی اختلاف مہلک ہے اور اجتہادی اختلاف ناگزیر ہے۔حدیث نبوی کے مطابق ہلاکت اور گمراہی کی وجہ بخل کی تابع داری، خواہش نفس کی پیروی اور ہر شخص کا دین میں اپنی ہی رائے پر عُجب کرنا ہے۔پھر مسئلہ آمین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک اور غیر مقلدین کا مسلک وعمل بیان کیا گیا ہے۔پھر جید علمائے دین کے مسئلہ آمین کے متعلق فرمودات بیان کیے گئے ہیں۔

باب 2 میں پہلے تو آمین کے تلفظ، اس کے لغوی معنیٰ کو بیان کیا گیا ہے۔پھر قرآن وحدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آمین دعا ہے۔

باب 3 میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جب آمین دعا ہے تو قرآن وحدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دعا اور ذکر میں اصل اخفاء ہے۔لہٰذا آمین میں بھی اخفاء ہی افضل واعلیٰ ہے۔

باب 4 میں اخفاء آمین احادیث رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں حضرت ابوہریرہ ﷺ، حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ، حضرت وائل بن حجر ﷺ اور حضرت سمرہ بن جندب ﷺ کی احادیث بیان کی گئی ہیں۔

باب 5 میں حدیث حضرت وائل بن حجر ﷺ کے طرق کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔اس میں طرق سفیانؒ وشعبہؒ کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ان دونوں میں ترجیح وتوافق کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 6 میں اخفاء آمین کو خیر القرون (صحابہ ﷺ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) کے تعامل کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔خیر القرون کے ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ) مقتدی کے حق میں اخفاء آمین کے قائل ہیں۔نیز اخفاء آمین کی وجوہ ترجیح کو بیان کیا گیا ہے۔

باب 7 میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کردہ بعض اہم دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ غیر مقلدین کے مسلک کے چار پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے پاس دیگر اذکار و ادعیہ میں سے تخصیص آمین کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح منفرد کی آہستہ آمین کی بھی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ مقتدیوں کی جہری آمین کے متعلق کوئی صحیح وصریح روایت نہیں ہے۔ جو آثار وروایات وہ پیش کرتے ہیں، وہ ضعیف وموضوع ہیں۔ امام کا آمین بالجہر کہنا دائمی سنت سے ثابت نہیں ہے۔ جو روایات وہ پیش کرتے ہیں وہ یا تو صریح نہیں یا صحیح نہیں۔ وہ احیاناً اور تعلیم پر محمول ہیں۔

اعجاز احمد اشرفی

۶۔ ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ، ۲۴۔ ستمبر ۲۰۱۲ء

قارئین کرام! اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کو نہ صرف یہ کہ عام تعلیم یافتہ حضرات ہی نے پسند کیا بلکہ علمائے کرام نے بھی اس کی تعریف کی اور اپنی زرّین اور قیمتی آراء سے راقم کی عزّت افزائی کی۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس کو پہلے سے بہتر کرنے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعجاز احمد اشرفی

جمعرات، ۲۰۔ شوال ۱۴۳۶ھ بہ مطابق ۶۔ اگست ۲۰۱۵ء

باب 1

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

''دِینِ حق'' وہ پیغامِ الٰہی ہے جو ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے۔ جس پر آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کی نگرانی میں آپ ﷺ کے رفقاء نے عمل کیا اور جس کی قیامت تک حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ دِین حق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، حضور ﷺ کی سنتِ مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور ائمۂ مجتہدینؒ کی تشریحات کی صورت میں محفوظ کر دیا۔ الحمد للہ! اس اُمت کے پاس آج بھی یہ ساری چیزیں بالکل صحیح، سالم اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا آج کے لیے ہی یہ دِین نازل کیا گیا تھا۔

اُمت میں دو قسم کے اختلافات ہوئے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں قسم کے اختلافات سے مطلع بھی کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں اُمت کو ہدایات بھی عطا فرمائیں۔

1.1: نظریاتی اختلاف

ایک قسم کا اختلاف ''نظریاتی اختلاف'' ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس اختلاف کی پیش گوئی فرمائی تھی، اور اس اختلاف میں حق و باطل کو جانچنے کا معیار بھی مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

حدیث 1: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً، لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ. وَإِنَّ

بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً. وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً ". قَالُوا: مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۱؛ ترمذی رقم ۲۶۴۲)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرفوع حدیث ہے: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔

حدیث 2: وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ، وَأَبِي دَاوُدَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: "ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۲؛ مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۷ رقم ۱۷۰۶۱ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء؛ ابوداؤد رقم ۴۵۹۷، قال الالبانی: حَسَنٌ)

ترجمہ مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ''الجماعت'' ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی

جن میں خواہشات (یعنی عقائد واعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا۔

حدیث3: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، وَمَنْدَلٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي جَهْمٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ".

(سنن ابی داؤد رقم ۴۷۵۸؛ علامہ البانیؒ نے اسے صحیح کہا ہے)

ترجمہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا، تو اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے نکال پھینکا"۔

حدیث4: عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، فَقَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلَاةَ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۶۵؛ ترمذی رقم ۲۶۷۶؛ ابوداود رقم ۴۶۰۷؛ ابن ماجہ رقم ۴۳، ۴۴؛ مسند احمد رقم ۱۷۲۷۲، ۱۷۲۷۴)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی

نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متأثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ ﷺ کی، رخصت ہونے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجالانا، اگرچہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے''۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''میری سنت اور خلفاء راشدین ﷡ کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

حدیث 5: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا. ثُمَّ قَالَ: "هَذَا سَبِيلُ اللّٰهِ"، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَقَالَ: "هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ"، وَقَرَأَ: "وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ" (الأنعام: ۱۵۳) الْآيَةَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالنَّسَائِيُّ، وَالدَّارِمِيُّ.

(مشکوٰۃ رقم ۱۶۶؛ قال الالبانی: اسناده حسن، وصححه الحاكم وغيره، تعليقات الالبانی علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۹)۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ فرماتے ہیں:

''جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے'' اور اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچ کر فرمایا: ''یہ وہ راستے ہیں جن میں ہر ایک پر شیطان بیٹھا لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ ادھر آؤ! یہ صحیح راستہ ہے''۔ یہ ارشاد فرما کر جناب رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم**

بِــهِ لَعَلَّـكُـمْ تَتَّقُونَ (انعام:۱۵۳) ''یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر چلو! اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کردیں گے۔ لوگو! یہ باتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے تاکہ تم متقی بنو''۔

ان ارشادِ مقدسہ سے واضح طور پر حسبِ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1 حضور ﷺ نے اُمت میں نظریاتی اختلاف کے رونما ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔

2 اس اختلاف کو ناپسند فرمایا۔ سوائے ایک جماعتِ حقہ کے باقی سب کو دوزخ کی وعید سنائی۔

3 اس اختلاف میں حق و باطل کو پہچاننے کا معیار حضور ﷺ نے یہ معین فرمایا کہ جو شخص یا گروہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے طریقے پر قائم ہے، جس پر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عمل پیرا رہے، وہ حق پر ہے۔ اور جو اس کے خلاف چلے، وہ باطل پر ہے۔ گویا معیارِ حق حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے۔ قرآن نے بھی بہت سی جگہ اسی کو ''معیارِ حق'' قرار دیا ہے۔ ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْراً. (النساء:۱۱۵)

ترجمہ ''اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول ﷺ کی مخالفت کرے، اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔ اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

اس آیتِ کریمہ میں جن ''المؤمنین'' کے راستے کی نشاندہی کی گئی، اس سے جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہے۔

4 حضور ﷺ نے ان تمام اُمور کو جو دین کے نام پر بعد میں ایجاد کیے گئے ''بدعت'' فرمایا۔

5 آپ ﷺ نے بدعات اور گمراہیوں کے ایجاد کرنے کی علت بھی بیان فرمائی، یعنی

غلط خواہشات کی پیروی۔ اور یہ ایسا مرض ہے کہ آدمی کے دِل و دِماغ ہی کو مسخ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باؤلے کتے کے کاٹنے کا زہر آدمی کے سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ اچھا بھلا آدمی ہونے کے باوجود غیر انسانی حرکات پر اُتر آتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو غلط نظریات کے باؤلے کتے نے کاٹ کھایا ہو، اس کے رَگ و ریشے میں بھی خود رائی کا زہر سرایت کر جاتا ہے اور اسے اپنے خود تراشیدہ نظریات کے سوا تمام دنیا افسانۂ غلط نظر آنے لگتی ہے۔

6 حضور ﷺ نے اُمت کو ہدایت فرمائی کہ ان اختلافات کے ظہور کے وقت وہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدینؓ، جن کا ہدایت پر ہونا ہر شک وشبہ سے بالا تر ہے، کے طریقے پر سختی سے قائم رہیں۔ اسے دانتوں کی کچلیوں سے مضبوط پکڑ لیں۔ بدعات و خواہشات کے ہزاروں جھکڑ چلیں اور نئے نئے خوش نما قسم کے نظریات کی لاکھوں بجلیاں کوندیں، مگر اُمت کے ہاتھ سے یہ مضبوط رشتہ ہرگز نہیں چھوٹنا چاہیے۔

7 آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا راستہ'' وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا اور جس پر صحابہ کرامؓ چلے۔ یہ راستہ قیامت تک رہے گا، لیکن اس ''خدائی راستے'' کے بالمقابل کچھ شیطانی راستے بھی نکلیں گے اور ہر راستے پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کو خدائی راستے سے ہٹا کر اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دے گا۔ اپنی اس دعوت میں لوگوں کے مزاج اور ان کی نفسیات کے مطابق دلائل بھی دے گا اور خدا تعالیٰ کے راستے کو (نعوذ باللہ) فرسودہ اور رجعت پسندانہ بھی بتائے گا۔ مگر اُمت کو آگاہ رہنا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا، جس پر خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ چلے، جس کی پیروی ہمیشہ سلفِ صالحینؒ اور اولیائے اُمتؒ کرتے آئے۔ اس ایک راستے کے سوا باقی سب شیطان کے ایجاد کیے ہوئے راستے ہیں اور جو لوگ ان میں سے کسی راستے کی دعوت دیتے ہیں وہ شیطان کے ایجنٹ، بلکہ مجسم شیطان ہیں۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ان پگڈنڈیوں پر نکل پڑے گا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کسی اندھیرے غار میں، کسی

اژدھے کے منہ میں جائے گا، یا کسی لق ودق صحرا میں بھٹک کر کسی بھیڑیے کا تر نوالہ بن کر رہ جائے گا۔

1.2:۔اجتہادی اختلاف

امت مسلمہ میں ''نظریاتی اختلاف'' تو بلا شبہ ایک فتنہ ہے، مگر فروعی مسائل میں ''اجتہادی اختلاف'' نہ صرف ناگزیر اور فطری چیز ہے، بلکہ بارشاد نبوی، یہ امت کے لیے ایک رحمت ہے، بشرطیکہ اس میں شدّت کا نقطہ لگا کر اسے ''زحمت'' میں تبدیل نہ کرلیا جائے۔

1.3:۔دلائل شرعیہ

اہل السنّت والجماعت کا اس بات پر کلی اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں:

(1) کتاب اللہ، (2) سنت رسول اللہ، (3) اجماع، (4) قیاس شرعی۔

پہلے دو دلائل تشریعی (بنیادی) کہلاتے ہیں اور بعد کے دونوں تفریعی، یعنی ان سے ہی استنباط کیے ہوئے۔ پہلے دونوں اصل (جڑ) کی حیثیت رکھتے ہیں، بعد والے اسی جڑ کی شاخیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ. ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً .(النساء:۵۹)

ترجمہ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول (ﷺ) کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں، ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے، تو اگر واقعی تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

اس آیت میں چار دلیلوں کی طرف اشارہ ہے: **أَطِيْعُوا اللّٰهَ** سے مراد قرآن ہے۔

أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور أُولِی الْأَمْرِ سے مراد اہل استنباط مجتہدین ہیں جیسا کہ سورت النساء (آیت ۸۳) میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا جَآءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيْلاً. (النساء:۸۳)

ترجمہ اور جب ان (منافقین) کے پاس کوئی خبر (دین یا دنیا) کے امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے (بلا تحقیق) مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول اللہ ﷺ تک (جو قریب ہو) یا صاحبان امر تک۔ تو تحقیق کرتے ان میں سے جو اس کی تحقیق کرنے والے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی تم پر نہ ہوتی۔ تو تھوڑے لوگوں کے سوا تم شیطان کے پیچھے ہو لیتے۔

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ مسئلہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھنا ممکن ہو تو آپ ﷺ سے پوچھ لیں۔ ورنہ اہلِ استنباط (مجتہدین) سے پوچھ لیں۔ یہ خدا کا رسول ﷺ اور یہ مجتہدین، خدا کا خاص فضل اور رحمت ہیں۔ اگر ان سے کٹ جاؤ گے تو تم شیطان کے پیچھے چلو گے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد.

(رواہ الترمذی، وابن ماجہ، مشکوٰۃ رقم ۲۱۷)

ترجمہ ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔

استنباط کا معنی یہ ہے کہ جو پانی زمین کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ اس کو نکال کر ظاہر کر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے استنباط کے لفظ سے دو باتیں سمجھا دیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح پانی کے بغیر انسان کی زندگی نہیں گزر سکتی۔ اسی طرح فقہ کے بغیر اسلامی زندگی نہیں گزر سکتی۔ جس طرح زمین کے نیچے سے پانی نکالنے والا پانی کا خالق نہیں، وہ صرف اس کو نکالنے والا ہے۔ اسی طرح مجتہد فقہ کا خالق اور گھڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ کتاب وسنت کی تہہ سے خدا اور رسول ﷺ کے ہی احکام کو تلاش کر کے نکالتا ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج ٦ ص ١٩٨، ١٩٩)

ان مجتہدین میں اگر اختلاف اور تنازع نہ ہو بلکہ اتفاق ہو جائے اسے اجماع کہتے ہیں اور اگر ان میں اختلاف ہے تو ہر ایک کے اجتہاد کو قیاس شرعی کہتے ہیں۔

1.4:۔مسائلِ منصوصہ غیر متعارضہ محکمہ کا حکم

جو مسائل منصوص بھی ہوں، غیر متعارض بھی ہوں اور محکم بھی ہوں۔ان میں مجتہد کے لیے اجتہاد کی گنجائش، نہ غیر مجتہد کے لیے تقلید کی گنجائش۔ جیسے روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے۔

1.5:۔مسائلِ منصوصہ متعارضہ کا حکم

کتب حدیث میں بعض مسائل منصوص تو ہیں مگر متعارض ہیں۔ مثلاً رکوع سجود کے وقت رفع یدین کرنا، نہ کرنا اور ان احادیث کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ سے کوئی فیصلہ منقول نہ ہو کہ کون سی صحیح ہے؟ کون سی ضعیف یا کون سی ناسخ ہے اور کون سی منسوخ؟ اختلاف کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑنا۔

(ترمذی رقم ٢٦٧٦؛ ابوداود رقم ٤٦٠٧؛ مسند احمد رقم ١٦٦٩٢، ١٦٦٩٤؛ مشکوٰۃ رقم ١٦٥)

اسی لیے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ ان احادیث پر عمل کو راجح قرار دیتے ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل جاری رہا ہو، کیونکہ یہ سب سنتِ رسولؐ کے عاشق اور شیدائی اور نبی پاک ﷺ کی اداؤں پر مر مٹنے والے تھے۔ان متعارض احادیث میں سے جن پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل جاری نہ رہا ہو، وہ کام ہرگز سنت نہیں۔ چنانچہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا بھی نماز میں ٹخنے بھڑانا ہرگز ثابت نہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی ایک دفعہ بھی کپڑے ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنا ثابت نہیں۔ نہ ہی ان میں کسی سے سینے پر

ہاتھ باندھنا، نہ بلند آواز سے آمین کہنا، نہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا، نہ ہی جلسۂ استراحت کرنا، نہ ہی جہر بسم اللہ کسی خلیفہ راشد ؓ یا اکابر صحابہ ؓ سے ثابت ہے، نہ ہی کسی خلیفۂ راشد ؓ یا اکابر صحابہ ؓ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ جو امام کے پیچھے سورت فاتحہ نہ پڑھے۔اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔ایسے متعارض مسائل میں مجتہد راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی رہنمائی میں راجح نص پر ہی عمل کرتا ہے۔

نوٹ ضروری:۔ جو لوگ اجتہاد اور قیاس کو دلیل شرعی نہیں مانتے، ان کو کوئی حق نہیں کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ کہیں۔کیونکہ احادیث کی صحت وضعف کی پرکھ کے اصول محدثین نے محض قیاس اور رائے سے بنائے۔کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا قرآن وحدیث میں منصوص نہیں۔

آپ ﷺ کے ہر فعل میں کئی احتمال ہیں: فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، نفل، مباح، منسوخ، مخصوص۔اکثر احادیث میں ان احکام کا ذکر نہیں ہوتا۔اس لیے احتمال رہتا ہے کہ اس کا حکم کیا ہے؟ مجتہد قواعد شرعیہ کے ماتحت اس کا حکم بتاتا ہے اور مقلد اس حکمِ شرعی میں اس کی تقلید کرتا ہے۔مجتہد اس کو کہتے ہیں جو خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو۔ جو اجتہاد کی خود اہلیت نہیں رکھتا اسے عامی کہتے ہیں۔ جو اجتہادِ شرعی پر مجتہد کی رہنمائی میں عمل کرتا ہے۔وہ عرف میں اس مجتہد کا مقلد کہلاتا ہے۔جو شخص اجتہادی مسائل میں نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھے، نہ مجتہد کی مانے، فقہاء اُسے "لا مذہب" کہتے ہیں اور عرفِ عام میں اسے غیر مقلد کہا جاتا ہے۔

1.6:۔ ہلاکت اور گمراہی کی وجہ

خود رائی گمراہی اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔

1 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ. فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللّٰهِ فِي السِّرِّ والعلانيةِ والقولُ بالحقِّ فِي الرضى وَالسُّخطِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى

وَالْفَقْرِ. وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ مُطَاعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ". رَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شعب الْإِيمَان.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان؛ مشکوٰۃ رقم ۵۱۲۲؛ وقال الالبانی: حسن لطرقه وشواهده، تعلیقات الالبانی علی المشکوۃ ج۳ ص۱۴۱۶)۔

ترجمہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تین چیزیں نجات دینے والی اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی تین چیزیں یہ ہیں: (1) ظاہر و باطن ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنا، (2) رضا اور غصہ میں قول حق ہی کہنا، (3) امیری اور غریبی میں میانہ روی کو اختیار کرنا۔ اور ہلاک کرنے والی چیزیں بھی تین ہیں: (1) خواہش نفس کی پیروی کرنا، (2) بخل و حرص کی فرماں برداری کرنا، (3) آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ گھمنڈ کرنا۔ اور یہ خصلت عُجب سخت تر اور مذکورہ خصلتوں میں سے بدتر ہے۔

تشریح کیونکہ اس تیسری خصلت کا گناہ اور ضرر زیادہ ہے۔ اس لیے کہ توبہ کرنی متابعتِ نفس اور خرابی بخل سے متصور اور ممکن ہے، بخلاف عجب کے کہ عُجب والا مغرور ہوتا ہے اور اپنے ہی کو اچھا جانتا ہے اور وہ محجوب ہوتا ہے۔ اس کے توبہ کرنے کی امید نہیں ہوتی۔ (مظاہر حق ج۴ ص۱۸۴)

2 جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رأيتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، ودينًا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ، وَرَأَيْتَ أَمْرًا لَا بُدَّ لَكَ مِنْهُ؛ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ، وَدَعْ أَمْرَ الْعَوَامِّ''.

رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ وَابْن مَاجَه. (ترمذی، ابن ماجہ؛ مشکوٰۃ رقم ۵۱۴۴)

ترجمہ ''تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو۔ لیکن جب دیکھو کہ لوگ بخل کی تابع داری کرتے ہیں اور خواہش نفس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اور ہر شخص دین میں اپنی ہی رائے پر عجب کرتا ہے۔ تو پھر اپنا بچاؤ کرو اور عوام کو چھوڑ دو۔ (ان کو تبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا)''۔

یعنی دین میں انسان ماہرین کی تقلید چھوڑ کر اپنی خود رائی پر ناز کرنے لگے تو اس کو نہ تبلیغ

فائدہ دے گی، نہ توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی سوچ اور اپنی رائے کو عین خدا اور رسول ﷺ کی سوچ جانتا ہے۔ جو شخص اس کی خود رائی کو نہ مانے، اسے اللہ اور رسول ﷺ کا منکر کہتا ہے۔

3 جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ''. (بخاری رقم ۵۹؛ بخاری ج ۱ ص ۱۴)

ترجمہ جب دینی معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کیے جائیں تو قیامت (تباہی) کا انتظار کر۔

☆ فرمانِ رسول ﷺ کتنا سچا نکلا!! جب سے یہ خود رائی اور ترکِ تقلید کی ہوا چلی۔ کہیں نیچری فرقہ بن گیا۔ کہیں منکرین حدیث، کہیں قادیانی۔ دین پر بربادی کی آندھیاں چل گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے! بعض نااہل غیر مقلدین ایسی جسارت کرتے ہیں کہ ائمہ مجتہدینؒ کی غلطیاں نکالتے ہیں اور اس گناہ کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ:

4 جناب رسول اللہ ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں ایک یہ بھی شرط فرماتے، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں:

''وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ'' (بخاری رقم ۷۰۵۶، ج ۲ ص ۱۰۴۵)

''ہم جس فن کے نااہل ہوں، اہل فن سے جھگڑا نہیں کریں گے''۔

آج ترکِ تقلید نے لوگوں کو ایسا مادر پدر آزاد کر دیا ہے کہ کوئی منکرِ حدیث امام بخاریؒ کی غلطیاں نکال رہا ہے۔ کوئی منکرِ فقہ امام ابوحنیفہؒ پر برس رہا ہے۔ کوئی منکرِ صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر مشقِ ستم کر رہا ہے۔ سب کی ایک ہی آواز ہے کہ یہ کوئی معصوم تھے؟ ہم کہتے ہیں کہ معصوم تو نہیں تھے مگر اپنے اپنے فن کے ماہر ضرور تھے اور آپ اعتراض کرنے والے نہ معصوم ہیں نہ ماہر، بلکہ محض اناڑی۔

1.7:۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فرمان

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

''پس جملہ محدثینؒ و فقہاءؒ عامل کتاب اللہ تعالیٰ و سنتِ رسول اللہ ﷺ کے ہیں اور وہ

فرقہ ناجیہ واہل سنت و جماعت سے ہیں کہ حدیث صحیح میں وارد ہو گیا ہے۔ بیان فرقہ ناجیہ میں کہ جب پوچھا صحابہ ﷺ نے کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا آپ ﷺ نے: ''ما أنا علیه و أصحابی'' الحدیث۔ (جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ﷺ ہیں)۔ پس صحابہ ﷺ کا طریق اور ان کا اتباع راہِ نجات ہے۔ اور وہی فرقہ ناجیہ۔ لہٰذا جملہ مجتہدینؒ اور اُن کے اتباع اور جملہ محدثینؒ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہو گئے بحکم حدیث صحیح۔ البتہ جو جُہّال کہ محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوشِ تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعمِ خود ہو کر فقہاء و مجتہدین راسخین پر سبّ و شتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بنظرِ حقارت دیکھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں۔ وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلِ سنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل اہواء کے ہیں۔ فقط''۔

(سبیل الرشاد، تالیفات رشیدیہ ص ۵۱۵، ۵۱۶۔ طبع ادارۂ اسلامیات، لاہور)

1.8:۔ جمہورِ اُمت اور غیر مقلدین

غیر مقلدین حضرات اور جمہور امت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے درمیان ایک ''نظریاتی اختلاف'' ہے جس سے گمراہی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اصولی طور پر یہ اختلاف دو نکتوں میں ہے: اول یہ کہ غیر مقلدین کے نزدیک کسی معین امام کی اقتدا نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ہر شخص کو قرآن و حدیث سے جو بات سمجھ میں آئے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اہل حدیث حضرات کے نظریاتی اختلاف کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات بعض اوقات شوقِ اجتہاد میں ''اجماع امت'' سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ صرف دو مسائل پیش کیے جاتے ہیں:

1 بیس رکعت تراویح کا دستور مسلمانوں میں حضرت عمرؓ کے زمانے سے آج تک چلا آ رہا ہے۔ چاروں ائمہ دین بھی اس پر متفق ہیں، لیکن اہل حدیث حضرات اس کو بلا تکلف ''بدعت'' کہہ دیتے ہیں۔ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کے بارے میں نازیبا

الفاظ کہہ دیتے ہیں۔

2 دوسرا مسئلہ تین طلاق بلفظ واحد کا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لفظ یا ایک مجلس میں تین طلاق دے ڈالے، تو تین ہی طلاقیں شمار ہوں گی۔ یہ فتویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ نے اس فتویٰ کو قبول کیا۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ اور تابعی رحمہ اللہ نے اس فتوی سے اختلاف نہیں کیا۔ یہی ائمہ اربعہؒ کا مذہب ہے۔ لیکن غیر مقلدین حضرات بڑی جرأت سے ایسی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

''شاید میرے بعض حنفی دوست خیال کریں کہ یہ مسئلہ فروعی اور اجتہادی نوعیت کا ہے۔ اس لیے بعض ائمہؒ میں مختلف فیہ ہے۔ تو مطالبہ میں اتنی سختی نہیں چاہیے۔ تو میں عرض کروں گا کہ یہ آپ کا عندیہ ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلہ کو ہرگز ہرگز اجتہادی نہیں سمجھتے بلکہ ان کا اعلان ہے کہ یہ مسائل مثلاً آمین بالجہر، قراءت خلف الامام، رفع یدین اجتہادی مسائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ اس لیے غیر مقلدوں کا فرض ہے کہ وہ دلائل ایسے پیش کریں جو ثبوت اور دلالت میں قطعی ہوں اور متعارض و مجروح نہ ہوں''۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۳۱)

1.9: حافظ ابن قیمؒ کا بصیرت افروز بیان

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں قنوتِ فجر کی بحث میں لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْمَعْلُومِ بِالضَّرُورَةِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ يَقْنُتُ كُلَّ غَدَاةٍ وَيَدْعُو بِهٰذَا الدُّعَاءِ وَيُؤَمِّنُ الصَّحَابَةُ لَكَانَ نَقْلُ الْأُمَّةِ لِذٰلِكَ كُلِّهِمْ كَنَقْلِهِمْ لِجَهْرِهِ بِالْقِرَاءَةِ فِيهَا وَعَدَدِهَا وَوَقْتِهَا، وَإِنْ جَازَ عَلَيْهِمْ تَضْيِيعُ أَمْرِ الْقُنُوتِ مِنْهَا جَازَ عَلَيْهِمْ تَضْيِيعُ ذٰلِكَ، وَلَا فَرْقَ، وَبِهٰذَا الطَّرِيقِ عَلِمْنَا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ هَدْيُهُ الْجَهْرَ بِالْبَسْمَلَةِ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ دَائِمًا مُسْتَمِرًّا ثُمَّ يُضِيعُ أَكْثَرُ الْأُمَّةِ ذٰلِكَ وَيَخْفٰى

عَلَيْهَا. وَهٰذَا مِنْ أَمْحَلِ الْمُحَالِ.

بَلْ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ وَاقِعًا، لَكَانَ نَقْلُهُ كَنَقْلِ عَدَدِ الصَّلَوَاتِ، وَعَدَدِ الرَّكَعَاتِ، وَالْجَهْرِ وَالْإِخْفَاتِ، وَعَدَدِ السَّجَدَاتِ، وَمَوَاضِعِ الْأَرْكَانِ وَتَرْتِيبِهَا. وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

وَالْإِنْصَافُ الَّذِيْ يَرْتَضِيهِ الْعَالِمُ الْمُنْصِفُ، أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ وَأَسَرَّ، وَقَنَتَ وَتَرَكَ، وَكَانَ إِسْرَارُهُ أَكْثَرَ مِنْ جَهْرِهٖ، وَتَرْكُهُ الْقُنُوتَ أَكْثَرَ مِنْ فِعْلِهٖ.

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ج۱ص۲۶۳،۲۶۴. المؤلف: محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة (المتوفی ۷۵۱ھ) . الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، مکتبة المنار الإسلامیة، الکویت. الطبعة: السابعة والعشرون ۱۴۱۵ھ؛ زادالمعاد ص۸۶،۸۷طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ۔ اور یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اگر ہر صبح کو قنوت پڑھا کرتے اور یہ دعا (اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ الخ) پڑھا کرتے، اور صحابہ کرام ؓ اس پر آمین کہا کرتے، تو پوری کی پوری اُمت اس کو نقل کرتی، جیسا کہ اُمت نے نماز میں جہری قراءت کو، نمازوں کی تعداد کو اور ان کے اوقات کو نقل کیا ہے۔ اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اُمت نے قنوت کی نقل کو ضائع کر دیا تو ان مذکورہ بالا اُمور کا ضائع کرنا بھی بلا کسی فرق کے صحیح ہوگا۔ اور اسی طریقے سے ہم نے معلوم کرلیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک جہراً بسم اللہ پڑھنے کا نہیں تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ شب وروز میں پانچ مرتبہ دوام واستمرار کے ساتھ جہراً بسم اللہ پڑھتے ہوں، اس کے بعد اکثر اُمت اس کو ضائع کردے، اور یہ بات اس پر مخفی رہ جائے؟ یہ سب سے بڑھ کر محال ہے۔ بلکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو اس کو بھی اسی طرح نقل کیا جاتا جیسے نماز کی تعداد کو، رکعات کی تعداد کو، قراءت کے جہر واخفاء کو، سجدوں کی تعداد کو، ارکان کے مواضع اور ان کی ترتیب کو نقل کیا گیا ہے۔ واللہ الموفق!

اور انصاف کی بات جسے عالم منصف قبول اور پسند کرے گا۔ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جہر بھی کیا اور آہستہ بھی پڑھا، قنوت پڑھی بھی اور چھوڑی بھی۔ اور آپ ﷺ کا آہستہ کہنا جہر سے زیادہ تھا۔ اور قنوت کا ترک کرنا اس کے پڑھنے سے زیادہ تھا۔

☆ حافظ ابن قیمؒ نے جو منصفانہ بات قنوتِ فجر اور جہر بسم اللہ کے بارے میں کہی ہے۔ وہ لفظ بہ لفظ آمین بالجہر میں جاری ہوتی ہے۔ اگر حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا دائمی معمول آمین بالجہر کا ہوتا، تو ناممکن تھا کہ اسے عددِ رکعات کی طرح نقل نہ کیا جاتا۔

حافظ ابن قیمؒ مزید لکھتے ہیں:

وَإِذَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ أَحْيَانًا لِيُعَلِّمَ الْمَأْمُومِينَ فَلا بَأْسَ بِذٰلِکَ. فَقَدْ جَهَرَ عُمَرُ بِالِاسْتِفْتَاحِ لِيُعَلِّمَ الْمَأْمُومِينَ. وَجَهَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِيُعَلِّمَهُمْ أَنَّهَا سُنَّةٌ. وَمِنْ هٰذَا أَيْضًا جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ. وَهٰذَا مِنَ الِاخْتِلَافِ الْمُبَاحِ الَّذِي لَا يُعَنَّفُ فِيهِ مَنْ فَعَلَهُ وَلَا مَنْ تَرَكَهُ. وَهٰذَا كَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ وَتَرْكِهِ.

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ج۱ص۲۶۶. المؤلف: محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة (المتوفی ۷۵۱ھ). الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، مکتبة المنار الإسلامیة، الکویت. الطبعة: السابعة والعشرون ۱۴۱۵ھ؛ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص۸۸ طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ: پس جب امام مقتدیوں کی تعلیم کے لیے (دعائے قنوت) کو بھی جہر سے پڑھے۔ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ ثناء کے الفاظ مقتدیوں کی خاطر کبھی جہر سے پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ جہر سے پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنت ہے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں منفرد ہیں کیونکہ اکثر صحابہ کرامؓ سورت فاتحہ کو جنازہ میں پڑھنے کے قائل نہیں تھے)۔ اور اس سلسلہ میں امام کا آمین کو بالجہر پڑھنا بھی (یعنی تعلیم کی غرض سے) مباح اختلاف کے قبیل سے ہیان چیزوں میں اختلاف

مباح ہے جن میں کسی طرف بھی سختی کرنی درست نہیں۔ جو کرتا ہے اس کے لیے بھی اور جو نہیں کرتا اس کے لیے بھی گنجائش ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔

1.10:۔ائمہ اربعہؒ کا مقام

جن اکابرِ اُمت کو ائمہ اجتہاد تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ نہ صرف قرآن وسنت کے ماہر تھے، بلکہ بعد کی پوری اُمت سے بڑھ کر شریعت کے نکتہ شناس تھے۔ علم وفضل، دیانت وامانت، فہم وبصیرت، زہد وتقویٰ اور خدا شناسی میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص اس اُمت میں پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جن بزرگوں کو علم کے بڑے بڑے پہاڑ اور کشف والہام کے بڑے بڑے دریا کہا جاتا ہے۔ وہ سب ان ائمہ اجتہاد کے پیروکار تھے۔ ایسے باکمال بزرگوں کا ان کی پیروی کرنا ان کے بلندیٔ مرتبہ کی دلیل ہے۔

ائمہ اجتہاد بہت سے اکابر ہوئے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے اُمت کے سوادِ اعظم کو چار بزرگوں کے اجتہاد پر جمع کر دیا ہے: حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔

چوتھی صدی ہجری کے بعد جتنے اکابر علماء ومشائخ ہوئے ہیں۔ وہ سب انہی چار میں سے کسی ایک کے پیرو تھے۔ گویا پوری اُمت کے اربابِ علم وفضل اور اربابِ [illegible] و مکاشفہ ان اکابر کی قیادت وسیادت پر متفق ہیں۔ اور کوئی قابلِ ذکر عالم اور بزرگ ایسا نہیں ملے گا جو ان میں سے کسی ایک کا متبع نہ ہو۔

1.11:۔مسئلۂ آمین میں ائمہ اربعہؒ کے مذاہب

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک آمین آہستہ ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک آمین جہر سے کہنا ہے۔ لیکن یہ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم ہے۔ قولِ جدید میں امام شافعیؒ مقتدی کے لیے آمین آہستہ کہنے کے

قائل ہیں۔امام شافعیؒ کے قولِ جدید کے مطابق مقتدی کے حق میں آمین آہستہ کہنے میں تین امام متفق ہو گئے اور امام کے حق میں آمین آہستہ کہنے میں دو بڑے امام متفق ہیں (مزید تفصیل 6.5 میں ملاحظہ فرمائیں)۔

1.11.1:۔حضرت امام شافعیؒ کے رجوع سے استدلال

1.11.1.1:۔حضرت علامہ شوق نیمویؒ کا استدلال

مقتدیوں کی آمین بالجہر کی طرف جو امام شافعیؒ گئے ہیں اور جو مذہب شافعیہ میں مفتیٰ بہ ٹھہر گیا ہے۔وہ ان کا قول قدیم ہے۔جدید قول اس کے خلاف ہے۔امام شافعیؒ نے مقتدیوں کی آمین بالجہر سے رجوع کر لیا ہے اور ان کا جدید قول آمین بالسرّ کا ہے۔تو ایک موٹی سی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے ایسے مسئلے سے جس پر برسوں قائم رہا ہو، رجوع نہیں کر سکتا۔جب تک اس نے ہر پہلو سے خوب دیکھ نہ لیا ہو۔اور اجتہادِ سابق کے خلاف قوی دلیل نہ مل گئی ہو۔رہی امام کی آمین بالجہر، اگرچہ بعض علماء کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے بھی امام شافعیؒ نے رجوع کر لیا ہے مگر محققین شافعیہ کی تحریر اس کے خلاف ہے۔(الحبل المتین ۳۲)

1.11.1.2:۔مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ کا فیصلہ

فظهر من هذا البيان أنهما أثران لا يصلح الاحتجاج بهما، ولعله من أجل ذلک رجع الشافعیؒ عن قوله القديم؛ فقال في الجديد: ان المؤتم لا يجهر بآمين. ونصه في "الأم" (ج ا ص ۹۵): "فاذا فرغ الامام من قراءة أم القرآن؛ قال: آمين. ورفع بها صوته؛ ليقتدیَ بها من خلفه. فاذا قالها؛ قالوها، وأسمعوا أنفسهم، ولا أحب أن يجهروا

بهـا، فـان فـعـلـوا؛ فـلا شيـىء عـليهم". اهــ. وبهذا نأخذ ان شاء اللّٰه تـعـالـىٰ؛ وأيـضـاً لـم يـذكـر أحـد مـمن روى جهره ﷺ بالتأمين أن الـصحابة كانوا يجهرون بها وراء ہ، فلو كانوا يفعلون ذٰلک؛ لنقلوه اليـنـا، لا سيـمـا وأن الـجهـر بهـا خلاف الأصـل. قـال تـعـالـىٰ (۵۵/۷): أُدْعُوْا رَبَّـكُـمْ تَـضَـرُّعـاًوَّ خُفُيَةً. إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ؛ فلا يـجـوز الـخـروج عـن هٰذا الأصل الا بدليل صحيح. وقد خرَجنا عنه فيـما يتعلق بجهر الامام؛ لثبوت ذٰلک عنه ﷺ، فيبقى ما عداه على الأصل. وباللّٰه التوفيق۔

(أَصْـلُ صِـفَةِ صـلاةِ النبيّ ﷺ ص۳۸۰،مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع،الریاض، ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ دونوں آثار قابل احتجاج نہیں ہیں۔اور شاید اسی وجہ سے حضرت امام شافعیؒ نے اپنے قول قدیم سے رجوع کرلیا ہے۔لہٰذا وہ قول جدید میں فرماتے ہیں: مقتدی آمین کہنے میں جہر نہ کرے۔اس بارے میں ان کی کتاب ''الامّ'' (ج ا ص ۶۵) نص ہے۔جس میں وہ فرماتے ہیں:''جب امام سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتو آمین بلند آواز سے کہے تاکہ مقتدی بھی سن کر آمین کہنے میں اقتداء کریں۔ اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں۔اور میں (امام شافعیؒ) مقتدیوں کے لیے آمین جہر سے پسند نہیں کرتا۔اگر انہوں نے آمین جہر سے کرلیا تو بھی ان پر کچھ نہیں''۔

اور ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ان دلائل کی بناء پر جو پہلے گزر چکے ہیں۔اور اس وجہ سے بھی کہ جن صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا آمین جہر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے یہ روایت نہیں کیا کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی اقتداء میں آمین جہر سے کہا کرتے تھے۔اگر صحابہ کرامؓ آمین جہر سے کہا کرتے تو ضرور یہ صحابہ کرامؓ اس کو بیان کرتے۔خصوصاً جبکہ آمین کا جہر سے پڑھنا اصل مسئلہ کے خلاف بھی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: أُدْعُوْا رَبَّـكُـمْ تَضَرُّعاًوَّ خُفْيَةً. إِنَّهُ لاَ

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اعراف:۵۵)۔ترجمہ:۔"تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔لہٰذا اس اصل سے نکلنا جائز نہیں ہے مگر دلیل صحیح سے۔اور ہمارا اس اصل سے ہٹنا صرف امام کے جہر سے ہی متعلق ہے۔اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اصل پر ہی برقرار رہے گا (یعنی مقتدی آمین اخفاء ہی سے کہیں گے)۔

1.11.1.3:۔حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کا فرمان

حضرت امام شافعیؒ کی آخری تالیف "کتاب الامّ" ہے۔ اس (ج۱ص۱۹۵) میں ہے:"جب امام سورت فاتحہ سے فارغ ہو تو آمین بلند آواز سے کہے تاکہ اس کے پیچھے والے مقتدی اس کو سن کر اقتداء کریں،اور جب امام کہے تو وہ بھی کہیں،لیکن اس طرح پست آواز سے کہ وہ اپنے آپ کو سنائیں۔اور مجھے پسند نہیں کہ بلند آواز سے کہیں۔اور اگر کہہ لیں تب بھی کوئی حرج نہیں"۔حیرت ہے کہ امام شافعیؒ کے جدید اور آخری قولِ فیصل کے باوجود شافعیہ نے ان کے منسوخ شدہ قدیم قول کو اختیار کر کے نزاع کو باقی رکھا۔امام بخاریؒ نے اس اختلاف کو اور بھی ہوا دی۔ پھر اس زمانہ کے غیر مقلدین تو "دیوانہ را ہوے بس است" کے مصداق ہیں ہی۔ان کو تو مقلدین کے خلاف پروپیگنڈا مشینری تیز کرنے کا بہانہ چاہیے۔حالانکہ بقول امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کے اختلاف صرف مباح کا ہے۔(انوار الباری ج۱۶ص۴۴۵)

1.12:۔مسئلہ آمین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک

اذکار وادعیہ میں افضل اخفاء (آہستہ کہنا) ہے۔اس لیے تمام اذکار اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جہر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے

کی وجہ سے اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح اذکار میں سے ہے۔ اس لیے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔ خواہ کوئی اکیلے نماز پڑھے، آمین آہستہ کہے۔ امام ہو، تب بھی آہستہ کہے، مقتدی ہو، تب بھی آہستہ کہے۔ اس کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

1 آمین دعا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید سورت یونس (آیات نمبر ۸۸، ۸۹) میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اس دعا پر آمین کہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا '' (یونس: ۸۹)۔ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ یعنی وہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی قبول ہو گئی، کیونکہ انہوں نے خود دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف سے بھی وہی دعا قبول ہو گئی، کیونکہ اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا خود نہیں مانگی تھی مگر اس دعا پر آمین کہہ دی تھی تو وہ دعا ان کی طرف سے بھی قبول ہو گئی۔

2 صحیح بخاری شریف (ج ۱ ص ۱۰۷) پر ہے: قال عطاء: آمین "دعاء"۔ حضرت امام بخاریؒ نے بھی آمین کی حدیث کا صحیح بخاری کی کتاب الدعوات میں دعاؤں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے (دیکھیے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۷)۔ تو معلوم ہوا کہ آمین آپؒ کے نزدیک بھی دعا ہے۔

3 دعا کے متعلق قرآن مجید نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے:

أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (اعراف: ۵۵)۔

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

4 ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا. إِذْ نَادٰى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيّاً. (مریم: ۲، ۳)۔

یہ تذکرہ ہے اُس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

5 حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی

جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے، ستر گناہ فضیلت دیتے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا، ستر (70) گنا ہے۔ (مجمع الزوائد رقم ۱۶۷۹۶)

تو دونوں باتیں کتاب وسنت سے ثابت ہوگئیں ہیں: آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہی ہے کہ اسے آہستہ کہا جائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا اپنا مبارک عمل بھی یہی رہا ہے:

6 عن وائلٍ، قال: صلّٰی بنا رسول اللّٰہ ﷺ فلما قرأ ''غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ''.قال: آمین،وأَخفیٰ بها صوتهٗ.

(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی ۔جب آپ ﷺ ''غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' پڑھ چکے،تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی آواز کو آہستہ کر دیا۔

7 حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں دو سکتے فرماتے تھے۔ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا ''غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کے بعد۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لکھیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے خوب یاد رکھا ہے۔(ابوداؤد رقم ۷۷۹؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۴۱)

8 حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ دونوں خلفائے راشدین: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھتے تھے، نہ تعوذ اور آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔(طحاوی رقم ۱۱۷۳)

9 حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھتے تھے، نہ تعوذ اور آمین

بلند آواز سے کہتے تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۰، ۲۳۱ رقم ۲۶۳۲؛ طبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۰۴)

10 علامہ ابن ترکمانیؒ (المتوفی ۷۵۰ھ) فرماتے ہیں:

ان عمر وعليا لم يكونا يجهران بآمين. قال الطبری: وروی ذلک عن ابن مسعود وروی عن النخعي والشعبي وابراهيم التيمي كانوا يخفون بآمين. والصواب ان الخبر بالجهر بها والمخافة صحيحان وعمل بكل من فعليه جماعة من العلماء وان كنت مختاراً خفض الصوت بها إذا كان أكثر الصحابة والتابعين على ذلک.

(الجوهر النقي على سنن البيهقي، ج۲ص۵۸. المؤلف: علاء الدين علي بن عثمان بن إبراهيم بن مصطفى المارديني، أبو الحسن، الشهير بابن التركماني (المتوفی ۷۵۰ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: یہی اخفائے آمین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، امام شعبیؒ، اور امام ابراہیم التیمیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ آمین آہستہ پڑھتے تھے۔ صحیح بات یہی ہے کہ جہر اور اخفائے آمین کی خبریں صحیح ہیں۔ علمائے کرام کی ایک جماعت نے دونوں پر عمل کیا ہے۔ اگر چہ میرے نزدیک مختار عمل آمین آہستہ کہنا ہے کیونکہ جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ آہستہ آمین کہتے تھے۔

1.13: مسئلہ آمین میں غیر مقلدین کا مسلک

1 غیر مقلدین جب نماز اکیلے پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو، خواہ سنت یا نفل، آمین آہستہ کہتے ہیں۔

2 اگر فرض با جماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں۔ باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

3 باقی تمام دعائیں اوراذ کار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں۔ جیسے ثناء، تسبیحات، رکوع، سجود، تشہد، درود، تشہد کے بعد والی دعائیں وغیرہ

الغرض ان کے دعوے کے تین حصے ہیں۔ آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے۔ ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

(تجلیات صفدر ج۳ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ اس کی وضاحت ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں:

1 جب غیر مقلدین اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو آمین آہستہ کہتے ہیں۔

2 جب امام کے پیچھے مقتدی بنتے ہیں، تو سترہ رکعتوں میں سے چھ رکعتوں میں وہ آمین اونچی آواز سے کہتے ہیں۔ دو فجر کی، دو مغرب کی، دو عشاء کی۔ اور گیارہ رکعتوں میں وہ امام کے پیچھے بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

3 ان چھ رکعتوں میں بھی غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ اگر ان چھ رکعتوں میں مقتدی امام کی فاتحہ کے بعد میں آکر ملا ہے، تو اپنی فاتحہ کے بعد اگرچہ امام نے اس رکعت میں اونچی آواز میں آمین کہی تھی، لیکن پھر بھی مقتدی آہستہ کہے گا۔

4 امام کے متعلق بھی غیر مقلدین کا مسئلہ یہی ہے۔ امام سترہ رکعتوں کی جماعت کرواتا ہے۔ ان سترہ رکعتوں میں سے امام چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین کہتا ہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں امام بھی آہستہ آواز سے آمین کہتا ہے۔

5 لہٰذا جب غیر مقلدین دلائل پیش کریں گے:

۱ تو یہ اکیلے نمازی کے متعلق حدیث پیش کریں گے کہ جب اکیلا آدمی نماز پڑھے تو وہ آمین آہستہ کہے۔ کیونکہ اس وقت یہ بھی آہستہ کہنا سمجھتے ہیں اور یہ مسئلہ دلیل کے ساتھ ثابت کرنا چاہیے۔

۲ اسی طرح مقتدی کے متعلق جب یہ مسئلہ ثابت کریں گے تو اس میں چھ اور گیارہ کی تشریح حدیث میں دکھائیں گے کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث میں وضاحت ہے کہ مقتدی چھ رکعتوں

میں آمین اونچی آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں مقتدی آمین آہستہ آواز سے کہے۔

۳ جب غیر مقلدین امام کے متعلق مسئلہ ثابت کریں تو اس میں یہ بھی ثابت کریں کہ امام چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے کہے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہے۔

جب تک یہ تفصیل حدیث سے ثابت نہ ہوگی، تب تک یہ ثابت نہ ہوگا کہ غیر مقلدین کا مسئلہ آمین حدیث کے موافق ہے۔ (فتوحاتِ صفدر ج ا ص ۳۳۹، ۳۴۰)

1.13.1:۔ مسئلہ آمین میں غیر مقلدین کا مسلک شاذ ہے

مسئلہ آمین میں غیر مقلدین کا مسلک شاذ ہے۔ اس لیے کہ وہ جمہور امت کے خلاف ہیں۔

1 غیر مقلدین امام اور مقتدی دونوں آمین کہنے میں اتنا زور لگاتے ہیں کہ حد اعتدال سے گزر جاتے ہیں۔ جبکہ شوافع اور حنابلہ اگرچہ آمین بالجہر کے قائل ہیں، مگر ان کے ہاں یہ شدت نہیں ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے دو قول ہیں: قدیم قول میں امام اور مقتدی دونوں جہر سے آمین کہیں۔ جدید قول میں امام صرف جہر سے کہے۔ مقتدی آہستہ آمین کہیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب متون میں ہے کہ جہر قراءت سے جہرِ آمین کو پست کرے۔ (انوار الباری ج ١٦ ص ۴۴۴)

☆ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی اس روایت سے واضح ہے۔ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:

''قال عبد اللّٰه بن أحمدؒ فی "مسائله": سألتُ أبی عن الجهر بآمین. فقال: يُسمِعُ مَن خَلْفَهُ''۔ (اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ا ص ۳۷۷)

ترجمہ حضرت امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمدؒ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے باپ (امام احمدؒ) سے جہر آمین کے بارے سوال کیا: تو امام احمد نے فرمایا: ''صرف اپنے مقتدیوں کو سنائے۔

☆ مشہور غیر مقلد حافظ عبداللہ روپڑیؒ فرماتے ہیں:

'' آمین درمیانی آواز سے کہنی چاہیے، نہ کہ بہت چلّا کر۔ سو الحمدللہ یہی اہل حدیث کا

مذہب ہے''۔(رفع یدین اور آمین ص ۱۶)

☆ حضرت مولانا مفتی نظام الدین (مفتی دار العلوم دیوبند) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''اہل حدیث حضرات کے نزدیک بھی بالجہر آمین کہنا ضروری نہیں ہے، بلکہ صرف اتنی اونچی آواز سے کہنا کافی ہے کہ پاس والا آدمی سن سکے۔اس لیے بلا وجہ زور سے چیخنے کے بجائے جہرِ ادنیٰ پر کفایت کرنی چاہیے اور حنفیوں کی رعایت کرنی چاہیے، کیونکہ اس چیخنے سے یقیناً حنفیوں کی توجہ نماز سے ہٹ کر اس آواز پر جائے گی۔لہٰذا یہ طریقہ مذموم و معیوب ہوگا''۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۶۰۰ طبع دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، کراچی ۱۴۲۹ھ)

لہٰذا غیر مقلدین کا مسلک اجماعِ امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہوا۔

2 جمہور امت اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک آمین کہنے کا وقت سورت فاتحہ کے اختتام پر ہے مگر غیر مقلدین کا یہاں بھی دستور نرالا ہے۔یہاں صرف ایک غیر مقلد محمد مظفر الشیرازی کی تحریر درج کی جاتی ہے:''اس حدیث میں مقتدی کو امام کے پیچھے مطلق طور پر آمین کہنے کا حکم ہے۔اگرچہ مقتدی ذاتی طور پر جو فاتحہ پڑھ رہا ہے، اس کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو۔اگر امام نے ''وَلَا الضَّآلِّیْنَ'' کہا تو مقتدی آمین کہے گا''۔(القول الامین فی الجہر بالتأمین مترجم ۶۹۔تالیف محمد مظفر الشیرازی۔مترجم حافظ عبد الرزاق اظہر۔طبع دار الخلود، کامونکی)

3 جمہور امت منفرد نمازی کے بارے میں متفق ہے کہ وہ آمین آہستہ ہی کہے گا مگر غیر مقلدین یہاں بھی باقی امت سے الگ تھلگ ہیں۔غیر مقلد محمد مظفر الشیرازی فرماتے ہیں:

ا میرے لیے جو راجح موقف ظاہر ہوا ہے کہ منفرد آدمی جب اکیلا جہری نماز ادا کرے گا تو اس میں قراءت بھی بلند آواز سے کرے گا اور آمین بھی جہراً کہے گا۔اور سرّی نمازوں میں قراءت مخفی کرے گا اور آمین بھی مخفی آواز سے کہے گا۔

(القول الامین فی الجہر بالتأمین مترجم ۱۰۲)

۲ منفرد جہری نماز میں آمین بھی جہراً کہے گا۔ (القول الامین فی الجہر بالتأمین مترجم ۱۱۷)

1.14:۔جید علماء کرامؒ کے فرمان

1.14.1:۔حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ کا فرمان

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ فرماتے ہیں:

''غیر مقلدین حضرات کے پاس جہر آمین کے بارے میں کوئی خاص دلائل نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض روایات موضوع و من گھڑت ہیں اور بعض انتہائی درجہ کے ضعیف اور بعض غیر صریح اور بعض جگہ اخفاء آمین کے دلائل کو جہر آمین بنانے کی بھی ناکام کوشش کی گئی ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے ''جزء القراءۃ'' اور ''جزء رفع الیدین'' دو رسالے لکھے ہیں کیونکہ جیسے بھی سہی کچھ نہ کچھ دلائل ان دو مسئلوں کے بارے میں ان کے پاس تھے اور آمین کے بارے میں انہوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا اور نہ صحیح بخاری میں جہر آمین کی کوئی دلیل پیش کی ہے۔ بعض حدیثوں پر انہوں نے جہر مأموم یا امام کا عنوان دے دیا ہے جب کہ ان حدیثوں سے اخفاء آمین زیادہ ظاہر ہے، بنسبت جہر آمین کے۔ اور ایک دو صحابہؓ کا اثر بھی بغیر سند کے لکھ دیا اور سند بالکل بیان نہیں فرمائی''۔

(اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۱۲۷)

1.14.2:۔علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا اعلان

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''میں نے امرت سر اور کلکتہ میں بڑے مجمع میں برسرِ منبر اعلان کر دیا تھا کہ ذخیرۂ نقل میں کہیں بھی مقتدیوں کے لیے جہر کا حکم ثابت نہیں ہے''۔ (انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۲، ۴۴۳)

1.14.3:۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فرمان

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فرماتے ہیں:

ولناما مرّ فی المتن عن عمرؓ و علیؓ و عبد اللّٰہ بن مسعودؓ أنھم یخفون بـآمین و کفیٰ بھم قدوۃ. و مرّ أیضاً فی قول الطبری: أن اکبر الصحابۃؓ والتابعینؒ کانوا یخفون بھا. والجواب الکلی عن ھٰذہ الآثار أن الاخفاء بآمین ھو الأصل کما مر تفصیلہ. فلا یترک مالم یدلّ دلیل علیٰ خلافہ. و کل ماورد فی الجھر بھا، انما ھو حکایۃ أفعال، لا عموم لھا. وتحمل الوجوہ فلا حجۃ بہ علینا مع أن اکثر ھا لا یخلوا من جرحٍ. فما ھو صحیح غیر صریح. وماھو صریح غیر صحیح. والآثار عن الصحابۃ مختلفۃ. فالترجیح انما ھو الأصل. واللّٰہ أعلم!۔(اعلاء السنن ج ۲ص ۲۵۸،۲۵۹)

ترجمہ ہمارے دلائل میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ سب حضرات آمین آہستہ کہتے تھے۔ہمیں ان کا اسوہ عمل ہی کافی ہے۔اسی طرح امام طبریؒ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ آمین کو آہستہ ہی کہتے تھے۔آمین بالجہر کے جملہ آثار کا جواب یہ ہے کہ اخفاء آمین ہی اصل ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔لہٰذا اس اصل کو ہرگز چھوڑا نہیں جاسکتا۔جو روایات جہر آمین کے بارے میں مروی ہیں۔وہ صرف افعال کی حکایت ہیں۔ان میں عموم نہیں ہے۔ان کی خاص توجیہات بھی ہیں۔لہٰذا وہ ہمارے خلاف دلائل نہیں بن سکتے،باوجود اس کے ان میں اکثر دلائل جرح سے خالی نہیں ہیں۔جو دلائل صحیح ہیں وہ صریح نہیں ہیں۔جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔جو آثار صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں وہ مختلف ہیں۔لہٰذا ترجیح اصل کو ہی ہے،یعنی اخفاء آمین ہی راجح ہے۔واللہ اعلم!

1.14.4:۔حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کا فرمان

فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (سابق صدر المدرسین دار العلوم، دیوبند) فرماتے ہیں:''ذخیرۂ احادیث میں اس موضوع پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول آمین بالجہر کا نہیں تھا۔اگر آپ ﷺ کا

معمول جہر کا ہوتا تو روزانہ جہری نمازوں میں بار بار کیے جانے والے اس وجودی عمل کے نقل کرنے والے کہیں زیادہ ہوتے اور اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ خلفائے راشدینؓ اور کبار صحابہ کرامؓ کا عمل بھی آمین بالجہر ہی ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے اور کبار صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اخفاء کا عمل صراحت کے ساتھ منقول ہے۔ اور جن کبار صحابہؓ سے اس سلسلے میں کوئی عمل منقول نہیں۔ تو اس کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ اخفاء ایک غیر وجودی عمل ہے جسے نقل کیا جانا غیر ضروری ہے۔ صحابہ کرامؓ کی اکثریت کے اخفاءِ آمین پر عمل پیرا ہونے کی بات محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس حقیقت کا فریق ثانی کے اکابر علماء کو بھی اعتراف ہے۔ الجوہر النقی میں ابن جریر طبریؒ کا قول نقل کیا گیا ہے جس میں خفضِ صوت کے بارے میں کھلے لفظوں میں یہ فرمایا گیا ہے:

''اذ کان أکثر الصحابة والتابعین علی ذالک''۔

(الجوہر النقی علی سنن البیہقی ج۲ ص۵۸)

ترجمہ ''اکثر صحابہؓ اور تابعینؒ اخفاء آمین پر عمل پیرا تھے''۔ اس لیے اگر کسی روایت سے حضور ﷺ کے آمین کو جہراً کہنے کا اشارہ یا ثبوت مل جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو وہ صحابہ کرامؓ کے عام طور پر علم میں نہیں آیا، یا انہوں نے اس عمل کو اتفاق، یا تعلیم جیسی مصلحت پر محمول کیا۔ اور اس کو عام معمول نہیں بنایا''۔

(مجموعہ مقالات ج۳ ص۱۸۰،۱۸۱)

1.14.5 :۔ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کا مسئلہ آمین میں بصیرت افروز تجزیہ

۱ غیر مقلدین کا ہر مجتہد، ہر مصنف اور ہر مناظر اپنے مسئلہ کے تقریباً اسی فیصد پہلو کو ایسا چھپاتا اور تقیّہ کے صندوق میں ایسا بند کرتا ہے کہ کسی کو خواب میں بھی پتہ نہ چلے۔ وہ یہ

ہے کہ جب یہ لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں، تو تمام فرائض، سنن اور نوافل میں آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔ ان تمام جگہوں میں آہستہ آمین کہنے کے ان کے پاس کیا دلائل ہیں؟ اس پر آج تک انہوں نے نہ کوئی رسالہ لکھا، نہ کوئی مناظرہ کیا، نہ کوئی دلیل بیان کی، بلکہ جتنے رسائل اور مضامین مسئلہ آمین پر ان لوگوں نے آج تک لکھے ہیں ان میں کبھی بھول کر بھی یہ تذکرہ نہیں کیا کہ ہم بھی اکثر جگہ آمین آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۲ نماز کے تمام اذکار اور دعائیں یہ لوگ بھی آہستہ آواز میں پڑھتے ہیں۔ صرف آمین کو ہی ان لوگوں نے تمام تسبیحات اور دعاؤں سے کیوں مخصوص کر لیا ہے؟ اس تخصیص کی کیا دلیل ہے کہ مقتدی سوائے آمین کے باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھیں؟ اس بنیادی بات کو بھی ان لوگوں نے بالکل ہی نظر انداز کر رکھا ہے۔

۳ جو شخص باجماعت نماز ادا کرے وہ صرف چھ رکعات میں آمین بلند آواز سے کہے اور بقیہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہے۔ یہاں بھی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہنے کے ثبوت کو کیوں نظر انداز کر جاتے ہیں؟ صرف چھ رکعتوں میں تخصیص کا تو کوئی ثبوت ہوتا۔ اس تخصیص کے لئے کوئی صریح آیت یا صریح حدیث انہوں نے کبھی ذکر نہیں کی اور نہ قیامت تک دکھا سکتے ہیں، انشاء اللہ العزیز۔

ہمارا مسئلہ چونکہ ایک پہلو ہی رکھتا ہے یعنی ہر نماز میں آہستہ آمین کہنی چاہیے۔ اس لئے ہمارے دلائل کافی شافی اور وافی ہیں۔ اس کے برعکس چونکہ غیر مقلدوں کا مسلک چار پہلو رکھتا ہے۔ اس لئے ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے اور میں یہاں ایک اپنی گفتگو درج کرتا ہوں:

پہلا حصہ

نماز کے تمام اذکار اور دعائیں تم لوگ آہستہ ادا کرتے ہو صرف آمین بلند آواز سے۔ اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟

۱ کیا قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی ہے جس میں یہ تخصیص ہو کہ نماز کے تمام اذکار

آہستہ ادا کرو اور صرف آمین بلند آواز سے کہو۔ ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن پاک میں کوئی صریح آیت ایک بھی نہیں ہے ۔

۲ اسی طرح دنیا کے کتب خانوں میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جس میں یہ صراحت اور وضاحت ہو کہ نماز کے باقی تمام اذکار آہستہ ادا کرو مگر آمین بلند آواز سے کہو۔

دوسرا حصہ

جب نمازی اکیلا نماز ادا کرے تو خواہ نماز فرض ہو یا نفل یا سنت اس کی ہر رکعت میں آمین آہستہ آواز سے کہے۔

اس بارے میں ان لوگوں نے منفرد یعنی اکیلے نمازی کی جو تخصیص کی ہے یہ نہ کسی آیت قرآنی سے صراحۃً ثابت ہے، نہ کسی حدیث نبوی ﷺ سے صراحۃً ثابت ہے غیر مقلدین حضرات میں اگر علم واستدلال کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ صراحۃً یہ تخصیص کتاب وسنت سے دکھائیں، ورنہ کبھی اہل سنت والجماعت کو منہ نہ دکھائیں۔

تیسرا حصہ: مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ

غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

۱ قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں.

۲ رسول اللہ ﷺ کی ایک بھی قولی حدیث نہیں جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے ۔

۳ صحیح بخاری، صحیح مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں

ایک بھی صحیح یا حسن حدیث ایسی نہیں ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے مقتدی آپ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند سے آواز کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے۔

۴ خلفاء راشدین ﷺ سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتداء چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

۵ خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفاء راشدین ﷺ کے مقتدی ان خلفاء ﷺ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ جب قرآن ان کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا اور بخاری اور مسلم نے بھی ان کو دھتکار دیا ہے باقی اصحاب صحاح ستہ نے بھی ان یتیموں اور مسکینوں کو لاوارث قرار دے دیا ہے تو آخر یہ کس بھروسہ پر مسلمانوں میں انتشار پیدا کر رہے ہیں؟

ایک دفعہ میں نے ان کے ایک بہت بڑے مولوی سے پوچھا کہ مقتدیوں کی آمین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی صریح حدیث ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ بخاری اور مسلم میں تو کچھ نہیں۔ صرف ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ترک الناس التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے تھے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے، پھر مسجد گونج جاتی تھی۔ (ابن ماجہ رقم ۸۵۳)

میں نے کہا یہاں مقتدی آپ نے کس لفظ سے سمجھا؟ اس نے کہا یہاں مقتدی کا لفظ صراحۃً تو موجود نہیں ہے لیکن مسجد کے گونجنے سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ مقتدیوں کی آواز ہی سے گونج پیدا ہوتی تھی۔

میں نے کہا آپ کے نزدیک تو قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ آپ نے یہ شیطانی کام کر کے اپنی اجتہادی شان کو داغ دار کر لیا ہے۔

پھر یہ جملہ جس پر آپ نے یہ قیاس کی عمارت کھڑی کی ہے خود بے بنیاد ہے اور عقل

و نقل اس کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں۔ ذرا سنیے!

١ یہی روایت ابوداؤد (رقم ۹۳۴) میں بھی موجود ہے۔ مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں.

٢ اس کی سند کا راوی بشر بن رافع (الحارثی) ہے۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۴۷) میں امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ سے اس کا ضعیف ہونا نقل کر کے پھر ابن حبان سے تو یہ نقل کیا ہے " یروی اشیاء موضوعة " وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔

٣ اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔

کیا اس جھوٹی اور بناوٹی روایت کے بل بوتے پر سارا فساد برپا کیا جا رہا ہے؟

٤ یہ جملہ قرآن پاک کے صراحۃً خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی لیکن آپ کے خیال میں مقتدیوں کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ حضرات صحابہ ؓ کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ" یعنی "اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ورنہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے"۔ اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ ؓ خاص طور پر مسجد نبوی میں اور خاص رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

٥ اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی ﷺ کے گونجنے کا ذکر ہے، حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے۔

الغرض آپ نے جس جملہ پر اپنے قیاس کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کا حال یہ ہے کہ قرآن پاک کی بارگاہ میں اس جملہ کا گزر نہیں ہوسکتا۔ عقل نے اس کے منہ پر تھوک دیا ہے۔

٦ اب یہ بھی سنیے کہ خود غرضی اور مطلب پرستی کے تحت جناب نے قرآن کو چھوڑا، علم وعقل سے منہ موڑا، سب صحابہ ؓ کی نمازوں کو برباد مان لیا، لیکن دیکھو اب یہی جھوٹی روایت کس طرح تمہارا منہ بند کرتی ہے۔

اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ''ترک الناس التامین'' لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے اور آپ تسلیم کرتے ہیں اس حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے کیونکہ آپ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر ہی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ ؓ نے اس جملہ سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا ہے۔ اور آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہ ؓ اور کبار تابعینؒ میں سے ایک شخص بھی بلند آوز سے آمین نہ کہتا تھا۔ کیونکہ صحابہ ؓ کا دور ۹۰ھ تک عام ہے اور اس وقت لوگ صحابہ ؓ یا تابعینؒ ہی تھے۔

٧ میں نے پوچھا کہ تمام ذخیرہ حدیث سے یہ ایک جھوٹی روایت آپ نے پلے باندھی تھی لیکن افسوس ہے کہ یہ چھ رکعات اور گیارہ رکعات کی تفصیل اس میں بھی نہیں۔ یہ آپ نے کہاں سے لیا کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

اب اس شخص کی حالت قابل دید تھی، شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ میں نے دو تین بار جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھا کہ حضرت کچھ تو فرمایئے۔ آخر کار نہایت شرمسار ہوکر کہنے لگے کہ جناب اس بارے میں ہمارا قیاس ہے۔ میں نے کہا کہ قیاس تو کار شیطان ہے۔ آپ سارا قرآن اور ساری حدیثیں قیاس کی رد میں پڑھ جایا کرتے ہیں۔ آخر آج یہ کیا قصہ ہے؟ خیر بتایئے کہ قیاس سے کیسے ثابت ہوا کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

تو اس نے کہا کہ جناب ہمارے قیاس میں آمین قرآن پاک کے تابع ہے۔ اگر قرآن

پاک بلند آواز سے پڑھا جائے تو آمین بھی بلند آواز سے کہی جائے گی اور جب قرآن پاک آہستہ پڑھا جائے گا تو آمین بھی آہستہ کہی جائے گی۔

میں نے کہا بہت خوب محترم! یہ تو بتایئے کیا آپ کے مقتدی امام کے پیچھے قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا جب وہ فاتحہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں تو آپ کے قیاس کے مطابق ان کو آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے۔ اب تو اس پر سکتہ طاری تھا۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

میں نے کہا یہ ہے مقلدوں کی مار۔ ان سے ڈر کر قرآن سے منہ موڑا، عقل کو چھوڑا، صحابہؓ کی نمازوں کو برباد بتایا، شیطان کی خایہ بوسی بھی کی۔ مقلدین کے سامنے اجتہاد بے گور و کفن تڑپ رہا تھا۔ اور کوئی اس کا جنازہ پڑھنے والا نہ ملتا تھا۔ اور "**فبھت الذی کفر**" کا منظر سامنے تھا۔

ایک دوسرے مجتہد صاحب سے گفتگو ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ جو مقتدیوں کو آپ امام کی اقتداء میں چھ رکعات میں بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم دیتے ہیں اور گیارہ رکعات میں آہستہ آمین کا۔ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے، یا رسول اللہ ﷺ کا۔ کہنے لگا یہ نہ خدا کا حکم ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مقتدی ایسے کرتے تھے یا حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقتدی؟ کہنے لگا: ان سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ آخر یہ مقتدی کا مسئلہ کہاں سے بتایا؟ اس نے کہا کہ یہ صحیح بخاری میں ہے:

"**أمن ابن الزبير وأمن من خلفه حتى أن للمسجد لجة**"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور ان کے مقتدیوں نے بھی آمین کہی، یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی۔

میں نے کہا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء رشدین رضی اللہ عنہم کے مقتدیوں سے اس طرح چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں ہو سکا۔ خلافت راشدہ کا دور ختم ہونے کے کئی سال بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خیر پہلے آپ یہ بتائیں کہ بخاری میں اس روایت کی کوئی سند بھی ہے؟

کہنے لگا نہیں۔ بخاری نے اگر چہ اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی، لیکن امام بخاری کی تعلیقات حجت ہیں کیونکہ ہمیں ان کی علمی مہارت پر کلی اعتماد ہے۔ میں نے کہا کہ یہی اعتماد تو تقلید ہے۔افسوس ہے کہ آپ کا اجتہاد اتنا سخت جان ہے کہ شرک کی دلدل میں پھنس کر بھی اس کی توحید میں کوئی فرق نہیں۔

پھراس میں صرف ایک وقت کا ذکر ہے اوراس سے سنت کیسے ثابت ہوگی؟ اوراس میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ یہ آمین نماز کے اندر تھی یا کہ نماز کے بعد۔ اور اگر نماز کے اندر تھی تو سورۃ فاتحہ کے بعد یا قنوت نازلہ کے وقت۔ جب اس میں اتنے احتمال ہیں تو استدلال کیسا؟

پھر کیا آپ کے نزدیک قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ابن زبیرؓ کی تقلید شخصی جائز ہے؟ یا شرک؟ اوراگر جناب نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کر لی ہے تو وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ عید میں آذان بھی کہتے تھے اور اقامت بھی۔

(معارف السنن ص۴۶۰ بحوالہ تہذیب الآثار طبری)

کہنے لگا: عطاءؒ نے دوسو صحابہ رضی اللہ عنہم کو آمین کہتے دیکھا۔ میں نے کہا کہ سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاءؒ کی ملاقات دوسو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوئی ہو اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے وقت کسی ایک شہر میں دوسو صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہوں۔

میں نے کہا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح شروع ہوئیں۔اس کو تو آپ بدعت کہتے ہو تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کر کے اس کی تقلید شخصی کر کے مشرک کیوں بنتے ہو؟

پھر بھی ان روایات میں یہ نہیں ہے کہ چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

ہمارا تو ایسے اجتہاد کو دور سے سلام ہے۔کبھی شرک کی دلدل میں پھنسے، کبھی بدعت کی وادی میں بھٹکے، کبھی کسی کی تقلید شخصی کرے، لیکن پھر بھی مقلدین کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔

الغرض! مقتدیوں کا امام کے پیچھے چھ رکعات میں بلند آواز سے اور باقی گیارہ رکعات

میں آہستہ آواز سے آمین کہنا نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کے مقتدیوں سے ثابت ہے، نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقتدیوں سے ثابت ہے۔
آخر اسے جب کوئی دلیل نہ ملی۔ تو کہنے لگا چونکہ امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہے۔ اس لئے مقتدی کے مسئلہ کو ہم نے اسی پر قیاس کرلیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ آخر کار آپ کے اجتہاد کی تان قیاس پر ہی آ کر ٹوٹتی ہے۔ تقریروں میں اور تحریروں میں اس کو کار شیطانی کہا جاتا ہے اور اندرون خانہ اس کو سجدہ کئے جاتے جاتے ہیں۔
اچھا یہاں قیاس کس طرح فرمایا ہے؟ کہنے لگا جب امام بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدیوں کو بھی بلند آواز سے کہنی چاہئے۔
میں نے کہا کہ اولاً امام کے لئے بھی یہ ثابت نہیں تو بناء قیاس ہی غلط ہے۔ دوسرا یہ کہ امام تو تمام تکبیرات بلند آوز سے کہتا ہے، ''سمع اللہ لمن حمدہ'' بھی بلند آواز سے کہتا ہے، "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" بھی بلند آوز سے کہتا ہے تو جناب کے قیاس پر تو مقتدی کو بھی یہ سب کچھ بلند آوز سے کہنا چاہئے؟
(مزید تفصیل کے لیے دیکھیئے 7.3)

دعویٰ کا چوتھا حصہ: امام کا آمین بالجہر کہنا

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ امام کو تمام عمر روزانہ چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے۔
غیر مقلدین کا یہ اقرار ہے کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں ہمارا یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے اس لئے وہ اپنے استدلال کی بنیاد حدیث پر رکھتے ہیں۔
حدیث کا استدلال دیکھنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آمین کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ اور اس کا بلند آواز سے کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آمین کا سنت مؤکدہ ہونا تو رسول اللہ ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہے۔ آپ نے ''قولوا آمین'' کہہ کر اس کا حکم دیا ہے۔ پھر اس پر

ترغیب کے لئے بار بار فرمایا کہ اس میں فرشتے بھی تمھارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور مزید ترغیب کے لئے بار بار یاددہانی کرائی کہ آمین کہنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آمین نہ کہنے والے کی نامرادی کی بھی آپ نے مثال دے کر سمجھائی۔

ہم کہتے ہیں اگر نفس آمین کی طرح آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے تو رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم دکھایا جائے کہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہو کہ تم نماز میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہا کرو اور یہ بھی دکھایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو ان چھ رکعتوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے کی وجہ سے تمہیں یہ ثواب ملے گا اور نہ کہنے میں تم اس ثواب سے محروم ہو جاؤ گے۔

لیکن بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک غیر مقلد مجتہدین شرمائے اور منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم اور اس پر ترغیب اور مزید ثواب کا کوئی وعدہ دکھا سکے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیئے 7.4)۔

1.14.6:۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا نصیحت آمیز فتویٰ

جواب نمبر ۷۳۰:۔ آمین بالاخفاء حنفیہ اور امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق مسنون ہے۔ اور آمین بالجہر امام شافعیؒ کے قول قدیم اور دیگر ائمہ کے نزدیک مسنون ہے۔ صحابہ کرام ﷡ میں یہ اختلاف موجود تھا۔ لہٰذا یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں انشقاق و اختلاف اور عداوت و دشمنی ہو۔ اہل حدیث کے آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوتی۔ اور اس وجہ سے کسی آمین بالجہر والے کو مسجد میں آنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

اہل حدیث کا بھی فرض ہے کہ اگر وہ آمین بالجہر کو سنت سمجھتے ہیں تو محض اتباع سنت کے لحاظ سے عمل کریں۔ محض حنفیوں کو چڑانے کے ارادے سے ایسا نہ کریں جیسا کہ بعض مقامات میں امام ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھنے پر بعض اہل حدیث جو نالی پر وضو

کرتے ہوئے زور سے آمین پکار دیتے ہیں یا جماعت میں اتنے زور سے آمین پکار تے ہیں کہ قریب والے شخص چونک پڑتے ہیں۔ فریقین کو نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اپنے مسلک پر عمل کرنا چاہیے۔ باہم اتفاق واتحاد اور رواداری سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی
(کفایت المفتی ج ۳ ص ۴۲۰، ۴۲۱)

1.14.7:۔مسائل ثلاثہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک

مشہور غیر مقلد محقق عالم ربانی حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے مسائل ثلاثہ کے بارے میں استفسار کیا گیا۔ آپؒ نے جو فتویٰ زیب رقم فرمایا۔ وہ مع سوال اور ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

ایک سوال:۔ آمین بالجہر وبالسر، قراءت خلف الامام اور منع قراءت خلف الامام اور رفع یدین اور عدم رفع یدین کی معتبر حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اور مندرجہ بالا موقعوں میں ایک ایک طریقہ پر عمل کرنے سے بہر نوع دوسری حدیث کا ترک لازم آئے گا۔ اگر ایک وقت میں ایک حدیث پر، دوسرے وقت میں دوسری حدیث کے موافق عمل کیا جائے تو اس کی ہدایت نہ ہونے سے کسی حدیث پر عمل نہ رہا۔ بلکہ اپنی خواہش پر چلنا ہوا۔ پھر تقلید ائمہ سے نکلنے کے بعد کوئی شخص عامل بالحدیث کیسے ہوسکتا ہے؟

خلاصۃ الجواب:۔ اتباع اسوہ اور اطاعت جیسا کہ کرنے میں ہوتی ہے ویسا ہی نہ کرنے میں ہوتی ہے۔ پس بعض اوقات میں اس کا کرنا اس لیے سنت ہے کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات میں ایسا کیا ہے۔ اسی طرح گاہے اس کا نہ کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بعض اوقات اس کا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں مسئلہ جہر بسملہ اور قنوتِ فجر کی بحث میں لکھا ہے۔ اور وہ انصاف کہ جس کو ایک منصف عالم

پسند کرتا ہے یہ ہے کہ آپؐ نے (نماز فجر میں) قنوت پڑھی بھی ہے اور پڑھنا ترک بھی کر دیا ہے اور آپ ﷺ بسم اللہ کو اکثر پوشیدہ پڑھتے تھے اور کبھی جہر سے پڑھتے تھے اور قنوت کو اکثر چھوڑتے تھے اور کبھی پڑھتے تھے۔ (زاد المعاد ص ٦٩)

پس اہل حدیث کرنے اور نہ کرنے دونوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں اور اس کے چھوڑ دینے کو بدعت نہیں کہتے اور نہ ہی چھوڑ دینے والے کو سنت کا مخالف کہتے ہیں۔ پس اس صورت میں اپنی خواہش کی پیروی کرنا کہاں ہے۔ یہ تو ''بہٖ یَفعَلُ'' اور ''بہٖ یَترُکُ'' کا مصداق ہے (مجموعہ فتاویٰ عبدالجبار ص ١٦٤)

یعنی کرنے والا آپ ﷺ ہی کی پیروی کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے اور چھوڑنے والا بھی آپؐ کی اطاعت کے پیش نظر ایسا کرتا ہے۔ مقصود دونوں کا اتباع سنت ہے جو دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے اس تفصیلی جواب سے مسائل ثلاثہ (مسئلہ آمین، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین) پر جو روشنی پڑتی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

1 آمین اونچی کہنا یا آہستہ کہنا، امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا یا نہ پڑھنا، نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا، ان مسائل کے دونوں پہلو (فعل اور ترک) بلا ریب کتب صحاح کی معتبر روایتوں سے ثابت ہیں۔

2 فعل اور ترک (کرنے اور نہ کرنے) کے لحاظ سے جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے۔ عین اتباع سنت نبوی ہے۔

3 ایک وقت میں ایک جہت کو اختیار کر کے اس پر عمل کرنے سے اگرچہ بظاہر جانب مخالف کا ترک لازم آتا ہے مگر حقیقت میں ترک نہیں۔ اور نہ ہی اپنی خواہش کی پیروی ہے۔ بلکہ وہ بھی اتباع سنت ہی ہے۔

4 مسائل مذکورہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک یہ ہے کہ وہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کو سنت سمجھتے ہیں اور فعل و ترک دونوں جہتوں سے آپؐ کی اقتداء کرتے ہیں اور

نہ کرنے کو بدعت نہیں سمجھتے اور نہ تارک کو مخالف سنت کہتے ہیں۔

5 غیر مقلدین کے مذہب کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خانؒ بھی نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالحیؒ حسنی تلمیذ شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں: ''تعجب کی بات یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان احناف کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ پس رفع یدین تکبیر تحریمہ کے سوا نہ کرتے تھے اور آمین بالجہر سورت فاتحہ کے بعد بھی نہ کہتے تھے اور اپنے ہاتھ سینے پر نہ رکھتے تھے''۔

(نزھۃ الخواطر ج۸ ص۱۹۱، ۱۹۲)

1.15:۔ جہرو اخفاء کا معنیٰ

جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں۔

۱ اخفاء کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل میں تکلّم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔

۲ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔

۳ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سن لے۔

۴ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سن سکیں ایک دو صفوں تک آواز جائے۔

۵ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قرأت میں ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلاَ تَجْهَرْ بِصَلاَتِكَ وَلاَ تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا''

یعنی اتنی بلند آواز بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی نہ سن سکیں''۔ تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار پانچ صفوں تک آواز جائے۔

٦ جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ خوب کڑک کر الفاظ ادا کیے جائیں۔

باب 2

آمین دعا ہے

2.1:۔آمین کا تلفظ اور اس کا معنی

2.1.1:۔آمین کا تلفظ

آمین بالمد بروزنِ تامین اور اَمین بروزنِ ثمین دونوں طرح درست ہے۔مگر آمین بالمد زیادہ فصیح اور اکثر ہے۔امام نوویؒ فرماتے ہیں:

و فی آمین لُغتان: آمین وأَ مین المد والقصر. والمد أفصح والمیم خفیفة فیهما. (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ "آمین میں دو لغت ہیں: آمین مدّ کے ساتھ اور اَمین قصر کے ساتھ۔مدّ والی لغت زیادہ فصیح ہے اور دونوں میں میم مخفف ہے"۔

امام نوویؒ مزید فرماتے ہیں: "**ألسنة فی التأمین أن یقول آمین. وقد تقدم بیانُ لغاتها. وأن المختار آمین بالمدِّ وتخفیف المیم وبه جاء ت روایات الأحادیث**"۔(شرح مہذب ج ۳ ص ۳۷۳)

ترجمہ سنت طریقہ آمین کہنے میں یہ ہے کہ آمین بالمدّ کہی جائے۔اس کی لغات پہلے ذکر ہو چکی ہیں۔ پسندیدہ لغت بمدّ ہمزہ اور تخفیف میم کے ساتھ ہے۔ احادیث کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"**آمین:وهی بالمدِّ والتخفیف فی جمیع الروایات وعن جمیع القراء...... ومعناها: اللّٰهم! استجب عند الجمهور**"

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۳۳۹، ۳۴۰ طبع دار السلام الریاض ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ آمین کا لفظ تمام روایات اور تمام قراء سے مد اور تخفیف کے ساتھ ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے: اے اللہ! قبول فرما۔

حافظ صاحب مزید فرماتے ہیں:

قال ابن مُنَيِّر: مناسبة قول عطاء للترجمة الباب أنه حكم بأن التامين دعاء، فاقتضى ذٰلک أن يقوله الامام لأنه فى مقام الداعى، بخلاف قول المانع انها جواب للدعاء فيختص بالمأموم، وجوابه أن التامين قائم مقام التلخيص بعد البسط، فالداعى فَصَّل المقاصد بقوله: "اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ"، الى آخره، والمُؤَمِّنُ أتى بكلمة تشمل الجميع. (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۰، ۳۴۱ طبع دار السلام الریاض ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ ابن منیرؒ فرماتے ہیں: حضرت عطاءؒ کے قول: "آمین: دُعَاءٌ" کی باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ آمین دعا ہے۔ پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام بھی آمین کہے کیونکہ وہ بھی داعی کے مقام پر ہے۔ بخلاف اس شخص کے جو کہتا ہے کہ یہ جواب دعا ہے۔ لہٰذا یہ مقتدیوں کے لیے مختص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آمین تفصیل کے بعد اختصار کے مترادف ہے، امام نے اپنے مقاصد و مطالب کو "اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ الخ" میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اور اس پر آمین کہنے والا صرف یہ کلمہ کہتا ہے جو ساری دعا کو شامل ہے۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: "آمین" کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ ہی فصیح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: مَدَّ بِهَا صَوتَهُ.

(تجلیات صفدر ج ۳ ص ۱۱۱)

2.1.2: آمین کا معنیٰ

بعض حضرات کے نزدیک یہ اسم فعل ہے جس کا معنیٰ ہے: "اِسمَعْ وَاستَجِبْ"۔

ترجمہ یعنی اے اللہ! میری دعا سن کر قبول فرما۔

جمہور کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے: ''أَللّٰهُمَّ!أَسْتَجِبْ''۔اے اللہ! قبول فرما۔ایک قول میں معنی ہے: ''لِيَكُنْ كَذٰلِكَ''ایسا ہی ہو۔ایک قول میں ہے: قبول فرما۔ ایک قول ہے: ہماری امید کو نا کام نہ کر۔ایک قول میں ہے: تیرے سوا اس پر کوئی بھی قادر نہیں۔ایک قول یہ ہے: یہ عرش کے خزانوں میں سے ایک ہے۔اس کا حقیقی مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(بذل المجہود ج۵ ص۱۵۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ: ''كَذٰلِكَ يَكُونُ'' ہے یعنی اے اللہ! جس طرح میں دعا مانگ رہا ہوں، اسی طرح ہو جائے۔ چنانچہ علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

''ومعناه اللّٰهم! اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ.وقال ابن عباسٍ وقتادة: كذٰلك يكونُ.فهي اسم فعلٍ، مبنى على الفتح''۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج۹ ص۱۸۱)

2.2:۔آمین کی اہمیت

آمین دراصل قبولیتِ دعا کی درخواست ہے، اور بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو قبول ہی کر لے۔اس لیے سائلانہ دعا کرنے کے بعد وہ آمین کہہ کے پھر درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! محض اپنے کرم سے میری حاجت پوری فرما دے۔اس طرح یہ مختصر سا لفظ رحمتِ خداوندی کو متوجہ کرنے والی ایک مستقل دعا ہے۔سنن ابی داؤد میں ہے:

حدثنا الوليد بن عُتبة الدمشقي ومحمود بن خالد، قالا :حدَّثنا الفِريابي، عن صُبَيح بن مُحرِز الحِمصي، حدثني أبو مُصَبِّح المَقْرائي، قال: كُنَّا نجلسُ إلى أبي زُهير النُّميري - وكان من الصحابة -فيتحدَّثُ أحسَنَ الحديث، فإذا دعا الرجلُ منا بدُعاءٍ قال: اختِمْه بآمين، فإن آمين مثلُ الطابَع على الصحيفة. قال أبو زُهير:

أُخبِرُكم عن ذلك، خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذاتَ ليلةٍ، فأتينا على رجلٍ قد ألحّ في المسألة، فوقف النبيَّ صلى الله عليه وسلم يستمعُ منه. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "أوجَبَ إن خَتَم". فقال رجل من القوم: "بأي شيءٍ يَختِمُ؟". فقال: "بآمين، فإنه إن ختَمَ بآمين فقد أوْجَبَ". فانصرفَ الرجلُ الذي سأل النبي صلى الله عليه وسلم، فأتى الرجلَ فقال: "اختِمْ يا فلان! بآمين، وأبشِرْ".

وهذا لفظ محمود. قال أبو داود: المَقْرائي قَبيل من حِمَير.

(سنن ابوداؤد رقم ۹۳۸ طبع دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک رات ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ ایک شخص کے پاس سے گزرنا ہوا جو بڑے الحاح اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی دعا پر مہر لگا دے تو یہ ضرور قبول کرالے گا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کس چیز کی مہر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آمین کی مُہر، اس لیے کہ اگر اس نے دعا کو آمین پر ختم کیا تو اس کی قبولیتِ دعا واجب ہوگئی''۔ وہ شخص جس نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا، وہ شخص وہاں سے سیدھا اس شخص کے پاس چلا آیا اور اس سے کہا: ''اپنی دعا کو آمین پر ختم کر۔ تجھے قبولیتِ دعا کی خوش خبری ہو''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ختم پر آمین کہنا ان چیزوں میں سے ہے، جن سے دعا کی قبولیت کی خاص اُمید کی جاسکتی ہے۔

2.3:۔آمین دعا ہے

2.3.1:۔لغوی دلیل

لغت کی رو سے آمین ایک دعائیہ کلمہ ہے اور معانی لغویہ کے لئے اہل لغت کا بیان ہی

دلیل ہوتا ہے اگر چہ اور کوئی دلیل نہ ہو۔

2.3.2:۔قرآن پاک سے دلیل

وَقَالَ مُوسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ آتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهٗ زِیْنَةً وَّأَمْوَالاً فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ. رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلاَ یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِیْمَ. قَالَ قَدْ أُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلاَ تَتَّبِعَآنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لاَ یَعْلَمُوْنَ.

(یونس:۸۸،۸۹)

ترجمہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے ہمارے پروردگار! آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں بڑی سج دھج اور مال و دولت بخشی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ لوگوں کو آپ کے راستے سے بھٹکا رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ان کے مال و دولت کو تہس نہس کر دیجیے، اور ان کے دلوں کو اتنا سخت کر دیجیے کہ وہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے۔ اب تم دونوں ثابت قدم رہو، اور اُن لوگوں کے پیچھے ہرگز نہ چلنا جو حقیقت سے ناواقف ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم "اعطیتُ آمین فی الصلوٰة، وعند الدعاء، لم یعط احد قبلی الّا ان یکون موسیٰ. کان یدعوا وھارون یُؤَمِّنُ. فاختموا الدعاء بآمین، فانَّ الله یستجیبه لکم".

(تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۳۴)

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے نماز میں بھی اور دعاء کے وقت بھی آمین عطاء کی گئی ہے۔ یہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی، سوائے موسیٰ علیہ السلام کے، وہ دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ لہٰذا تم لوگ دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ

تمہاری دعاء کو قبول فرمائیں گے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

فذكر الدعاء عن وحده. ومن سياق الكلام ما يدل على انّ هارون أمّن فنزل ننزلة من دعا لقوله تعالى "قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا" فدل ذلك علىٰ انّ من امّن علىٰ دعاءٍ فكانما قاله. (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے اس دعا پر آمین کہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا" تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے۔ یعنی وہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی قبول ہوگئی، کیونکہ انہوں نے خود دعا مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف سے بھی وہی دعا قبول ہوگئی، کیونکہ اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا خود نہیں مانگی تھی مگر اس دعا پر آمین کہہ دی تھی تو وہ دعا ان کی طرف سے بھی قبول ہوگئی۔

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی دعا پر آمین کہے، اس نے گویا خود دعا کی۔ اسی لیے آمین کہنے والا مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے کیونکہ اس کا آمین کہنا ہی سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائم مقام ہے۔

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا"۔ میں نے تم دونوں کی دعا قبول کر لی۔

حالانکہ تفسیر الدر المنثور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہؒ، حضرت ابوصالحؒ، حضرت ابوالعالیہؒ، حضرت ربیعؒ، حضرت زید بن اسلمؒ نے بیان کیا ہے کہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر صرف آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا گو فرمایا۔

(الدر المنثور ج ۴ ص ۳۴۷ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آمین بھی دعا ہے۔

علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

''واحتجوا بقول اللّٰه عزوجل:''قد أجيبت دعوتكما فاستقيما(يونس: ٨٩)، لموسىٰ وهارون. ولا يختلف المفسرون أن موسىٰ كان يدعو، وهارون يُؤَمِّنُ. فقال اللّٰه عزّوجلّ: قد أجيبت دعوتكما. وحدثنا عبد الوارثِ، حدثنا قاسمٌ الخشنيُّ، حدثنا ابن المثنى، حدثنا يحيىٰ بن أبى بكير، حدثناأبوجعفرالرازيُّ، عن الربيع بن أنسٍ، قال: قلت لأبى العالية: ''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا''. قال: انما دعَا موسىٰ وأمَّن هارونُ. فمِن ثَمَّ قال: ''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا''۔

(التمهید والاستذکار لابن عبدالبر، موسوعۃ شروح المؤطا ج۴ص۳۷۲؛ الحدیث أخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ ج۶ ص۱۹۸۰؛ ابن جریر فی تفسیرہ: ج۱۲ص۲۷۱،۲۷۲؛ حاکم فی معرفۃ علوم الحدیث ج۱ص۹۱من طریق أبی جعفرالرازی بہ)

ترجمہ اورانہوں (مفسرینؒ اور محدثینؒ) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا'' (تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے) سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دلیل پکڑی ہے۔مفسرین کرامؒ کا اس بارے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے:''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا'' (تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے)۔حضرت ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالعالیہؒ سے اس آیت کے بارے پوچھا:''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا'' (تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے)۔تو انہوں نے جواب دیا کہ دعا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تھی۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے:''قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا'' (تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے)۔

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں:

الْقَوْلُ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ تَعَالٰى:''قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ'' (يونس: ٨٩). وَهٰذَا خَبَرٌ مِنَ اللّٰهِ عَنْ إِجَابَتِهِ لِمُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَارُوْنَ دُعَاءَ هُمَا عَلٰى فِرْعَوْنَ

وَأَشْرَافَ قَوْمِهِ وَأَمْوَالِهِمْ. يَقُولُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ :(قَالَ) اللّٰهُ لَهُمَا (قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا) (يونس: ٨٩) فِي فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ وَأَمْوَالِهِمْ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: وَكَيْفَ نُسِبَتِ الْإِجَابَةُ إِلَى اثْنَيْنِ، وَالدُّعَاءُ إِنَّمَا كَانَ مِنْ وَاحِدٍ. قِيلَ: إِنَّ الدَّاعِيَ وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا، فَإِنَّ الثَّانِي كَانَ مُؤْمِنًا وَهُوَ هَارُونُ، فَلِذٰلِكَ نُسِبَتِ الْإِجَابَةُ إِلَيْهِمَا، لِأَنَّ الْمُؤْمِنَ دَاعٍ. وَكَذٰلِكَ قَالَ أَهْلُ التَّأْوِيلِ.

(تفسير الطبری = جامع البيان عن تأويل آی القرآن، ج١٢ص٢٧٠. المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملی، أبو جعفر الطبری (المتوفی ٣١٠ھ). تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركی. بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة. الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان. الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ھ)

ترجمہ پس اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ کہے کہ دعا کی نسبت دونوں کی طرف کیسی ہے؟ جب کہ دعا مانگنے والا ایک تھا۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ اگرچہ دعا مانگنے والا ایک تھا مگر دوسرا آمین کہنے والا تھا اور وہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ پس نسبت دعا کی دونوں طرف صحیح ہے کیونکہ آمین کہنے والا بھی دعا مانگنے والا ہوتا ہے۔ باقی مفسرین کرامؒ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ ابن جریر طبریؒ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ زَيْدٍ: "كَانَ هَارُونُ يَقُولُ: "آمِينَ". فَقَالَ اللّٰهُ: "قَدْ أُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا" (يونس: ٨٩)، فَصَارَ التَّأْمِينُ دَعْوَةً صَارَ شَرِيكَهُ فِيهَا".

(تفسير الطبری = جامع البيان عن تأويل آی القرآن، ج١٢ص٢٧٢)

ترجمہ حضرت ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا مانگنے پر حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا" (تم

دونوں کی دعا قبول کر لی گئی ہے)۔تو اس دعا پر آمین کہنے والا اس دعا میں شریک ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں:

فالتأمينُ دعاءٌ صحيحٌ بلا شكٍّ....... فكلُّ تأمينٍ دعاءٌ، وليس كلُّ دعاءٍ تأميناً. (محلّٰی ج۳ص۲۶۶)

ترجمہ پس آمین کو دعا کہنا بلا شک وشبہ صحیح ہے۔پس ہر آمین دعا ہے۔لیکن ہر دعا آمین نہیں ہے۔

یعنی دعا اور آمین کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔دعا عام مطلق ہے جبکہ آمین خاص مطلق ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:

''وذلک لأنَّ من يقول عند دعاء الداعي آمين فهو أيضاً داعٍ لأنَّ قولَهُ آمين تأويلُهُ: استجبْ. فهو سائلٌ كما أنَّ الداعيَ سائل أيضاً''

(تفسیر کبیر ج۵ص۳۳)

ترجمہ اور یہ اس لیے ہے کہ جو شخص دعا مانگنے والے کی دعا کے وقت آمین کہتا ہے۔وہ بھی دعا مانگنے والا ہے کیونکہ آمین کا معنیٰ ہے: اے اللہ قبول فرما۔پس آمین کہنے والا سائل ہے، جیسے دعا مانگنے والا بھی سائل ہوتا ہے۔

2.3.3۔احادیث مبارکہ سے دلیل

صحیح بخاری شریف (ج۱ص۱۰۷) پر ہے: **قال عطاء: آمين "دعاء"**۔حضرت امام بخاریؒ نے بھی آمین کی حدیث کا صحیح بخاری کی کتاب الدعوات میں دعاؤں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے (دیکھیے صحیح بخاری ج۲ص۹۴۷)۔تو معلوم ہوا کہ آمین آپؒ کے نزدیک بھی دعا ہے۔

صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔

أَنَا أَبُو طَاهِرٍ، نَا أَبُو بَكْرٍ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ الْقَيْسِيُّ، نَا أَبُو عَامِرٍ؛ وَثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ أَيْضًا، ثَنَاه حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، عَنْ زَرْبِيٍّ مَوْلًى لِآلِ الْمُهَلَّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا، فَقَالَ: "إِنَّ اللّٰهَ أَعْطَانِي خِصَالًا ثَلَاثَةً". فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ: "وَمَا هٰذِهِ الْخِصَالُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟". قَالَ: "أَعْطَانِي صَلَاةً فِي الصُّفُوفِ، وَأَعْطَانِي التَّحِيَّةَ، إِنَّهَا لَتَحِيَّةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَعْطَانِي التَّأْمِينَ، وَلَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا مِنَ النَّبِيِّينَ قَبْلِي، إِلَّا أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ أَعْطَى هَارُونَ، يَدْعُو مُوسٰى، وَيُؤَمِّنُ هَارُونُ".

(صحيح ابن خُزَيمة، ج٢ص٦٢٧رقم١٥٨٦. المؤلف: أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري (المتوفى ٣١١ھ). حَققهُ وعَلّق عَلَيه وَخرّج أَحَاديثه وَقدَّم له: الدكتور محمد مصطفى الأعظمي. الناشر: المكتب الإسلامي. الطبعة: الثالثة، ١٤٢٤ھ)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آمین عطا فرمائی ہے اور مجھ سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا کسی نبی کو نہیں ملی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

☆ پس دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ آمین دعا اور ذکر الٰہی ہے۔

فائدہ قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے، تو حضرت ہارون علیہ السلام بالکل خاموش مگر متوجہ رہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا ختم فرمائی تو آپ علیہ السلام نے آمین کہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کرنے والا فرمایا۔ اسی طرح جب اہل سنت والجماعت کا امام سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے کہ مقتدی حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح خاموش اور متوجہ رہتے ہیں۔ جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے، تو مقتدی بھی آمین کہہ دیتے ہیں۔ تو وہ فاتحہ دونوں کی طرف سے شمار ہوتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ، فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

(طحاوی رقم ۱۲۵۹؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۱۷؛ مسند احمد رقم ۱۴۶۹۸)

ترجمہ "جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت ہے"۔

تو اب غیر مقلدوں کا یہ شور کہ حنفی مقتدی کی نماز بلا فاتحہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات سے بغاوت ہے۔ غلط ہے بلکہ حنفی مقتدی کا عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عین مطابق ہے۔

باب 3

دعا اور ذکر میں اصل اخفاء ہے

اس بات کا ثبوت کہ دعا اور ذکر میں اصل آہستہ کہنا ہے۔ استدلال میں سب سے اول نمبر قرآن پاک کا ہے۔ دوسرے نمبر پر وہ احادیث جو قرآن پاک کے موافق ہوں پھر خلفاء راشدین کا تعامل۔

3.1:۔ قرآن پاک سے دلیل

آیت 1 أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً. إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (اعراف:۵۵)

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مشہور مفسر امام رازیؒ نے شافعی المسلک ہونے کے باوجود آمین آہستہ کہنے کے مسئلہ میں حنفیہ کے موافق وہمنوا ہیں۔ اس موافقت کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے حنفیہ کا استدلال بہت قوی اور صحیح ہے۔ وہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال أبو حنيفةؒ: اخفاء التامين أفضل. وقال الشافعيؒ: اعلانه أفضل. واحتج أبو حنيفةؒ على صحة قوله، قال: في قوله: "آمين" وجهان، أحدهما: أنه دعاء، والثاني: أنه من أسماء الله تعالىٰ. فان كان دعاءً وجب اخفاءه؛ لقوله تعالىٰ: أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً. وان كان اسماً من أسماء الله تعالىٰ وجب اخفاءه؛ لقوله تعالىٰ: وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً. فان لم يثبت الوجوب فلا أقل من الندبية. ونحن بهذا القول نقول۔

(تفسیر کبیر ج ۱۳ص ۱۳۱ طبع مصر؛ تفسیر کبیر ج ۱۴ص ۱۰۷ تفسیر سورت اعراف آیت نمبر ۵۵ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہ ہیں: پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً'' ''تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو''۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ''۔ ''اور اپنے ربّ کا صبح و شام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ، اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کیے بغیر!'' سو اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم ہوگا اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

امام رازیؒ شافعی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت مزید لکھتے ہیں:

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء ویدل علیه وجوه الأول هذه الآية فانها تدل علىٰ أنه تعالىٰ أمر بالدعاء مقروناً بالاخفاء وظاهر الأمر للوجوب فان لم يحصل الوجوب فلا أقل من كونه ندباً.

(تفسیر کبیر ج ۱۴ص ۱۰۶ تفسیر سورت اعراف آیت نمبر ۵۵ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

ترجمہ جان لو کہ دعا میں اخفاء معتبر ہے۔ اس پر کئی دلیلیں ہیں۔ اول تو یہی آیت، کیونکہ یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعا کے مخفی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ظاہر امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ پس اگر وجوب حاصل نہ ہو تو کم از کم درجہ استحباب کا ضرور ہوگا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں:

أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً(حالٌ تذَلُّلاً)وَّ خُفْيَةً (سِرًّا). إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْن (بالتشَدُّقِ ورفع الصوت). (جلالین ص۱۳۴)

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ یعنی تَضَرُّعاً حال ہے، کم ضمیر سے۔ معنی یہ ہے کہ ذلت و عاجزی کی حالت میں۔ وَّ خُفْيَةً یعنی پوشیدہ طور پر، (چپکے چپکے پکارا کرو) یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔

قاضی شوکانیؒ غیر مقلد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أو يرفعُ صَوتَهُ بالدعاء صَارِخاًبه. (فتح القدیر ج۲ص۲۱۳)

ترجمہ جو بلند آواز سے چلّا کر دعا کرے، وہ معتدی ہے۔ تجاوز کرنے والا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ آمین کو دعا بھی کہتے ہیں اور بلند آواز سے دعا کرنے والے کو معتدی بھی فرماتے ہیں۔

یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ دعا کو آہستہ کہنا چاہیے۔ جب آمین کا دعا ہونا ثابت ہے تو قرآن مجید و فرقانِ حمید سے اخفائے آمین کا حکم ثابت ہو گیا۔

علامہ قسطلانیؒ نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

وقال الحنفية والكوفيون ومالك في رواية عنه بالاسرار: لأنه دعاء، وسبيله الاخفاء لقوله تعالىٰ:أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاًوَّ خُفْيَةً.

(إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج۲ص۱۰۰. المؤلف: أحمد بن محمد بن أبي بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبي المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى ۹۲۳ھ). الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية، مصر. الطبعة:السابعة، ۱۳۲۳ھ)

ترجمہ احناف، اہل کوفہ اور حضرت امام مالکؒ نے ایک روایت میں آمین آہستہ کہنے کا فرمایا ہے۔ اس لیے کہ آمین دعا ہے اور دعا کے آہستہ کہنے کا حکم اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے: ''أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاًوَّ خُفْيَةً''۔

أخرج ابن أبي حاتمٍ عن زيد بن أسلم: كان يرى أن الجهر

بالدعاء: الاعتداء. (تفسیر درّ منثور ج ۳ ص ۴۳۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ دعا میں جہر کرنا ہی اعتداء ہے۔ دعا میں حد سے گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلند آواز سے دعا کرے۔

یعنی آہستہ آواز سے دعا کرنے والا خدا کا محبوب ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ خدا کے محبوب بنیں اور دعا (آمین) میں اخفاء کریں۔ جہر سے اپنے آپ کو بچائیں۔

3.1.1:۔آیت کریمہ سے آمین کی تخصیص ہرگز درست نہیں

اس دلیل قوی کے جواب میں بعض حضرات نے تو انصاف کو بالائے طاق رکھ کر یہ کہا ہے کہ میں آمین کا دعا ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ بخاری شریف میں جو حضرت عطاءؒ تابعی کا قول ہے۔ وہ حجت نہیں۔ حالانکہ ایک موٹی سی بات ہے کہ کسی کلمہ کا دعا ہونا اس کے معنیٰ پر موقوف ہے۔ اگر اس سے اللہ تعالیٰ سے سوال نکلتا ہے تو اس کے دعا ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔ جب اکابر محدثینؒ اور اہل لغات نے صاف کہہ دیا ہے کہ آمین کے معنی یہ ہیں: ''اے اللہ! سن اور قبول کر'' یا ''اے اللہ! ایسا ہی ہو''۔ اور حضرت عطاءؒ ایسے تابعی نے جو مکہ کے رہنے والے تھے، اس کے دعا ہونے کی تصریح کردی۔ تو اس کلمے کے دعا ہونے میں کیا کلام رہا۔

بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ جہر آمین حدیثوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے حکم سے آمین مخصوص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص تو جب درست ہو کہ احادیث سے جناب رسول اللہ ﷺ کا آمین بالجہر کہنا صراحۃً بطریق استحباب ثابت ہو اور اگر صراحۃً ثابت نہیں یا ثابت ہے مگر احیاناً (بعض اوقات) جس کا محل خاص ہو جیسے تعلیم وغیرہ۔ تو آمین کو آیت سے خاص کرنا کیونکر ٹھیک ہوسکتا ہے؟ کسی حدیث صحیح غیر معلول سے حضور اکرم ﷺ کا تکبیر وغیرہ کی طرح آمین بالجہر کہنا صراحۃً ثابت نہیں ہوتا۔ اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضور ﷺ نے

آمین کوتکبیر وغیرہ کی طرح کبھی جہر کے ساتھ کہا ہےتو وہ تعلیم پر محمول ہے۔ کسی چیز کے جہراحیاناً سے اس کے جہر کا استحباب ثابت نہیں ہوسکتا۔ بہت سے چیزیں آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض اوقات زور سے پڑھ دی ہیں مگر پھر بھی وہ نماز میں آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ الغرض چونکہ کسی حدیث سے بطریق استحباب آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آیت کریمہ سے آمین کی تخصیص ہرگز درست نہیں ہوسکتی۔ بیشک اخفائے آمین کے باب میں یہ آیت ایسی قوی دلیل ہے جس کے مقابلے میں آمین بالجہر والے کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ (الحبل المتین ص۱۲،۱۳)

آیت 2 وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ. أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ. (البقرہ:۱۸۶)

ترجمہ اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہےتو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"قال ابن أبی حاتم: حدثنا أبی، حدثنا یحییٰ بن المغیرة، أخبرنا جریر عن عبدة بن أبی برزة السختیانی، عن الصلت بن حکیم بن معاویة بن حیدة القشیری عن أبیه عن جده، أن أعرابیاً قال: یا رسول اللّٰه ﷺ أقریب ربنا فنناجیه، أم بعید فننادیه؟ فسکت النبی ﷺ فأنزل اللّٰه: "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ. أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ". اذا أمرتهم أن یدعونی فدعونی استجبت"۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۲۳۳ طبع دارالسلام، ریاض)

ترجمہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بدوی آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا رب ہم سے نزدیک ہے کہ آہستہ دعا کروں یادور ہے کہ میں بلند آواز سے خدا کو پکاروں؟ اس پر نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت

کریمہ نازل فرمائی: وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ الآیۃ۔ جب میں ان کو حکم دیتا ہوں کہ مجھے پکاریں۔ جب وہ مجھے پکاریں گے تو ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا۔

درمنثور (ج ۱ ص ۴۳۲) میں بھی یہی روایت بحوالہ ابن جریر، بغوی فی معجمہ، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابن مردویہ مذکور ہے۔ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کو چیخ کر پکارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہارے بہت قریب ہے۔ تمہارے ہر حال کو وہ جانتا ہے اور تمہارے ہر قول کو سنتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ قریب ہے۔ ان سے آہستہ دعا کرنی چاہئے۔

آیت 3 اللہ تعالیٰ سورۃ مریم کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان پر خصوصی رحمت اس لئے نازل ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب سے آہستہ دعا کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهُ زَکَرِیَّا. إِذْ نَادٰی رَبَّهُ نِدَاءً خَفِیًّا. (مریم: ۲،۳)

ترجمہ یہ تذکرہ ہے اُس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔

حضرت علامہ جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں:

نَادٰی رَبَّهُ نِدَاءً (مشتملاً علیٰ دعاءٍ) خَفِیًّا (سراً جوف اللیل لأنه أسرع للأجابة). (تفسیر جلالین ص ۲۵۳)

ترجمہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ یہ پکار پوشیدہ دعا پر مشتمل تھی رات کے درمیان یعنی آدھی رات کے وقت کیونکہ یہ وقت اجابتِ دعا کے لیے بہت مؤثر ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کرنے والے پر خدا تعالیٰ کی خصوصی رحمت نازل ہوتی ہے۔

آیت 4 وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعاً وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ. (اعراف: ۲۰۵)

ترجمہ اوراپنے رب کا صبح وشام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ، اورزبان سے بھی، آواز بلند کیے بغیر! اوران لوگوں میں شامل نہ ہوجانا جوغفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

آیت 5 وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى. (طٰہٰ:۷)

ترجمہ اگرتم کوئی بات بلند آواز سے کہو(یا آہستہ)۔تو وہ چپکے سے کہی ہوئی باتوں کو، بلکہ اور زیادہ چھپی ہوئی باتوں کوبھی جانتا ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین محلیؒ فرماتے ہیں:

وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ(فی ذکر أو دعاء. فاللّٰہ غنی عن الجهر) فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى. (جلالین ص۲۶۱)

ترجمہ اگرتم کوئی بات بلند آواز سے کہو(یا آہستہ)۔(یعنی ذکر کر یا دعا مانگ۔تو اللہ تعالیٰ جہر سے بے نیاز ہے کیونکہ) وہ تو چپکے سے کہی ہوئی باتوں کو، بلکہ اورزیادہ چھپی ہوئی باتوں کوبھی جانتا ہے۔

آیت 6:۔حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے۔انہوں نے اپنے رب کو یوں پکارا:

فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ. (انبیاء:۸۷)

ترجمہ پھرانہوں نے اندھیریوں میں سے یوں آواز لگائی کہ:''(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبودنہیں۔تو ہرعیب سے پاک ہے۔بیشک میں قصوروار ہوں''۔

تواللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعاسنی اور حاجت روائی کی۔

معلوم ہوا کہ جو دعا خفیہ اور عاجزی سے مانگتے ہیں۔ان کو اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری دعا سنتا ہے۔جولوگ بہت جہر سے دعا مانگتے ہیں۔ان کے عقیدے میں کمزوری ہے۔

3.2:۔احادیث مبارکہ سے دلیل

حدیث 1:۔حدیث ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَاحِدِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، أَوْ قَالَ: لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَشْرَفَ النَّاسُ عَلٰى وَادٍ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ: أَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ، لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِرْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، إِنَّكُمْ لاَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلاَ غَائِبًا، إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ. الحديث

(بخاری رقم ۲۹۹۲، ۴۲۰۵، واللفظ لہ ۶۳۸۴، ۶۶۱۰، ۷۳۸۶؛ مسلم رقم ۶۸۰۲، ۶۸۰۴، ۶۸۰۷، ۶۸۰۸ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی؛ مسلم ۲۷۰۴ ترقیم فؤاد عبد الباقی؛ ترمذی رقم ۳۴۶۱؛ ابوداؤد رقم ۱۵۲۶؛ ابن ماجہ رقم ۳۸۲۴)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر (۷ھ) کے لئے نکلے تو لوگ ایک میدان میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو بے شک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم تو اس ذات کو پکارتے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور وہ تمھارے ساتھ ہے۔

حدیث 2:۔حدیثِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

عن سعد بن مالکٍ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ، وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَايَكْفِيْ"۔

(مسند احمد رقم ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۶۲۳؛ صحیح ابن حبان رقم ۸۰۹؛ الجامع

الصغیر ج۲ ص۸؛ السراج المنیر ج۲ ص۲۶۲)

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو ضروریات میں کفایت کرے''۔

حدیث 3:۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

''دَعْوَةٌ فِي السِّرِّ تَعْدِلُ سبعينَ دعوةً فى العلانيةِ''۔

(الجامع الصغیر للسیوطی رقم ۴۲۰۶؛ رواه ابو الشيخ فی ''الثواب'' عن أنس؛ قال الشيخ ظفر احمد العثمانی: قال الشيخ: حديث صحيح ''العزيزی'' (۲:۲۶۰)، اعلاء السنن ج۶ ص۱۱۱ رقم ۱۷۴۵)

ترجمہ آہستہ اور پوشیدہ طور پر دعا مانگنا علانیہ دعا مانگنے سے ستر گنا کے برابر ہے۔

حدیث 4:۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: ''خير الدعاء الخفی'' ۔

(رواه ابن حبان فی ''صحيحه'' كذا فی ''البحر الرائق'' (۲ : ۴۶)، اعلاء السنن ج۶ ص۱۱۱ رقم ۱۷۴۳)

بحر الرائق میں ہے:

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الدُّعَاءِ الْخَفِيُّ وَهُوَ مَرْوِيٌّ فِي صَحِيحِ ابْنِ حِبَّانَ.

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج۲ ص۴۶. المؤلف: زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصرى (المتوفى ۹۷۰ھ) وفى آخره: تكملة البحر الرائق لمحمد بن حسين بن على الطورى الحنفي القادرى (ت بعد ۱۱۳۸ھ)۔ وبالحاشية: منحة الخالق لابن عابدين. الناشر: دار

الکتاب الإسلامی. الطبعة: الثانیة)

ترجمہ بہترین دعا وہ ہے جو پوشیدہ طور پر کی جائے۔

تنبیہ مطبوعہ صحیح ابن حبان میں روایت یوں ہے:

أَخْبَرَنَا ابْنُ قُتَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَبِيبَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ، وَخَيْرُ الرِّزْقِ، أَوِ الْعَيْشِ، مَا يَكْفِي". الشَّكُّ مِنِ ابْنِ وَهْبٍ.

(صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، ج۳ ص۹۱ رقم ۸۰۹. المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التمیمی، أبو حاتم، الدارمی، البُستی (المتوفی ۳۵۴ھ). المحقق: شعیب الأرنؤوط. الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت. الطبعة: الثانیة، ۱۴۱۴ھ)

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو ضروریات میں کفایت کرے"۔

حدیث 5: حدیث عائشہؓ

عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يفضل الصلاة التي يستاك لها على الصلاة التي لا يستاك لها سبعين ضعفاً. وقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: "لفضل الذكر الخفي الّذي لا يسمعه سبعون ضعفاً. فيقول: اذا كان يوم القيامة وجمع الله الخلائق لحسابهم وجاء ت الحفظة بما حفظوا وكتبوا. قال الله لهم: أنظروا هل بقي له من شيء؟ فيقولون: ربنا ما تركنا شيئاً مما علمناه وحفظناه الا وقد أحصيناه وكتبناه. فيقول الله تبارك وتعالیٰ له: ان لك عندي خبيئاً لا تعلمه،

أنا أجزيک بہ، وھو الذکر الخفی''۔

(مجمع الزوائد ج۱۰ص۶۳رقم ۱۶۷۹۶؛قال الهیثمی: رواہ أبویعلیٰ ، وفیه معاویة بن یحییٰ الصدفی، وھو ضعیف؛ابویعلیٰ فی مسندہ رقم ۴۷۱۹)

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز کو جس کے لئے مسواک کی جائے ایسی نماز پر جس کے لئے مسواک نہ کی جائے ستر گناہ فضیلت دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اس ذکر کی فضیلت جو سننے میں نہیں آتا، ستر (70) گنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کے حساب کے لئے جمع کرے گا اور اعمال لکھنے اور جمع کرنے والے فرشتے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے کہے گا: آیا اس شخص کا کوئی نیک عمل باقی رہ گیا؟ تو فرشتے کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، ان چیزوں میں سے جن کو ہم نے جانا اور جن کو ہم نے محفوظ رکھا مگر سب کا احاطہ اور شمار کرلیا اور لکھ لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے کہ تیرے لئے میرے پاس ایک چھپی ہوئی چیز ہے، تو اس کو نہیں جانتا اور میں اس کا بدلہ تجھے دوں گا اور وہ ذکر خفی ہے''۔

اثر 6:۔ اثرِ حضرت حسن بصریؒ

أخرج ابن المبارک وابن جریر وأبو الشیخ عن الحسن قال: لقد کان المسلمو ن یجتهدون فی الدعاء. ومایسمع لهم صو ت ان کان همساً بینهم وبین ربهم. وذٰلک أن اللّٰه یقول: ''أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً''. وذٰلک أن اللّٰه ذکر عبداً صالحاً فرضی له قوله، فقال: إِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِیّاً. (درمنثور ج۳ص۴۳۱طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)

ترجمہ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں: اور تحقیق مسلمان دعا میں کوشش کیا کرتے تھے یعنی پوشیدہ رکھنے کی کہ ان کی آواز تک سنی نہ جاتی تھی۔ بس ان کی دعا اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان پوشیدہ رہتی تھی۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''أُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً'' ۔ ''تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو''۔ اور

یہ اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے قول یعنی دعا سے خوش ہوا تو فرمایا: إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (مریم:۳) ''یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے اپنے رب کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا''۔

☆ معلوم ہوا کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اور سب تابعینؒ دعا میں نہایت اخفا کرتے تھے۔اب کتاب وسنت سے ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ دعا آہستہ کرو۔وہ جہر کرنے والوں کو اپنا محبوب نہیں بناتا۔خدا کی رحمت آہستہ دعا کرنے والوں پر نازل ہوتی ہے۔جہر کرنے والوں پر یہ شبہ ہے کہ وہ خدا کو دور، بہرہ اور غائب جانتا ہے اور آہستہ دعا کرنے والے کا ثواب ستر گنا زائد ہے۔اب ایک شخص ایک روپیہ کمائے اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور محبوبیت سے دور بھی رہے اور خدا کو دور اور بہرہ سمجھنے کا شبہ بھی ہو اور دوسرا ستر گنا کمائے اور خدا کی محبوبیت اور رحمت کا مستحق بھی ہو جائے۔تو آپ کس کو پسند کریں گے؟

3.3:۔خلاصہ دلیل

آمین دعا ہے (یہ قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت ہے) اور دعا میں اصل اخفا ہے.

نتیجہ **آمین میں اصل اخفاء ہے**۔وھوالمطلوب۔

اب اس دلیل کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یا تو غیر مقلدین دلیل کے پہلے مقدمہ کو توڑیں۔قرآن، حدیث اور لغت سے ثابت کردیں کہ آمین دعا نہیں ہے۔یا دلیل کے دوسرے مقدمہ کو توڑیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں۔بلکہ قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت کردیں کہ دعا میں اصل اخفاء نہیں بلکہ جہر ہے ورنہ دلیل کے دونوں مقدموں کو تسلیم کرلینے کے بعد ان کے نتیجے کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے دو اور دو اڑھائی ہوتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ دلیل کے مقدمات کو ماننا اور اس کے نتیجے کا انکار ایسی ہی جہالت ہے جیسے کوئی بچہ قاعدہ پڑھتے وقت ہجے تو درست پڑھے لیکن تلفظ غلط کرے۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شوافع اس دلیل کے سامنے جھک گئے ہیں۔شوافع کے مشہور منطقی اور مناظر امام فخر الدین رازیؒ نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہا کہ امام اعظمؒ کی دلیل زبردست ہے۔

(تفسیر کبیر ج۱۴ ص ۱۰۶، ۱۰۷، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

3.4:۔اخفاءِ آمین بصورتِ ذکر

بعض حضرات نے آمین کو ذکر میں شمار کیا ہے۔

1 حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

لأنه ذكر من الأذكار فلا يجهر به كسائر أذكار الصلوٰة.

(تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۳۴)

ترجمہ اس لیے کہ آمین بھی نماز کے دوسرے اذکار کی طرح ایک ذکر ہے۔ پس دوسرے اذکار کی طرح آمین بالجہر نہ کیا جائے گا۔

2 امام ابو اسحٰق شیرازیؒ فرماتے ہیں:

لأنه ذكر مسنونٌ في الصلوٰة فلا يَجْهَرُ به المأموم كالتكبيرات كسائر أذكار. (مہذب ج۳ ص ۳۶۸ مع شرح مہذب)

ترجمہ اس لیے کہ آمین ذکر مسنون ہے۔نماز میں اس کا جہر مقتدی نہ کرے، جیسا کہ تکبیراتِ نماز اور نماز کے باقی اذکار کا جہر مقتدی نہیں کرتا ہے۔

3 علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد روافض کو جنہوں نے آمین کو مفسد صلوٰۃ و بدعت قرار دیا تھا، جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **"لأنَّ هٰذا قام الدليلُ علىٰ أنه من أذكار الصلوٰة كالتسبيح ونحوه"**۔(سبل السلام ج۱ ص ۱۰۸)

ترجمہ اس لیے کہ دلیل قائم وثابت ہو چکی ہے، اس بات پر کہ یہ آمین اذکار نماز میں سے ہے (جیسے **سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ الخ، سبحان ربي العظيم، سبحان ربي الأعلىٰ** وغیرہ)۔

جب غیر مقلدین کے اکابر بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اذکارِ صلوٰۃ میں سے ہے تو اذکار

صلوٰۃ پوشیدہ پڑھے جاتے ہیں، تو آمین بھی پوشیدہ پڑھا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف اوپر بیان ہوئی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ ''بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو''۔

خلاصہ کلام: آمین دعا ہو یا ذکر میں شامل ہو بہر صورت اخفاء کرنا افضل ہے۔ کیونکہ ضابطہ ہے کہ اگر دعا اور ذکر میں جہرا گر دلائل سے ثابت ہو جائے اور اس کے خلاف دلائل موجود نہ ہوں تو جہر پر عمل کیا جائے۔ اگر جہر و اخفاء کے دلائل متعارض ہوں تو وہاں اخفاء پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ دعا و ذکر میں اصل اخفاء ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

قلتُ: اذا تعارضتِ الأخبارُ والأثارُ، یُعمَلُ بالأصلِ. والأصلُ فی الدعاء: الاخفاءُ. (شرح ہدایہ ج ا ص ۶۳۵)

ترجمہ: میں (عینیؒ) کہتا ہوں کہ جب احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں متعارض ہوں، تو اصل پر عمل کیا جائے اور اصل دعا میں اخفاء ہے۔

علامہ فخر الدین رازی شافعیؒ تعوذ کی بحث میں فرماتے ہیں:

ولأنَّ الجهرَ کیفِیَّةٌ وجودیةٌ. والاخفاء عبارةٌ عن عدمِ تلک الکیفِیّةِ والأصل هو العدمُ. (تفسیر کبیر ج ا ص ۳۳)

ترجمہ: اور اس لیے کہ جہر کیفیت (حالت) وجودی ہے اور اخفاء اس حالت وجودیہ کے عدم سے عبارت ہے اور اصل ضابطہ یہ ہے کہ جہر نہ ہو۔

مشہور غیر مقلد **علامہ ناصر الدین البانیؒ** فرماتے ہیں:

1 **ولعله من أجل ذلک رجع الشافعی عن قوله القدیم؛ فقال فی الجدید: إن المؤتم لا یجهر بآمین. ونصه فی "الأم" (۱/۶۵): فإذا فرغ الإمام من قراءة (أم القرآن)؛ قال: آمین. ورفع بها صوته؛ لیقتدیَ بها من خلفه. فإذا قالها؛ قالوها، وأسمعوا أنفسهم، ولا أحب أن یجهروا بها، فإن فعلوا؛ فلا شیء علیهم". اهـ.**

وبهذا نأخذ إن شاء الله تعالی؛ لما سبق، وأیضاً لم یذکر أحد ممن روی جهره صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بالتأمین أن الصحابة کانوا یجهرون

بها وراءه، فلو كانوا يفعلون ذلك؛ لنقلوه إلينا، لا سيما وأن الجهر بها خلاف الأصل. قال تعالى(۷/۵۵): (ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ)؛ فلا يجوز الخروج عن هذا الأصل إلا بدليل صحيح.

وقد خرَجنا عنه فيما يتعلق بجهر الإمام؛ لثبوت ذلك عنه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فيبقى ما عداه على الأصل. وباللّٰه التوفيق.

(أصل صفة صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ج۱ص۳۸۰. المؤلف: محمد ناصر الدين الألبانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ). الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض. الطبعة: الأولى ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ ہم بھی اسی (امام شافعیؒ کے قولِ جدید) کو اختیار کرتے ہیں۔ان دلائل کی بناء پر جو پہلے گزر چکے ہیں۔اوراس وجہ سے بھی کہ جن صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا آمین جہر سے روایت کیا ہے۔انہوں نے یہ روایت نہیں کیا کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی اقتداء میں آمین جہر سے کہا کرتے تھے۔اگر صحابہ کرامؓ آمین جہر سے کہا کرتے تو ضرور یہ صحابہ کرامؓ اس کو بیان کرتے۔خصوصاً جبکہ آمین کا جہر سے پڑھنا اصل مسئلہ کے خلاف بھی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً. إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (اعراف:۵۵)۔ترجمہ:''تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔لہٰذا اس اصل سے نکلنا جائز نہیں ہے مگر دلیل صحیح سے۔اور ہمارا اس اصل سے ہٹنا صرف امام کے جہر سے ہی متعلق ہے۔اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت ہے۔اس کے علاوہ اپنے اصل پر ہی برقرار رہے گا (یعنی مقتدی آمین اخفاء ہی سے کہیں گے)۔

2 وأما جهر المقتدين بالتأمين وراء الإمام، فلا نعلم فيه حديثا مرفوعا صحيحا يجب المصير إليه، ولذلك بقينا فيه على الأصل الذى سبقت الإشارة إليه. وهذا هو مذهب الإمام الشافعی فی ''الأم'' أن

الإمام يجهر بالتأمين دون المأمومين،وهو أوسط المذاهب فی المسألة وأعدلها.وإنی لألاحظ أن الصحابة رضی اللّٰہ عنهم لو كانوا يجهرون بالتأمين خلف النبی صلی اللّٰہ عليه وسلم لنقله وائل بن حجر وغيره ممن نقل جهره صلی اللّٰہ عليه وسلم به.فدل ذلک علی أن الإسرار به من المؤتمين هو السنة، فتأمل.

(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، ج۱ص۸۳۴رقم ۴۶۴. المؤلف: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الأشقودری الألبانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ). الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.الطبعة:الأولی، ۱۴۱۵ھ تا ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے اونچی آواز سے آمین کہنا، تو اس بارے میں ایک بھی صحیح حدیثِ مرفوع نہیں ہے جس پر مسئلہ کی بنیاد قائم کی جائے۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس مسئلہ کو ان دلائل کی وجہ سے اس کی اصل پر ہی رکھا ہے جس کا اشارہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔یہی مذہب حضرت امام شافعیؒ کا ان کی کتاب ''الاُمّ'' میں مذکور ہے کہ امام تو آمین جہر سے کہے اور مقتدی آمین جہر سے نہ کہیں۔یہی مذہب سب سے عمدہ اور عدل وانصاف والا ہے۔

بلا شک وشبہ میں تاکید کے ساتھ یہ وضاحت کرتا ہوں کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے مقتدی حضرات صحابہ کرام ؓ اونچی آمین کہتے ہوتے تو حضرت وائل بن حجر ؓ وغیرہ جنھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی اونچی آمین کا ذکر کیا ہے، وہ صحابہ کرام ؓ کی اونچی آمین کا ذکر بھی ضرور کرتے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدیوں کا آہستہ آمین ہی سنت ہے۔لہٰذا غور وفکر سے کام لے۔

فائدہ اول

قرآن پاک کے ان ہی ارشادات اور روایات سے نماز کے باقی اذکار کا آہستہ پڑھنا ثابت ہوگیا۔اسی لئے سب اہل سنت والجماعت ثنا،تعوذ،تسمیہ،تکبیرات انتقالات، تسبیحات رکوع وسجود،تشہد، درود شریف، اور دعائیں سب آہستہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ دوم

اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعااور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہےاورانسان دل کی آواز کوسن نہیں سکتا۔اس لئے انسانوں کوسنانے کے لئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے:

(۱) اذان میں انسانوں کو بلانا

(۲) اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔

(۳) امام تکبیرات انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتا ہے۔کیونکہ مقتدیوں کواطلاع دینا مقصود ہے۔لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کی یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

باب 4

اخفاءِ آمین احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

مسلمانوں کے لئے سب سے مقدم قرآن پاک ہے۔ جب اس سے آمین کا آہستہ کہنا ثابت ہوگیا، تو اب احادیث کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن مزید اطمینان اور قرآن پاک کے اس اصل کی مزید تائید کے لئے چند احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ جو امر بالاخفاء کیا جاتا ہے۔ اس کے ناقل بہت کم ملتے ہیں اور جو فعل علانیہ کیا جاتا ہے وہ آخر طشت از بام ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راویوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اخفائے آمین اور ترکِ جہر تابین کو بہت کم روایت کیا ہے، مگر پھر بھی بفضلہٖ تعالیٰ وہ حدیثیں جن سے ترکِ جہر ثابت ہوتا ہے، کتب حدیث میں موجود ہیں۔

4.1:۔ احادیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 1:۔ عن أبی هريرةؓ، أن رسول الله ﷺ قال: اذا قال الامام: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ". فقولوا: "آمين"، فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ماتقدم من ذنبه.

(بخاری رقم ۷۸۲، ۴۴۷۵؛ نسائی رقم ۹۲۹؛ ابوداود رقم ۹۳۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کہے، تو تم آمین کہو۔ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق

ہوگئی۔اس کے سابقہ سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

استدلال

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام آمین بالجہر نہیں کرتا۔اگر امام آمین بالجہر کرتا تو سب مقتدی اس کی جہر والی آمین کو سن کر آمین کہہ دیتے، لیکن ایسا نہیں۔اس لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے ''غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْن'' پر امام کے پہنچنے کے وقت کو مقتدیوں کی آمین کا وقت قرار دیتے ہوئے آمین کہنے کا حکم فرمایا۔

حدیث نمبر 2:۔ عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال:''اِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فأَمِّنُوا، فانه من وافق تأمينُه تأمينَ الملائكة، غُفِرَله ماتقدم من ذنبه''.

(صحیح بخاری ج۱ص۱۰۸رقم ۷۸۰، ۶۴۰۲؛مسلم باب التسمیع والتحمید والتامین، رقم ۹۱۴؛ ترمذی رقم ۲۵۰؛نسائی رقم ۹۲۸)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام جب آمین کہے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق ہوجائے گا اسکے اگلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں''۔

استدلال

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں:''وہ جملہ احادیث جن میں ''اِذَا أَمَّنَ الِامَامُ فأَمِّنُوا'' آیا ہے، ہمارے دلائل ہیں۔

(خزائن السنن ص ۳۲۸)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے فرمان:''اِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ'' کو جمہور علماء نے مجاز پر محمول کیا ہے تاکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:''اذا قال الامام: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْن'' میں باہم موافقت ہوجائے۔

1 حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''قالوا : فالجمع بين الروايتين يقتضى حمل قوله:''اِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ'' على المجاز''۔

(فتح الباری ج۲ص۳۴۲طبع دارالسلام، ریاض)

ترجمہ علماء کہتے ہیں کہ حدیث ''اذا قال الامام : غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ''اورحدیث ''اِذَا اَمَّنَ ا لْاِ مَامُ ''میں جمع وتطبیق کا تقاضا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''اِذَا اَمَّنَ ا لْاِ مَامُ '' کومجاز پرمحمول کیاجائے۔

2 جب یہ دونوں روایات سیدنا ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہیں۔تو ان میں تعارض ظاہر کر کے اعتراض کرنا درست نہیں بلکہ اس میں تطبیق دینی چاہیے، جو یہ ہے: ''وتأوّلوا قوله ﷺ اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا ' .قالوا معناه: اذا اراد التامین ''۔(نووی شرح مسلم ج۱ص۱۷۶طبع قدیمی کتب خانہ،کراچی)

ترجمہ اورجمہور نے جناب رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ''اِذَا أَمَّنَ الْاِ مَامُ فَأَمِّنُوْا '' سے یہ مرادلیاہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے،تو تم بھی آمین کہا کرو۔

3 علامہ نوویؒ مزیدفرماتے ہیں:''وأما روايتهُ اذا أَمَّن الامامُ فأَمِّنوا فمعناها:اذا اراد التأمين ''۔(نووی شرح مسلم ج۱ص۱۷۶)

4 یہی بات امام نوویؒ نے شرح المہذب میں لکھی ہے:''فيُحمَلُ الأول على أن المراد اذا اراد التأمين فَأَمِّنُوْا لِيُجْمَعَ بينهما ''۔

(شرح المہذب ج۲ص۳۷۲)

5:۔ علامہ شوکانیؒ غیرمقلد لکھتے ہیں:''وجمع الجمهور بين الروايتين بأن المراد بقوله:اذا أَمَّنَ أى اراد التأمين ليقع تأمينُ الامام والمأموم معاً ''۔

(نیل الاوطارج۲ص۲۳۳)

6 علامہ ابن دقیق العیدؒفرماتے ہیں:

۱ وَأَمَّا دَلَالَةُ الْحَدِيثِ عَلَى الْجَهْرِ بِالتَّأْمِينِ فَأَضْعَفُ مِنْ دَلَالَتِهِ عَلٰى نَفْسِ التَّأْمِينِ قَلِيلًا؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَدُلُّ دَلِيلٌ عَلٰى تَأْمِينِ الْإِمَامِ مِنْ غَيْرِ جَهْرٍ.

(إحكام الإحكام شرح عمدة الأحكام، ج۱ص۲۲۷تحت رقم الحدیث۸۰.
المؤلف:ابن دقيق العيد(التوفی۷۰۲ھ).الناشر: مطبعة السنة المحمدية)

۲ قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ: وَدَلَالَةُ الْحَدِيثِ عَلَى الْجَهْرِ بِالتَّأْمِينِ أَضْعَفُ مِنْ

دَلَالَتِهٖ عَلٰی نَفْسِ التَّأْمِینِ قَلِیلًا، لِأَنَّهٗ قَدْ یَدُلُّ دَلِیلٌ عَلٰی تَأْمِینِ الْإِمَامِ مِنْ غَیْرِ جَھْرٍ.

(طرح التشریب فی شرح التقریب (المقصود بالتقریب: تقریب الأسانید وترتیب المسانید)، ج۲ص۲۶۸. المؤلف: أبو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین بن عبد الرحمن بن أبی بکر بن إبراهیم العراقی (المتوفی ۸۰۶ھ). أکمله ابنه: أحمد بن عبد الرحیم بن الحسین الکردی الرازیانی ثم المصری، أبو زرعة ولی الدین، ابن العراقی (المتوفی ۸۲۶ھ). الناشر: دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ ''اذا أمَنَ الامام والی حدیث کی دلالت جہر آمین پر انتہائی درجہ کی ضعیف ہے، نفس آمین کے ثابت ہونے سے جو معمولی سی ہے۔ اس لیے کہ کوئی نہ کوئی دلیل امام کے آمین کہنے پر دلالت کرتی ہے مگر جہر کے بغیر''۔

7 علامہ ابوالحسن سندھی (المتوفی ۱۱۳۸ھ) حدیث ''اذا قال الامام: غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ (إِذَا أَمِنَ الْقَارِئُ) أَخَذَ مِنْهُ الْمُصَنِّفُ الْجَھْرَ بِآمِینَ إِذْ لَوْ أَسَرَّ الْإِمَامُ بِآمِینَ لَمَا عَلِمَ الْقَوْمُ بِتَأْمِینِ الْإِمَامِ فَلَا یُحْسِنُ الْأَمْرُ إِیَّاھُمْ بِالتَّأْمِینِ عِنْدَ تَأْمِینِهٖ وَھٰذَا اسْتِنْبَاطٌ دَقِیقٌ یُرَجِّحُهٗ مَا جَاءَ مِنَ التَّصْرِیحِ بِالْجَھْرِ وَقَدْ یُقَالُ یَکْفِی فِی الْأَمْرِ مَعْرِفَتُھُمْ لِتَأْمِینِ الْإِمَامِ بِالسُّکُوتِ عَنِ الْقِرَاءَةِ لٰکِنَّ تِلْکَ مَعْرِفَةٌ ضَعِیفَةٌ بَلْ کَثِیرًا مَا یَسْکُتُ الْإِمَامُ عَنْ قِرَاءَةٍ ثُمَّ یَقُولُ آمِینَ بَلِ الْفَصْلُ بَیْنَ الْقِرَاءَةِ وَالتَّأْمِینِ ھُوَ اللَّائِقُ فَیَتَقَدَّمُ تَأْمِینُ الْمُقْتَدِی عَلٰی تَأْمِینِ الْإِمَامِ إِذَا اعْتَمَدَ عَلٰی ھٰذِهِ الْأَمَارَةِ وَلٰکِنَّ رِوَایَةَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّینَ رُبَّمَا یُرَجِّحُ ھَذَا التَّأْوِیلَ فَلْیُتَأَمَّلْ، وَلَا قُرْبَ أَنَّ أَحَدَ اللَّفْظَیْنِ مِنْ تَصَرُّفَاتِ الرُّوَاةِ وَحِینَئِذٍ رِوَایَةُ إِذَا أَمِنَ أَشْھَرُ وَأَصَحُّ فَھِیَ أَشْبَهُ أَنْ تَکُونَ ھِیَ الْأَصْلُ.

(حاشیة السندی علی سنن ابن ماجه = کفایة الحاجة فی شرح سنن ابن

ماجه، ج۱ص۲۸۰ تحت رقم الحدیث۸۵۱. المؤلف: محمد بن عبد الهادی التتوی، أبو الحسن، نور الدین السندی (المتوفی ۱۱۳۸ھ). الناشر: دار الجیل، بیروت)

۲ إِذا أَمن الْقَارِئُ أَخذ مِنْهُ الْمُصَنّف الْجَهْر بآمين إِذْ لَو أسر الامام بآمين لما علم الْقَوْم بتأمين الامام فَلَا يحسن الْأَمر إِيَّاهُم بالتأمين عِنْد تأمينه وَهٰذَا استنباط دَقِيق يرجحه مَا سبق من التَّصْرِيح بالجهر وهٰذَا هُوَ الظَّاهِر الْمُتَبَادر نعم قد يُقَال يَكْفِي فِي الْأَمر معرفتهم لتأمين الامام بِالسُّكُوتِ عَن الْقِرَاءَة لكِن تِلْكَ معرفَة ضَعِيفَة بل كثيرا مَا يسكت الامام عَن الْقِرَاءَة ثمَّ يَقُول: آمين بل الْفَصْل بَين الْقِرَاءَة والتأمين هُوَ اللَّائِق فيتقدم تَأْمِين المقتدى على تَأْمِين الامام إِذا اعْتمد على هٰذِه الامارة لكِن رِوَايَة إِذا قَالَ الامام وَلَا الضَّالّين رُبمَا يرجح هٰذَا التَّأْوِيل فَلْيتَأَمَّل. وَالْأَقْرَب أَن أحد اللَّفْظَيْنِ من تَصَرُّفَات الرواة وَحِينَئِذٍ فرواية إِذا أَمن أشهر وَأَصَح فَهِيَ أشبه أَن تكون هِيَ الْأَصْل وَاللّٰه تَعَالٰى أعلم.

(حاشية السندی علی سنن النسائی (مطبوع مع السنن)، ج۲ص۱۴۴ تحت رقم الحدیث۹۲۵. المؤلف: محمد بن عبد الهادی التتوی، أبو الحسن، نور الدین السندی (المتوفی ۱۱۳۸ھ). الناشر: مکتب المطبوعات الإسلامية، حلب. الطبعة: الثانية، ۱۴۰۶ھ)

علامہ ابوالحسن سندھی (المتوفی ۱۱۳۸ھ) حدیث ''اذا قال الامام: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اقرب بات یہ ہے کہ بیشک یہ لفظ اخفاء آمین پر مبنی ہے اور لفظ سابق اخفاء و جہر دونوں کا احتمال رکھتا ہے، مگر جہر کی طرف زیادہ میلان رکھتا ہے اور اس کو اخفاء آمین پر حمل کر کے دونوں میں موافقت پیدا کرنا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم!''۔ ''فتدبر! ولا تکن مع الغافلین''۱

☆ اس سے پتہ چلا کہ ’’اِذَا أَمَّنَ الْاِ مَامُ فَأَمِّنُوْا ‘‘ کا معنی جمہور کے نزدیک جس کا اقرار قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار (ج ۲ ص ۲۳۳) میں کیا ہے یہ ہے کہ امام جب آمین کہنے کا ارادہ کرے تو مقتدی آمین کہیں۔ امام کا ارادہ چونکہ دل کا فعل ہونے کی وجہ سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ امام پوشیدہ اور مخفی طور پر آمین کہتا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ’’اِذَا أَمَّنَ الْاِ مَامُ فَأَمِّنُوْا ‘‘ کا معنی امام کی آمین سن کر کہے، محض سینہ زوری ہے۔

8 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

’’جہرِ آمین کے قائلین نے ’’اِذَا أَمَّنَ الْاِ مَامُ ‘‘ سے استدلال کیا کہ امام کا جہر تو مقتدیوں کو باخبر کرنے کے لیے ہے اور چونکہ مقتدیوں کو بھی اسی لفظ سے حکم ہوا۔ اس لیے وہ بھی جہر کریں گے۔ حضرتؒ (انور شاہ) نے فرمایا کہ اگر یہی اصول ہے تو حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ جب مؤذن اذان دے تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے۔ یہاں تو مثل کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ حکم نکال لو کہ سارے اذان سننے والے مؤذن کی طرح منارہ پر چڑھ کر اذان دیا کریں اور حدیث میں ہے کہ امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ لہٰذا جس طرح وہ زور سے تکبیر کہتا ہے تو تم بھی بلند آواز سے کہو۔ حدیث میں ہے کہ جب امام ’’سَمِعَ اللّٰهُ لمن حمده ‘‘ کہے تو تم ’’اللّٰهمَّ ربنا لک الحمد ‘‘ کہو۔ لہٰذا اس کے جواب میں ’’اللّٰهمَّ ربنا لک الحمد ‘‘ زور سے کہا کرو‘‘۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۴، ۴۴۵ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

9 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ’’اِذَا أَمَّنَ الْاِ مَامُ ‘‘ کے معنی عند المالکیہ یہ ہیں کہ آمین کہلوائے یعنی ’’غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ‘‘ پڑھے‘‘۔ (فیض الباری مع بخاری ج ۲ ص ۳۶۴)

10 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اس حدیث کی تحقیق کئی جگہ فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ’’ایک حدیث ہے: ’’انّما جُعِلَ الامام لیؤتمّ به ‘‘۔ اور اس کو راوی حدیث کہیں پوری نقل کرتے ہیں اور کہیں اس کے ٹکڑے لاتے ہیں اور دوسرے ذکر

نہیں کرتے۔ حضرت امام مسلمؒ نے باب ''ایتمام المأموم بالامام'' کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ ﷺ ہمیں نماز سکھاتے تھے۔ جس میں یہ بھی فرماتے تھے کہ امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ جب وہ ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو تم آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ اور جب امام ''سَمِعَ اللّٰهُ لمن حمده'' کہے تو تم ''اللّٰهمَّ ربنا لک الحمد'' کہو۔

نیز امام مسلمؒ نے اس سے پہلے باب: ''التسميع والتحميد والتامين'' میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ جب قاری ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے اور اس کے پیچھے مقتدی آمین کہیں۔ اور ان کی آمین آسمان والوں کے ساتھ ہو جائے تو ان کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

امام بخاری بھی باب: ''جهر المأموم بالتامين'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ سے لائے ہیں کہ جب امام ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کا قول (آمین) فرشتوں کے قول (آمین) کے ساتھ موافق ہو جائے گا تو اس کے گذشتہ سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اس سلسلہ کی تمام روایات سے معلوم ہوا کہ ان میں جہاں نماز کے سارے طریقے سکھائے گئے ہیں وہاں آمین کی جگہ بھی بتلائی گئی ہے۔ ان احادیث میں امام کی آمین کا حوالہ دینا غیر ضروری تھا۔ بس اتنا ہی بتلانا تھا کہ سورت فاتحہ نمٹ گئی۔ اب موقع ہے آمین کہنے کا۔

دوسری حدیث آئی ہے: ''اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا''۔ چونکہ یہ اسی قدر ٹکڑا ہے اور کسی بڑی حدیث کا اوپر والی حدیث کی طرح جزء نہیں ہے۔ اور یہ حدیث صرف آمین کی فضیلت بتلانے کے لیے ہے۔ اس لیے یہ بتلانا ضروری ہو گیا کہ آمین کس وقت کہو۔ اور اشارہ کیا امام کی آمین کی طرف۔ پہلی کا مقصد بیانِ موضع ہے کہ آمین کا تلفظ کس وقت کرو۔ یہ حقیقت ہے دونوں الگ الگ حدیثوں کی۔ جن کی وجہ سے اختلاف مذاہب پیدا ہوا۔ مگر دونوں حدیثوں میں جہر نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر امام جہر نہ

کرے تو پتہ کیسے چلے گا؟ میں (انور شاہ) کہتا ہوں کہ جب یہ بتلا دیا گیا کہ امام کے " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ " کے بعد آمین کہنی ہے، تو اس میں جہر کی کیا ضرورت باقی رہی؟

اس کے علاوہ ایک حدیث اور ہے: "إِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوْا "۔ جس کو امام بخاری کتاب الدعوات میں لائے ہیں۔ بظاہر وہ ان دونوں کے ایک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ اس لیے حسبِ عادت دو جگہ لائے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں سنداً اور متناً ایک ہی ہیں۔ میرے نزدیک ایک نبی اکرم ﷺ کا قول ہے اور دوسری روایت بالمعنی ہے۔ امام بخاریؒ نے دو سمجھ کر داخلِ صلوٰۃ اور خارجِ صلوٰۃ کا حکم عام ظاہر کیا ہے۔ اور "إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا " کو صرف داخلِ صلوٰۃ کے لیے سمجھا ہے۔

پھر یہ کہ میرے نزدیک "إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا " سے اتحادِ وقت بتلایا گیا ہے کہ سب ساتھ کہیں: امام، مقتدی اور ملائکہ۔ حدیث میں ہے کہ "أَحَبُّ الكلام عند الله " وہ ہے جو اس نے اپنے بندوں فرشتوں کے لیے تجویز کیا ہے: "سبحٰن الله وبحمده. سبحٰن الله العظيم " اور "سبحٰن الملك القدوس "۔ معلوم ہوا کہ ملائکہ کی نماز بھی حنفیہ کے موافق ہے۔ اور وعدۂ مغفرت بھی وہیں جہاں حنفیہ کے موافق چیز ہے: "فانه من وافق تأمينُه تأمينَ الملائكة، غُفِرَ له ماتقدم من ذنبه "۔ اور امام کی آمین بمدِ امامت نہیں ہے، بلکہ وہ بمدِ مصلّی ہے۔ وہ بھی مقتدیوں کے درجہ میں ہو کر ان کے ساتھ کہتا ہے۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۳، ۴۴۴ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

4.1.1: قول کے لفظ سے جہر ثابت کرنا درست نہیں

شبہ حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث مقتدی کے آمین بالجہر کہنے کے باب میں ذکر کی ہے اور مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا "فقولوا آمين " سے ثابت ہوتا ہے۔

ایسا ہی ترجمہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوریؒ نے بھی قائم کیا ہے۔ وہ بھی لفظ قول سے جہر آمین پر استدلال فرماتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۶ رقم ۵۷۰)

حافظ ابن حجرؒ بھی فرماتے ہیں: ''الزین بن منیر نے کہا ہے: جب مطلقاً (بلا قید سرّ و جہر) خطاب وارد ہو تو جہر پر ہی محمول ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۵؛ القول المتین ص ۲۴)

جواب حضرت امام بخاریؒ کے پاس امام اور مقتدی کی جہراً آمین کہنے کی کوئی صریح حدیث نہیں ہے۔ بـابُ جَهـر الـمـأمـوم بالتأمين، امام بخاریؒ کا اپنا قائم کیا ہوا عنوان ہے۔ اگر امام بخاریؒ کے پاس صحیح، صریح حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ ''قـولـوا'' کے لفظ سے جہر ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے:

1 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"اذا قـال الامـام: سـمـع الـلّـه لـمـن حـمـده. فقولوا: أللّٰهم ربنا لک الحمدُ. فمن وافق قولُه قولَ الملائكة، غُفر له ماتقدَّم من ذنبه".

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۹؛ مسلم ج ۱ ص ۱۷۶ رقم ۹۱۹؛ نسائی ج ۱ ص ۱۶۲)

ترجمہ جب امام **سمع اللّٰه لمن حمده** کہے۔ تو تم **أللّٰهم ربنا لک الحمدُ** کہا کرو۔ پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگیا۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

2 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"انـمـا جـعـل الامـامُ لـيـؤْتَمَّ به........ واذا قال الامام: سمع اللّٰه لمن حمده. فقولوا: أللّٰهم ربنا لک الحمد" الحديث.

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، ۱۱۱)

ترجمہ ''بیشک امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی اقتداء کی جائے......... جب امام **سـمـع اللّٰه لمن حمده** کہے۔ تو تم **أللّٰهم ربنا لک الحمدُ** کہا کرو''۔

3 حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حالتِ مرض میں گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی اقتداء میں کھڑے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نماز پڑھالی تو آپ ﷺ

نے فرمایا:

"انما جعل الامامُ لیؤتَمَّ به........ واذا قال الامام: سمع اللّٰه لمن حمده. فقولوا: اَللّٰهم ربنا لک الحمد" الحديث. (بخاری ج ا ص ۹۵)

ترجمہ "بیشک امام اس لیے مقرر کیا گیا کہ اس کی اقتداء کی جائے......... جب امام سمع اللّٰه لمن حمده کہے۔ تو تم اَللّٰهم ربنا لک الحمدُ کہا کرو"۔

4 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"واذا قال: سمع اللّٰه لمن حمده. فقولوا: ربنا لک الحمد".

(بخاری ج ا ص ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۹؛ مسلم ج ا ص ۱۷۷)

ترجمہ "جب امام سمع اللّٰه لمن حمده کہے۔ تو تم ربنا لک الحمدُ کہا کرو"۔

5 حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"واذا قال: سمع اللّٰه لمن حمده. فقولوا: ربنا لک الحمد".

(مسلم ج ا ص ۱۷۴ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ جب امام سمع اللّٰه لمن حمده کہے۔ تو تم ربنا لک الحمدُ کہا کرو۔

☆ ناظرین کرام! یہاں بھی "قولوا" کا صیغہ مطلق ہے۔ حالانکہ یہاں بالاتفاق اس کو پوشیدہ پڑھا جاتا ہے۔

6 حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

"وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الخ"۔ (بخاری ج ا ص ۱۱۵ طبع کراچی)

ترجمہ "لیکن تم اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ پڑھا کرو"۔

یہاں بھی "قُوْلُوْا" مطلق ہے۔ حالانکہ بالاتفاق تشہد پوشیدہ پڑھا جاتا ہے۔

☆ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا دعویٰ و دلیل دونوں باطل ہیں بلکہ یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ "قُوْلُوْا آمین" سے آمین خفیہ پڑھنے پر استدلال کیا جائے جیسا کہ ان حدیثوں میں "فقولوا: ربنا لک الحمد" اور "وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ" میں "قُوْلُوْا" پوشیدہ پڑھنے پر دلالت کرتا ہے۔

خلاصہ محدثین نے "اَمَّنَ" کے معنی "اَرَادَ التَّاْمِيْنَ" کے لکھے ہیں اور اس قسم کے الفاظ

قرآن وحدیث میں کئی مقامات پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''یَآ أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْآ إِذَا قُمْتُمْ إِلَی الصَّلاةِ فاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ وَأَیْدِیَکُمْ إِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِکُمْ وَأَرْجُلَکُمْ إِلَی الْکَعْبَیْنِ''۔
ای اذا اردتم اقامة الصلوٰة یعنی جب تم نماز کے قائم کرنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے: ''اذا صلّٰی أحدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئاً'' ای اذا اراد أحدکم الصلوٰة.
پس جب أَمَّــنَ کے معنی یہ ہوئے کہ امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔تو ظاہر ہے کہ اس سے امام کا آمین جہر سے کرنا ثابت نہ ہوا کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب امام آمین کہنے لگے تو تم بھی آمین کہو۔اگر کوئی یہ کہے کہ مقتدیوں کو کیسے معلوم ہوگا کہ امام اب آمین کہنے کا ارادہ کرتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ مقتدیوں کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ امام کے لیے سورت فاتحہ ختم کر لینے کے بعد آمین کہنا مستحب ہے۔ جب امام ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کہہ کر سکوت کرے گا، تو مقتدی سمجھ جائیں گے کہ امام اب آمین کہے گا۔محدث سندھیؒ نے حاشیۂ بخاری میں لکھا ہے: ''قوله: اذا أَمَّنَ الامام الخ، معناه وقت تأمین الامام أَمِّنُوْا. ولا یدریٰ وقت التأمین عیناً الا فی الجهر. نعم قد یدریٰ فی السر ذٰلک بالسکوت عند قوله: غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ''

ترجمہ ''اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا'' کا معنی یہ ہے کہ امام کے آمین کہنے کے وقت آمین کہو۔ یہ تو صرف جہر ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ہاں امام کا ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کے بعد سکوت سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

4.1.2:۔علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کی تحقیق

اگر أَمَّنَ کو مجاز پر محمول نہ بھی کیا جائے، تو بھی آمین بالجہر والے حضرات کا مدّعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب امام کو آمین کہتے سنو تو تم بھی

آمین کہو۔

اوّلاً آمین صرف اُمُّ القرآن کے بعد مشروع نہیں بلکہ خارج از صلوٰۃ (نماز سے باہر) دعا کے بعد بھی اس کا استحباب ابوداؤد کی روایت سے ثابت ہے۔ پس امام کو بعد سلام دعا کے ساتھ آمین کہنے کا حق ہے۔ پس جب مواضع آمینِ امام مختلف ثابت ہوئے، تو حدیث مذکور میں تامین سے تامینِ امام بعد "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ" مراد ہونا غیر ثابت ہے۔

ثانیاً اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ آمین سے وہی آمین مراد ہے جو متنازع ہے۔ تو اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ سماع آمین امام نکلتا ہے اور مسموع کے لیے جہر نزاعی لازم نہیں۔ صوتِ سرّ یہ بھی احیاناً مسموع ہوتی ہے اور جس طرح حضور ﷺ کا نماز ظہر میں بعض آیات کا سانس کھینچ کے اس طرح پڑھنا کہ آس پاس والے سن لیتے تھے، کما حققہ محقق ہے۔ کچھ مستبعد نہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ایسے کچھ نئے لوگ آئے ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرما کے نماز شروع کی ہو۔ جب آپ ﷺ "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ" پر پہنچے ہوں تو بنظر اسماع آمین کو کچھ سانس کھینچ کے پڑھا ہو کہ آس پاس والے نمازی سن لیں۔

ثالثاً حضور ﷺ کے بعض اوقات تعلیماً آمین بالجہر سے ہمیں انکار نہیں۔ پس ایسی حالت میں کہ آپ ﷺ بعض اوقات تعلیماً جہر سے آمین کہتے ہوں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ "اِذَا أَمَّنَ الۡاِمَامُ فَأَمِّنُوۡا" بے کھٹکے درست ہو جاتا ہے۔

المختصر! اس حدیث سے غایت مافی الباب یہ نکلتا ہے کہ امام کو کبھی آمین بالجہر کہنے کا حق ہے۔ اور یہ حنفیہ کہتے ہی ہیں کہ بعض اوقات جہاں کے لوگ نماز سے ناواقف ہوں امام آمین وغیرہ تعلیماً زور سے کہہ سکتا ہے۔

الحاصل! اس حدیث سے امام کی آمین بالجہر کا استحباب ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ یہ حدیث حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے مگر پھر بھی وہ امام کے حق میں آمین بالجہر کے قائل نہیں ہوئے۔ **فافهم فانه من مزلّة الأقدام!**

(الحبل المتین ص ۳۷، ۳۸)

4.1.3:۔ بعض طرق حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے کئی طرق ہیں:

1 سفیان بن عیینة، عن الزهری، عن سعید بن المسیب، عن أبی هریرهؓ.
(ابن ابی شیبہ رقم ۸۰۴۱، ۸۰۴۶، ۳۷۵۴۶؛ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ رقم ۷۲۴۳؛ بخاری رقم ۶۴۰۲؛ نسائی رقم ۹۲۶؛ ابن ماجہ رقم ۸۵۱)

2 معمر، عن الزهری، عن سعید بن المسیب، عن أبی هریرهؓ.
(مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ رقم ۷۱۸۷؛ ج ۲ ص ۲۷۰ رقم ۷۶۴۷؛ دارمی رقم ۱۲۴۶؛ ابن ماجہ رقم ۸۵۲)

3 حضرت امام مالکؒ سے تین طرق سے یہ حدیث مروی ہے:
مالک، عن الزهری عن سعید وأبی سلمة بن عبد الرحمٰن، عن أبی هریرهؓ.
(مؤطا امام مالک رقم ۲۳۷؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹ رقم ۹۹۲۳؛ بخاری ۷۸۰؛ مسلم رقم ۹۱۴؛ ابوداؤد رقم ۹۳۶؛ نسائی ۹۲۸؛ ترمذی ۲۵۰)

4 مالک، عن الزهری، عن سُمیّ مولی أبی بکرٍ، عن أبی صالح السمان، عن أبی هریرهؓ
(مؤطا امام مالک رقم ۲۳۸، ۲۴۰؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹ رقم ۹۹۲۴، ۹۹۲۵؛ بخاری ۷۸۲، ۴۴۷۵؛ ابوداؤد رقم ۹۳۵؛ نسائی ۹۲۹؛ رواہ مسلم رقم ۹۱۲، والترمذی رقم ۲۶۷ بلفظ: ''اذا قال الامام: سَمِعَ اللّٰهُ لمن حمده....'')

5 مالک، عن أبی الزناد، عن الأعرج، عن أبی هریرهؓ.
(مؤطا امام مالک رقم ۲۳۹؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۹ رقم ۹۹۲۶؛ بخاری رقم ۷۸۱؛ نسائی رقم ۹۳۰)

6 مسلم، عن القعنبی، عن المغیرة، عن أبی الزناد، عن الأعرج، عن أبی هریرهؓ. (مسلم رقم ۹۱۷)

7 أبو خالد الأحمر، عن ابن عجلان، عن زيد بن أسلم، عن أبی صالحٍ، عن أبی هريرة. (ابن ابی شیبہ رقم ۸۰۴۷؛ ابن ماجہ رقم ۸۴۶)

8 يزيد، عن محمد، عن أبی سلمة، عن أبی هريرة.

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۹، ۴۵۰ رقم ۹۸۰۳)

حدیث نمبر 3: ۔عن أبی هريرة أنَّ رسول الله ﷺ قال: ''اذا قال القارئُ: ''غَيْرِ الـمَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''. فقَالَ من خلفه: ''آمين''، فوافق قولُه قولَ أَهلِ السماء، غُفر له ماتقدَّم من ذنبه''. (مسلم ج ۱ ص ۱۷۶ رقم ۹۱۹)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قاری ''غَيْرِ المَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو مقتدی آمین کہے۔ پس جب اس کا قولِ آمین آسمان والوں فرشتوں کے ساتھ موافق ہوا تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے''۔

حدیث نمبر 4: ۔ابن عيينة، عن الزهری، عن سعيد، عن أبی هريرة، رفعه قال: ''اذا أَمَّنَ القارئُ فأَمِّنوا، فمن وافق تأمِيْنُهُ تأمِينَ الملائكةِ، غُفر له ماتقدَّم من ذنبه''. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۰۹، ۳۱۰ رقم ۸۰۴۱ طبع ثانیہ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب قاری آمین کہے تو تم لوگ آمین کہو، کیونکہ جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافق ہوجائے گا اس کے اگلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔

حدیث نمبر 5: ۔حدثنا اسحٰق بن ابراهيم وابن خشرم، قالا: أخبرنا عيسىٰ بنُ يونس، قال: حدثنا الأعمشُ عن أبی صالح، عن أبی هريرة، قال: كان رسول الله ﷺ يُعَلِّمُنَا، يقولُ: لا تُبَادِرُوا الامامَ، اذا كبَّر فكبِّروا، واذا قال: '' وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''. فقولوا: ''آمين''، واذا ركع فاركعوا. واذا قال: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فقولوا: أَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ.

(مسلم ج ۱ ص ۱۷۷ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی، مسلم رقم ۹۳۱ مکتبہ بشریٰ، کراچی)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کو تعلیم کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تم لوگ امام پر سبقت نہ کیا کرو۔ جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' کہے تو تم آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہے تو تم ''اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہو۔

استدلال

اس حدیث سے امام کا اخفائے آمین اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے چند چیزوں کے نام لیے اور ارشاد فرمایا کہ جب امام یہ کرے تو تم یہ کرو۔ تم کو امام پر سبقت نہیں کرنی چاہیے۔ پس اگر امام کے لیے آمین بالجہر مشروع ہوتی تو سیاقِ عبارت مقتضی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یوں کہا ہوتا کہ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو جیسا کہ تکبیر وغیرہ میں فرمایا۔ چونکہ آپ ﷺ آہستہ آمین کہا کرتے تھے اور امام کو آہستہ کہنا چاہیے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ جب امام ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' کہے تو تم آمین کہو، کیونکہ دوسری حدیثوں میں آپ کا فرمان ثابت ہے کہ آمین کہنے میں ثواب بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ نسائی (رقم ۹۲۷) میں ہے:

أخبرنا اسماعیلُ بن مسعودٍ، قال: حدثنا یزید بن زریع، قال: حدثنی معمرٌ، عن الزهریّ، عن سعید بن المسیَّبِ، عن ابی هریرةؓ، قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: "اذا قال الامامُ: "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ"؛ فقولوا: "آمین". فانَّ الملائكة، تقول: "آمین" وانَّ الامامَ یقول: "آمین". فمن وافق تأمینُه تامینَ الملائكةِ؛ غُفِرَ لَهٗ ماتقدَّمَ من ذنبه.

(نسائی رقم ۹۲۷؛ اسنادہ صحیح، نسائی بتحقیق البانی رقم ۹۲۷، طبع مکتبۃ المعارف، ریاض؛ سنن دارمی ج۱ص ۲۸۴؛ ابن خزیمہ ج۱ص ۲۸۹؛ مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۹۷؛ ابن حبان ج۳ص ۲۲۰)

ترجمہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ

الضَّآلِّیْنَ ‘‘ کہے، تو تم آمین کہو۔ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی۔ اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں‘‘۔

تشریح نسائی کی اس حدیث میں اور باتوں کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جس سے حضور ﷺ کی غرض یہ ہے کہ جب تم ’’وَلاَ الضَّآلِّیْنَ ‘‘ کے بعد آمین کہو گے تو تکبیرات وتسبیحات وغیرہ کی طرح اس میں بھی امام کا اتباع رہتا ہے۔ کچھ یہی نہیں کہ صرف تم ہی کہو گے بلکہ امام بھی کہتا ہے اگر چہ تم کو بوجہ ترکِ جہر معلوم نہ ہو۔

اس حدیث سے مقتدیوں کے لیے بھی آمین بالسر نکلتی ہے کیونکہ جب امام کے لیے اخفاء ثابت ہوا تو کمال اتباع امام اسی وقت ہوتا ہے کہ مقتدی بھی آہستہ کہیں، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اور چیزیں ہر چند امام زور سے پڑھے مگر مقتدی آہستہ کہیں۔ دیکھو! امام کے واسطے ہر چند تکبیر بآوازِ بلند مسنون ہے مگر مقتدیوں کے لیے آہستہ ہی کہنا مستحب ہے۔ پس جو امر کہ امام کے لیے آہستہ ثابت ہو، وہ مقتدیوں کے لیے بدرجۂ اولیٰ آہستہ ثابت ہوگا۔ ہاں اگر کسی دلیل صحیح سے صراحۃً ثابت ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مقتدیوں کو بآوازِ بلند آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے، یا آپ ﷺ کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھتے تھے، وہ زور سے آمین کہا کرتے تھے۔ تو البتہ مقتدیوں کو حکم اخفاء آمین نہیں دیا جاسکتا۔ حالانکہ صحیح تو صحیح، کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے زور سے آمین کہنے کو ارشاد فرمایا ہے یا آپ ﷺ کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھتے تھے، وہ زور سے آمین کہا کرتے تھے۔ چونکہ اس طرف اکثر لوگوں کا خیال نہیں، ہم ناظرین کو کامل طور پر اِدھر متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور بآواز بلند پھر کہتے ہیں کہ زمانۂ نبوی میں مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا ہرگز کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ صحاح ستہ سے لے کر جتنی کتب احادیث، مسانید، معاجم اور مصنفات ہوئے ہیں۔ ان کی بار بار ورق گردانی کرو۔ ان شاء اللہ! کسی میں نہ پاؤ گے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مقتدیوں نے زور سے آمین کہی ہے یا آپ ﷺ نے زور سے کہنے کا حکم دیا ہے۔ ذرا انصافانہ غور شرط ہے کہ اگر حضور ﷺ کی

جماعت کے نمازی زور سے آمین کہتے ہوتے تو کیا یہ واقعہ طشت از بام نہ ہو جاتا۔
نہایت تعجب کا مقام ہے کہ مقتدیانِ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا جہرِ آمین تو منقول ہو اور مقتدیانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہر ایک آدھ حدیث سے بھی مروی نہ ہو۔ زمانۂ نبوی کو جانے دیجیے۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم ہی کا زمانہ لیجیے۔ کسی اثر سے کب ثابت ہے کہ ان کے زمانہ میں مقتدیانِ صلوٰۃ زور سے آمین کہتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ لوگ زور سے کہتے ہی نہ تھے۔ پھر کوئی کہاں سے روایت کرے۔

المختصر! جب کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زور سے آمین کہنے کو ارشاد فرمایا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگ جہر سے آمین کہتے تھے۔ تو ایسی حالت میں کہ جب صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث ''واذا قال (الامام): ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ''. فقولوا: ''آمین'' '' سے ترکِ جہر نکلتا ہے۔ تو امام کی اتباع میں مقتدیوں کے لیے ترکِ جہر کا حکم کماحقہٗ مستنبط ہوتا ہے۔ فافهم، فانه من الفقه في الدين!

(الحبل المتین ص ۱۳، ۱۴، ۱۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام آمین پوشیدہ اور مخفی طور پر کہتا ہے۔ پھر فرشتوں کی آمین بھی سری ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان کی موافقت کا کہا گیا یعنی تم بھی آمین بالسرّ کہو جیسے فرشتے کہتے ہیں۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ باب آمین بالجہر کا ہے۔ یہ باب امام نسائی رحمہ اللہ کی اپنی فقہ ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ امام نسائی رحمہ اللہ کی فقہ ماننے پر ہم مجبور نہیں۔ ان چار احادیث کا جو اس باب میں نقل کی گئی ہیں، ان کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ ''احادیث الباب لا تدل علیٰ ما ترجم له''۔ اس باب کی احادیث امام نسائی رحمہ اللہ کے ترجمۃ الباب سے کوئی مطابقت نہیں رکھتیں اور نہ اس پر کوئی دلالت کرتی ہیں (حاشیہ نسائی حدیث ھٰذا)۔

حدیث نمبر 6:۔ حدثنا عبد الرزاقِ، حدثنا معمرٌ، عن الزهريِّ، عن ابن المسيَّبِ، عن أبي هريرةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا قَال الامامُ:

"غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" فقولوا "آمین"، فَإنَّ المَلاَئِکَةَ تَقُولُ: "آمین" وإنَّ الإمَامَ یَقُولُ: "آمِینَ". فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِینُهُ تَأْمِینَ المَلائکَةِ غُفِرَ له مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۰ رقم ۷۶۴۷؛ اسنادہ صحیح: آثار السنن ج ۱ ص ۱۳۸)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" کہے تو تم بھی آمین کہو۔ بیشک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

استدلال

اس حدیث سے اہل سنت نے کئی طرح استدلال کیا ہے۔

1 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو حکم دیا ہے کہ امام کی "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" سن کر آمین کہے، مقتدی کی آمین کو "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔

2 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سن نہیں سکتے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ "اِنَّ الاِمَامَ یَقُولُ: آمین" یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لیے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین کی طرح امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر مقتدی خود سن سکتے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذ اللہ!

ایک شبہ کا ازالہ

ایک غیر مقلد کہنے لگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اذا أَمَّنَ الاِمَامُ فَأَمِّنُوا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اس کی آمین سن کر تم بھی آمین کہو۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے اس حدیث میں ہے: "اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوا"

جب امام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو۔ تو ظاہر ہے کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔

میں نے کہا: اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لیے ''اَمِّنُوْا'' تو ''کَبِّرُوْا'' کی طرح ہوا جیسے مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے، ایسے ہی آمین آہستہ۔ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہہ دے، تو بالکل جائز ہے لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام، مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہیے تو اب'' اِذَاأَمَّنَ '' کا معنی ہوگا: ''اِذَا أَرَادَ الِامَــامُ التَّــامِينَ ''. جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے اور ارادہ دل کی بات ہے۔ پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

یا ''اِذَاأَمَّـنَ الِامَـامُ فَأَمِّنُوْا '' کے معنی ہوں گے: ''اذابـلـغ الـى موضـع استدعٰى التـاميـن فامنوا'' یعنی جب امام اس جگہ پر پہنچ جائے جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہا کرو اور یہ معنی دوسری حدیث: ''اذا قـال الامـامُ: ''غَيْـرِ الـمَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''. فقولوا: ''آمين'' کے مطابق ہے اور یہی معنی بعض علماء امت نے لئے ہیں۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

حدیث نمبر 7: ۔عـن ابـی هـريـرة، قـال: قـال رسول اللّٰـه ﷺ: ''اذا قـال الامـامُ: ''غَيْـرِ الـمَغـضُـوبِ عَـلَيْهِـمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''.قال الذين خلفهٗ: ''آمـيـن''. والتـقـت مـن أهل السماء أهل الارضِ آمين. غفر اللّٰهُ للعبدِ مـاتَـقَـدَّم من ذنبه.قال: ومِثْلُ الذى لايقول: آمين، كمثل رجلٍ غَزامع قـومٍ فَاقْتَرَعُوا فخرجت سِهَامُهم، ولم يخرج سهمُه. فقال: ما لسهمى لَمْ يَخْرُجْ؟ قال: انّک لم تقل آمين''.

(قـال الهيثـمـیؒ: قلت: فى الصحيح بعضه.رواه ابويعلٰى، وفيه ليث بن أبى

سلیم، وھو ثقة مدلس وقد عنعنه. مجمع الزوائد ج ۲ص ۲۳۷ رقم ۲۶۶۴ طبع دارالکتب العلمیہ ، بیروت؛ مسند ابویعلی رقم ۶۳۸۰؛ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: أخرج أبو یعلیٰ فی مسنده وابن مردویه بسند جید ،الدرالمنثور ج ۱ص ۳۹، ۴۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور؛ تفسیر ابن کثیر ج ۱ص ۳۴، ۳۵ طبع دارالسلام، ریاض)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کہے، تو آمین کہے۔ پس اہل زمین سے جس کی آمین آسمان والوں کے ساتھ موافق ہوگئی۔ اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جو (اس موافقت کے ساتھ) آمین نہیں کہتا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو قوم کے ساتھ میدان جہاد میں جائے۔ باقی ساری قوم تو مصروف جہاد ہوجائے، تیر چلائے لیکن اس شخص کا تیر ہی نہ چلتا ہو (اور وہ اپنی محرومی اور نامرادی پر حسرت سے) کہہ رہا ہو میرا تیر کیوں نہیں چلتا؟ تو اسے کہا جائے کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی''۔

ان روایات میں یہ حکم ہے کہ آمین اس وقت ہو۔ جب امام ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کہے اور آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوجائے، تو تمام گناہوں سے معافی کی خوشخبری ہے ورنہ محرومی اور نامرادی، جیسا تیر نہ نکلنے والی مثال میں ہے۔

فرشتوں کی آمین

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں ہیں:

۱ وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف سورت فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے ہیں۔

۲ ان کی آمین کا خاص وقت وہی ہے جب امام ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کہے۔ وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

۳ ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

ہم اہل سنت والجماعت خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بشارت کے پورے پورے

مصداق ہیں کہ وقت اور وصف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔
ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام کی فاتحہ ختم ہوتی ہے، آمین کہتے ہیں۔اسی طرح ہم اہل سنت والجماعت احناف بھی۔
غیر مقلدین نے آمین کہنے میں بھی فرشتوں کی مخالفت کی ہے۔

۱ یہ فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔

۲ ان کی آمین کا وقت بھی فرشتوں کی آمین کے ساتھ متحد نہیں ہوسکتا کیونکہ جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آکر شریک ہوتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنفیوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام " وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ " کہے اور جب ہم آمین کہیں تو پھر فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غیر مقلدین جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی۔اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورت کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورت پر کہنا تھا تو وہ لوگ یُحَرِّفُوْنَ الکلمَ عَن مَّوَاضعهِ کے مصداق ہوگئے۔اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کر لینے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک تو فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بدقسمتی میں پڑے، دوسری طرف آمین بلند آواز سے کہنا بھی جاتا رہا۔کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو، آمین آمین پکارتا ہو۔الغرض وصف اخفاء میں تو غیر مقلدوں کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں۔گویا پوری نامرادی غیر مقلدوں کے حصہ میں آئی۔(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۲۰)

حدیث نمبر 8:۔ حدثنا نصرُ بن علی، أخبرنا صفوان بن عیسی، عن بشر بن رافع، عن أبی عبد الله ابنِ عم أبی هريرة عن أبی هريرة، قال: كان رسولُ الله صلی الله علیه وسلم إذا تلا: "غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ"، قال: "آمين" حتی یُسمعَ مَن یلیه من الصف الأول.

(سنن أبي داود، رقم الحدیث۹۳۴. المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى۲۷۵ھ). المحقق: شعَيب الأرنؤوط، محَمَّد كامِل قره بللي. الناشر: دار الرسالة العالمية. الطبعة: الأولى، ۱۴۳۰ھ)

تنبیہ قال المحققين: شعَيب الأرنؤوط، محَمَّد كامِل قره بللي: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف بشر بن رافع، وجهالة أبي عبد الله ابن عم أبي هريرة.

علامہ نیمویؒ اس حدیث کو مسند حمیدی سے اس سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

قال: حدثنا سفيان بن عيينة، حدثنا سعيدالمقبریؒ، عن ابی هريرةؓ، قال: كان رسول الله ﷺ: اذا قال: " وَلاَ الضَّآلِّيْنَ "؛ رفع صوته وقال: "آمين". حتّى يسمعَ من يليه من الصف الأول.

(مسند حمیدی؛ علامہ نیمویؒ کہتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے، الحبل المتین ص۱۶)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: "جناب رسول اللہ ﷺ جب "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" پڑھتے۔ تو یہاں تک زور سے آمین کہتے کہ صف اول کے وہ لوگ جو آپ ﷺ کے آس پاس ہوتے، سن لیتے"۔

تنبیہ مطبوعہ مسندِ حمیدی میں یہ حدیث نہیں ملی ہے۔ شاید علامہ نیمویؒ نے کسی کامل مخطوطہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ یہی مضمون حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں بھی موجود ہے جس کی تفصیل آگے اس باب اور اگلے باب میں بیان کر دی گئی ہے۔

4.1.4:۔حدیث ابو ہریرہؓ میں جہر و اخفاء آمین کی تعین

علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے صاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تکبیر کی طرح آمین زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ آہستہ کہتے تھے مگر اس طرح آواز کی سانس کھینچ کے آمین کہتے تھے کہ قریب والے سن لیتے تھے۔ اس حدیث سے آمین بالاخفاء کے ثبوت کے علاوہ

ایک بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ بعض حدیثوں میں جو مطلق رفع صوتِ آمین مذکور ہے۔اس کی حد یہ ہے کہ صف اوّل کے قریب کے لوگ سن لیتے تھے۔اور یہ مدِّ صوت صرف تعلیم کے لیے تھا۔جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز میں بھی بعض آیتیں اس طرح زور سے پڑھی ہیں کہ قریب والے کبھی کبھی سن لیا کرتے تھے۔بعض صحابہ کرام ؓ نے بھی بعض اوقات بعض سری چیزوں کو ذرا سانس کھینچ کے پڑھ دیا ہے۔امام طبرانیؒ نے معجم کبیر میں حضرت ابو مالک اشعری ؓ کا یہ اثر روایت کیا ہے:

"تقدم فصلّٰ بهم الظهر فقرأ فاتحة الكتاب يسمع من يليه "۔

یعنی حضرت ابو مالک اشعری ؓ آگے بڑھے اور ظہر کی نماز پڑھانے لگے۔ پس سورت فاتحہ اس طرح پڑھی کہ ان کے قریب والوں نے سن لی۔

المختصر! حمیدی کی یہ حدیث مرفوع صحیح الاسناد حنفیہ کے لیے دلیل محکم اور حجت واضحہ ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ جب آمین قریب کے لوگ سنتے تھے تو یہ آمین بالجہر ہوئی نہ آمین بالسرّ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی قراءت اصطلاح فقہاء میں جہر نہیں کہلاتی۔درّ مختار میں ہے:

''أدنى المخافتة اسماع نفسه و من يقرُبُهُ. فلو سمع رجلٌ أو رجلان فليس بجهر ''۔یعنی سب سے کم اخفاء یہ ہے کہ خود سنے اور قریب والے سنیں۔ پس اگر ایک دو نے سن لیا تو جہر نہیں ہے۔

علامہ شامیؒ نے حاشیۂ درّ مختار میں بحوالہ خلاصہ وغیرہ لکھا ہے:'' اِن الامام اذا قرأ فی صلوٰة الفاتحة بحيث يسمع رجلٌ أو رجلان لا يكون جهراً ''۔یعنی ''امام اگر نماز سرّیہ میں اس طرح قراءت کرے کہ دو ایک مرد سنیں۔تو وہ جہر نہیں ہے''۔

پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ آس پاس والوں کے سننے سے جہر نہیں کہلاتا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی آمین ایسی ہی تھی کہ صف اوّل کے آس پاس والے سنتے تھے تو آمین بالسرّ کے ثبوت میں کیا کلام رہا۔(الحبل المتین ص ١٦)

4.2:۔حدیثِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 9:۔عن حِطَّانَ بْنِ عبد الله الرَقَاشِيِّ قال: صَلَّيْتُ مَعَ أبِى مُوْسى الأشعرى صلاةً. فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قال رجل من القَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ؟ قال: فَلَمَّاقَضَىٰ اَبُومُوْسىٰ الصلاةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فقال: أَيُّكم القَائِلُ كلمة كذا و كذا؟ قَالَ: فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، ثم قال: أيكم القائلُ كلمة كذا و كذا؟ قال: فأرمَّ القوم، فَقَالَ: لَعَلَّكَ يَاحِطَّانُ قُلْتَهَا؟ قال: مَاقُلْتُهَا، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أنْ تَبْكَعَنِىْ بِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أنَا قُلْتُهَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا اِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُومُوْسىٰ: أَمَاتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِىْ صَلَاتِكُمْ؟اِنَّ رسولَ الله ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَاصَلٰوتَنا، فقال: "اذا صَلَّيتم فأَقِيموا صُفُوْفَكم، ثمّ لِيَؤمَّكُمْ أحَدُكم، فاذَاكبَّر فكَبِّرُوا، واذا قال: غَيْرِ الْمَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْن، فقولوا: آمين، يُجِبْكُمُ الله فاذاكَبَّرَ وَرَكَعَ فكبِّروا واركعوا، فانَّ الامامَ يركع قبلكم ويرفع قبْلكم". فقال رسولُ الله ﷺ: "فتلك بتلك، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهُمَّ! ربَّنا لك الحمدُ، يَسْمَعُ اللهُ لكم، فانَّ الله تبارك وتعالىٰ قال علىٰ لسان نبيِّهٖ ﷺ: سَمِعَ الله لمن حمده، واذاكبَّر وسجد فكبِّروا وَاسْجُدُوْا، فَاِنَّ الاِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ"، فَقَالَ رُسُوْلُ اللهِ ﷺ: "فَتِلْكَ بِتِلْكَ. الحديث". (صحیح مسلم رقم ۹۰۳ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ: حضرت حطان بن عبداللہ رقاشیؒ فرماتے ہیں:"میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب ہم لوگ قعدہ میں بیٹھے تھے۔تو پیچھے سے کسی آدمی نے کہا: نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا: "یہ بات تم میں سے کس نے کہی ہے؟" سب لوگ خاموش رہے۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: (تم لوگ سن رہے ہو؟ بتاؤ کہ) تم میں سے یہ بات

کس نے کہی؟ جب سب لوگ چپ رہے، تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمے کہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ میں نے نہیں کہے۔ مجھے تو خوف تھا کہ کہیں آپ خفا نہ ہو جائیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: یہ کلمات میں نے کہے ہیں اور اس میں میری نیت صرف بھلائی اور نیکی کی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ فرمانے لگے: ''تم لوگ نہیں جانتے کہ تم کو اپنی نماز میں کیا پڑھنا چاہیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرلیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْن پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد سر اٹھانا تا کہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو تم ''اللّٰھم ربنا لک الحمد'' کہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری دعائیں قبول کرے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد تم نے سجدہ کیا، اتنی دیر بعد سر اٹھاؤ تا کہ جتنی دیر امام سجدے میں رہے تم بھی اتنی دیر سجدے میں رہو)''۔

استدلال

اس حدیث میں تکبیر اور رکوع وغیرہ میں تو امام اور مقتدی کو حکم دیا گیا ہے کہ دونوں ادا کریں اور فاتحہ اور آمین تسمیع اور تحمید تقسیم کردی گئی ہے۔ روایت کے آخری حصہ کا

مطلب غیر مقلدین بھی یہی لیتے ہیں کہ ربنا لک الحمد آہستہ کہنی چاہیے۔ اسی طرح آمین بھی آہستہ ہونی چاہیے۔

بعض غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ قولوا آمین کا معنیٰ ہے۔ آمین بلند آواز سے کہو حالانکہ یہ بلند آواز کا لفظ انہوں نے خود حدیث پاک میں ملالیا ہے۔ گویا یہ رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ حضرت آپ کا یہ فرمان کافی نہیں ساتھ بلند آواز کا لفظ بھی ہونا چاہیے تھا.

ہم غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کہ کیا احادیث کے ان جملوں کا مطلب بھی یہی ہے قولوا: ربنالک الحمد. ربنالک الحمد بلند آواز سے کہو؟ قولوا: التحیات للہ کہ التحیات بلند آواز سے کہو؟ قولوا: اللّٰھم صل علی محمد ۔ کہ اللّٰھم صل علی محمد بھی بلند آواز سے کہو؟ یہاں غیر مقلدین بھی بلند آواز کا لفظ شامل نہیں کرتے۔ تو قولوا: آمین میں کیوں شامل کرتے ہیں۔ افسوس کہ غیر مقلدین ایک ضدی فرقہ ہے جو ضد میں آکر قرآن کا بھی انکار کر جاتا ہے اور احادیث کے ترجمہ بھی غلط کرتا ہے۔

4.3:۔ حدیثِ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 10:۔ حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبةُ، عن سلمة بن كُهَيلٍ، عن حجرٍ أبي العنبسِ قال: سمعتُ علقمةَ يحدثُ عن وائلٍ (أو سمعه حُجُرٌ من وائلٍ)، قال: صلّٰى بنا رسول الله ﷺ فلما قرأ "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ". قال: "آمين". وأَخْفىٰ بِهَا صَوْتَهُ. ووضع يده اليمنىٰ على يدِه اليُسرىٰ وسلَّمَ، عن يمينه وعن يسارِه.

(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹ واللفظ لہ، ۱۹۰۴۸؛ ترمذی ترمذی ص ۱۲۷ تحت رقم ۲۴۸؛ ابوداؤد طیالسی رقم ۱۰۲۴؛ سنن دارقطنی رقم ۱۲۵۵؛ سنن بیہقی کبریٰ ج ۲ ص ۵۷؛ مستدرک حاکم رقم ۲۹۶۸؛ طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۵ طبع مطبعۃ الامۃ، بغداد، تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی؛ ابن حبان رقم ۱۸۰۵)

ترجمہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ ''غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِم وَلاَ الضَّآلِّينَ '' پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی آواز کو آہستہ کر دیا۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھا تھا اور آپ ﷺ نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

4.3.1:۔ بعض طرق حدیث حضرت وائل بن حجرؓ

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

اصل حقیقت یہ ہے کہ آمین بالجہر کی اگر کسی روایت کو کھینچ تان کر حسن تک لایا جا سکتا ہے۔ وہ صرف حضرت وائلؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات ہیں اور بس۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۴۱)

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پریس نہ تھا کہ کسی کتاب میں تمام مسائل تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے جاتے اور جو شخص آتا اسے وہ کتاب دے دی جاتی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً نماز پڑھائی تو بلند آواز سے پڑھ کر ان نو مسلموں کو نماز کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی حضرت وائلؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے جو نو مسلم تھے۔ ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا، تو یقیناً ان لوگوں کو نماز کا طریقہ سکھایا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے مثل قراءتِ ظہر یا دیگر اذکار و ادعیہ آمین بھی قدرے بلند آوز سے کہہ لی ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ ہمیں تو اس کے سنت مؤکدہ ہونے سے انکار ہے۔

حدیث وائل کو حضرت وائل بن حجرؓ سے چار حضرات تابعین روایت کرتے ہیں:

(1) حجر بن عنبسؒ

حضرت حجر بن عنبسؒ سے حضرت سلمہ بن کہیلؒ روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے حضرت سفیانؒ اور حضرت شعبہؒ دونوں روایت کرتے ہیں۔

۱ حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا: ''حضور ﷺ نے آمین کو مد کے ساتھ ادا فرمایا'' فقال: آمینَ، یمدُّ بها صوتَهُ. (مسند احمد رقم ۱۹۰۴۷؛ ترمذی رقم ۲۴۸)۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے یہ روایت ابن مہدیؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، المحاربیؒ اور وکیعؒ نے ''مَدَّ بها صوتَه'' اور ''یمدُّ بها صوتَه'' کے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

۲ حضرت شعبہؒ نے کہا: ''حضور ﷺ نے آمین پست آواز سے کہی'': قال: ''آمین''. وأَخفىٰ بِهَا صَوْتَهُ. (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹، ۱۹۰۴۸)۔ حضرت امام شعبہؒ سے محمد بن جعفرؒ اور یزید بن زریعؒ نے ''أَخفىٰ بِهَا صَوْتَهُ'' (آپ ﷺ نے اپنی آواز پست رکھی) کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ حضرات عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، ابوداؤد طیالسیؒ، عمرو بن مرزوقؒ اور سلیمان بن حربؒ وغیرہ نے ''خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ'' اور ''يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ'' کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ عبدالصمدؒ اور وہب بن جریرؒ نے ''قال: ''آمین'' (آپ ﷺ نے آمین کہی) کے الفاظ ہیں۔

ان دونوں اماموں کی روایات اخفاء آمین (جو ثقات راویوں سے مروی ہیں) پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت شعبہؒ کی روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ امام شعبہؒ ''أَخفىٰ بها صوته'' اور ''خَفَضَ بها صوته'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ آہستہ آواز سے آمین کہتے۔ اور امام سفیان ثوریؒ نے ''مَدَّ بها صوته'' کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ امام ثوریؒ سے جہر کی کوئی روایت مروی نہیں بلکہ ان کی روایت میں ''آمین بالمد'' کا ذکر ہے یعنی آمین کو الف ممدودہ کے ساتھ لمبا کر کے کہنا۔ اس کا معنی اونچی آواز سے کہنا نہیں ہے۔

(2) حضرت علقمہؒ بن وائلؓ

۱ امام شعبہؒ بطریق ''سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبسٍ عن علقمة عن وائل'' سے روایت کرتے ہیں: خفض یعنی پست آواز کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

۲ مسندِ احمد (رقم ۱۹۰۷۴) میں بطریق ابواسحٰق روایت کرتے ہیں: ''شَرِيكٌ عن أبي اسحاق، عن علقمة بن وائلٍ، عن أبيه، قال: سمعت النبي ﷺ يَجْهَرُ بِآمِينَ'' (میں نے حضور ﷺ کو زور سے آمین کہتے سنا)۔

(۱) یہ حدیث بوجہ اختلاط فی العقل واوہام شریک راوی ضعیف ہے یعنی حضرت شریکؒ راوی کے عقل میں کمزوری اور وہم آجانے کی وجہ سے جہر کا لفظ آ گیا ہے۔

(۲) جہر سے مراد وہ جہر ہے کہ صف اول کے قریب کے لوگ سن لیں۔

(۳) یہ جہر تعلیماً تھا۔

(3) حضرت عبدالجبارؒ بن وائلؒ

اسی طرح کا اختلاف حضرت عبدالجبار بن وائلؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

۱ دارقطنی (رقم ۱۲۵۶) میں بطریق ابواسحٰق روایت ہے:

حَـدَّثَـنَـاعبد الله بن جعفر بن خُشَيْشٍ، حدثنا الحسن بن أحمد بن أبى شعيبٍ يعنى الحَرَّانِيَّ، حدثنا محمد بن سلمةَ، عن أبى عبد الرحيم، عـن زيـد بـنِ أبى أُنَيْسَةَ، عن أبى اسحاق، عن عبد الجبار بن وائلٍ، عن أبيـه، قـال: صَـلَّيْـتُ خَـلْفَ رَسُـوْلِ اللّٰـهِ ﷺ، قـال: فلَمَّـا قَـال: "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" قال: "آمين". مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ. هٰذا اسنادٌ صحيحٌ.

(دارقطنی رقم ۱۲۵۶)

ترجمہ حضرت عبدالجبارؒ نے اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: "میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب آپ ﷺ نے "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہی۔ اور اس لفظ کو کھینچ کر ادا کیا"۔

۲ نسائی (رقم ۹۳۲) میں حضرت ابواسحٰق کے طریق سے روایت کیا گیا ہے:

أَخْبَرَنَاعبد الحميد بن محمدٍ، قال: حدثنا مَخْلَدٌ، قال: حدثنا يونسُ بنُ اسحاق، عن أبيه، عن عبد الجبار بن وائلٍ، عن أبيه، قال: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُـوْلِ اللّٰـهِ ﷺ فَـلَـمَّـا كَـبَّـرَرَفَـعَ يـديـهِ أسفلَ أُذُنَيْهِ، فلَمَّا قَرَأَ: "غَيْرِ الْـمَـغْـضُـوبِ عَـلَيْهِـمْ وَلاَ الـضَّـآلِّيْـنَ" قـال: "آمين" فَسَمِعْتُهٗ وَأَنَـا خَلْفَهٗ" الحديث۔ (نسائی رقم ۹۳۲)

ترجمہ حضرت عبدالجبارؒ نے اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے کہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب تکبیر کہی تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے نچلے حصے تک اُٹھائے۔ اور جب آپ ﷺ نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہی۔ میں نے آپ ﷺ کی آمین سن لی اس حال میں کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا''۔

☆ اس حدیث سے دو باتیں مفید مطلب معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ صف اول میں حضور ﷺ کے قریب کھڑے تھے۔ دوسرے حضور ﷺ نے آمین بالسرّ کہی تھی مگر سانس اس طرح کھینچ کے کہی تھی کہ آپ ﷺ کے قریب والوں تک آواز پہنچ گئی تھی۔ اگر حضور ﷺ نے تکبیر وغیرہ کی طرح زور سے آمین کہی ہوتی تو حضرت وائل بن حجرؓ کو اس کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی: فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ یعنی آپ ﷺ نے آمین جو کہی تھی۔ میں نے اس کو سن لیا اور میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا۔

اس روایت کے یہ الفاظ ''فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ''۔ خفضِ آمین کے زیادہ قریب ہے۔

۳ انہی حضرت عبدالجبارؒ سے مسند احمد (رقم ۱۹۰۷۸) میں حضرت ابواسحٰقؒ روایت کرتے ہیں: ''صَلَّيْتُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''. فَقَالَ: آمِينَ، يَجْهَرُ ''(آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھا اور زور سے آمین کہی)۔ یہ روایت دو وجہوں سے ضعیف ہے۔ ابواسحٰق سبیعیؒ کہ آخر میں ان کی عقل میں اختلاط ہو گیا تھا۔ زہیرؒ کو بعد اختلاط سماع حاصل ہے۔ عبدالجبارؒ کو اپنے باپ سے سماع حاصل نہیں۔ نیز حضرت عبدالجبارؒ نے جہر کا لفظ نہیں کہا ہے۔ کسی راوی نے نقل بالمعنیٰ کیا ہے۔ کیونکہ نسائی میں ابواسحٰقؒ کے بیٹے سے یہ الفاظ ہیں: ''فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ''۔ اور ابن ماجہ میں الفاظ یہ ہیں: ''فسمعناها منه''۔ اگر جہر کا لفظ بھی اصل روایت میں ہو تو جہر سے مراد وہ جہر ہے جو سانس کی حرکت سے آس پاس والوں کو مسموع ہو جاتی ہو۔ یہ تعلیماً ہے۔

۴ اورمسند احمد (رقم ۱۹۰۴۶) میں ہی ''حجاج عن عبد الجبار عن ابیه '' کے طریق سے روایت ہے: '' أنه سمع النبی ﷺ یقول: ''آمین ''۔اور یہ (آمین کی) نقل وروایت ایسی ہی ہے جیسے کہ نماز میں بہت سی چیزیں مخفی طریقے سے ادا کی جاتی ہیں۔یہ تعلیماً ہے۔

۵ اسی طرح ابن ماجہ (رقم ۸۵۵) میں بھی بطریق ''أبی بکر بن عیاش عن أبی اسحاق عن عبد الجبار عن أبیه ''روایت ہے: ''قال صلیت مع النبی ﷺ. فلما قال: '' وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''قال: ''آمین''. فسمعناها منه'' تو یہ روایت بھی خفض آمین کے زیادہ قریب ہے.

٦ اسی طریق سے مصنف ابن ابی شیبہ (رقم ۸۰۴۲) میں بھی روایت ہے: ''قال: صلیت خلف النبی ﷺ. فلما قال: ''غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ'' قال: ''آمین''۔یہ بھی اوپر کی روایت کی طرح ہے۔

(4) حضرت عاصمؒ بن کلیبؒ

مسند احمد (رقم ۱۹۰۷۳) میں ہے: ''عن عاصم بن کلیب عن أبیه عن وائل بن حجر أنه سمع النبی ﷺ یقول فی الصلٰوۃ: آمین ''۔یہ بھی اوپر کی روایت کی طرح ہے۔

4.3.2:۔ حدیث حضرت وائل بن حجرؓ کی مختلف تعبیرات کا نتیجہ

حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں پائی جانے والی مختلف تعبیرات پر غور وتدبر کے بعد یہ نتیجہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وائلؓ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے آمین کا جو انداز سنا ہے۔اس میں اخفاء اس طرح کا نہیں تھا جسے ایک مقتدی بھی نہ سن سکے۔اسی طرح جہر بھی ایسا نہیں تھا کہ مسجد نبوی کے تمام مقتدیوں تک آواز پہنچ جائے بلکہ آپ ﷺ نے اخفاء کے باوجود خاص انداز سے سانس کھینچ

کر آمین کہا جسے قریب کے مقتدیوں نے سنا اور میں بالکل پیچھے ہی تھا۔ اس لیے حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت شعبہؒ کی روایات میں جو متعدد تعبیرات ہیں۔ ان میں اصل تعبیر وہی معلوم ہوتی ہے جسے نسائی نے ذکر کیا ہے: ''فسمعته منه وأنا خلفه''۔ باقی مدّ، رفع، اخفی اور خفض وغیرہ روایت بالمعنیٰ کی قبیل سے ہیں اور صحیح ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی کیفیت ہے جسے ایک گونہ اخفاء صوت اور ایک گونہ مدِ صوت کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس کو سرّ ہی کہا جائے گا کیونکہ قریب کے ایک دو آدمیوں کا سن لینا سر کے منافی نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے عمل سے سر (آہستہ کہنا) ہی سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے سماع کو مدلل طور پر ثابت کرنے کے لیے'' فسمعتُهُ منه وأنا خلفه ''فرما رہے ہیں۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام مقتدیوں تک آواز نہ پہنچنے کے باوجود میں نے اس لیے سن لیا کہ میں بالکل قریب تھا۔ نیز یہ کہ اگر آمین میں بالکل آواز نہ ہوتی تو وہ'' سَمِعْتُهُ '' کیسے فرمادیتے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے مد صوت میں معمولی آواز پیدا ہوگئی تھی جس میں حقیقت سر کے تحفظ کے باوجود مسموع ہونے کی صفت پائی جاتی تھی۔

اس حدیث کی مزید تحقیق باب نمبر 5 میں ملاحظہ فرمائیں۔

4.4:۔ حدیثِ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر 11:۔ حدثنا مسدَّدٌ، حدثنا يزيدُ، حدثنا سعيدٌ، حدثنا قتادة، عن الحسن: أَنَّ سَمُرَةَ بن جندب وعمرانَ بن حصينٍ تذاكرا، فحدَّث سمرةُ بن جُندُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عن رسول الله ﷺ سكتتين: سكتةً اذا كَبَّرَ، وسكتةً اذا فرغ من قراءةِ ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''. فحفظ ذٰلك سمرةُ وأَنْكَرَ عليه عِمْرَانُ بنُ حصينٍ، فكتبا في ذٰلك الى أُبَيِّ بن كعب، فكان في كتابه اليهما، أو في ردِه عليهما، أَنَّ سمرةَ قد حَفِظَ.

(ابوداؤد رقم ۹۷۷ طبع دار المعرفۃ، بیروت؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷ مکتبہ امدادیہ ملتان؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۴۱؛ قال النیموی: واسنادہ حسن، آثار السنن ص ۱۴۲)

ترجمہ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے درمیان مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے خوب حفظ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دو سکتے فرماتے تھے۔ ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ" کے بعد۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور یہ طے پایا کہ اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لکھیں۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے خوب یاد رکھا ہے۔

حدیث نمبر 12:۔ حدثنا هشیمٌ، أنبأنا منصور و یونسُ، عن الحسن، عن سمرة بن جندبٍ، أنّه کان اذا صلّٰی بهم سَکَتَ سَکْتَتَیْنِ اذا افتتح الصلٰوة، واذا قال: "وَلاَ الضَّآلِّیْنَ" سکت أیضاً هُنَیَّةً، فأنکروا ذلک علیه فکتب الی ابی بن کعب، فکتب الیهم أُبَیٌّ: أَنَّ الامرَ کما صنع سمرةُ.

(مسند احمد رقم ۲۰۵۳۰ واللفظ لہ طبع بیت افکار الدولیہ؛ دارقطنی کتاب الصلاۃ، باب موضع السکتات رقم ۱۲۶۰؛ قال النیمویؒ: واسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۴۳)

ترجمہ حضرت حسنؒ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب بھی نماز پڑھاتے، تو دو سکتے کرتے۔ ایک نماز شروع کرتے ہی، دوسرا "وَلاَ الضَّآلِّیْنَ" کے بعد۔ پس لوگوں نے اس پر انکار کیا۔ پس انہوں نے اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو لکھا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ بیشک حکم یہی ہے جیسا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

حدیث نمبر 13:۔ حدثنا أبو موسٰی محمد بن المثنٰی، حدثنا عبد الأعلٰی، عن سعیدٍ، عن قتادة، عن الحسن، عن سَمُرَةَ، قال: سکتتانِ حفظتُهما عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم، فأنکرَ ذٰلک عمرانُ بنُ حُصَیْنٍ، وقال: حفظنا سکتةً، فکتبنا الٰی أُبَیِّ بن کعب بالمدینة، فکتب أُبَیٌّ أَنْ حَفِظَ

سمرةُ. قال سعيدٌ: فقلنا لقتادة: ما هاتان السكتتانِ؟ قال: اذا دخل في صلاتهِ، واذا فرغ من القراءةِ، ثم قال بعد ذلك: واذا قرأ "ولاَ الضَّآلِّيْنَ". قال: وكان يعجبهُ اذا فرغ من القراءة أن يسكتَ حتّٰی يترآدَّ اليهِ نفسهُ. قال: وفي الباب عن أبي هريرةَ. قال ابوعيسیٰ: حديثُ سمرةَ حديثٌ حسنٌ.

(ترمذی ص ۱۲۸ رقم ۲۵۱ طبع دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

ترجمہ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب ﷛ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے خوب یاد کیے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین ﷛ نے اس کا انکار کیا اور فرمایا: "ہم نے ایک ہی سکتہ یاد کیا ہے"۔ ہم نے اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب ﷛ کو مدینہ منورہ میں خط لکھا۔ تو حضرت ابی بن کعب ﷛ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہ ﷛ نے خوب یاد رکھا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت قتادہؒ سے کہا: یہ دو سکتے کیا ہیں؟ حضرت قتادہؒ فرمانے لگے: جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہوتے، اور جب قراءت سے فارغ ہوتے۔ پھر اس کے بعد فرمایا: جب آپ ﷺ "غَيْرِ المَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" پڑھ لیتے (تو سکتہ کرتے)۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ قراءت سے فارغ ہوتے تو آپ ﷺ سکتہ کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ سانس درست کر لیتے"۔

حافظ ابن قیم حنبلیؒ فرماتے ہیں:

وقد صحَّ حديث السكتتين، من رواية سمرة، وأُبَيِّ بنِ كعبٍ، وعمران بن حصين، ذكر ذلك أبوحاتم في صحيحه. (زادالمعاد ص ۶۷)

ترجمہ بیشک دو سکتوں والی حدیث حضرت سمرہ ﷛، حضرت ابی بن کعب ﷛ اور حضرت عمران بن حصین ﷛ کی روایت سے صحیح ہے۔ اس روایت کو ابوحاتم (ابن حبانؒ) نے اپنی کتاب "صحیح" میں ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر 14: ۔اخبرنا أبويعلیٰ، قال: حدثنا محمد بن المثنیٰ قال: حدثنا

عبد الأعلٰی ، قال: حدثنا سعید، عن قتادة،عن الحسن عن سمرة بن جندب، قال: سکتتان حفظتهما، عن رسول الله ﷺ،فذکرتُ ذٰلک لعمران بن حُصین، فقال: حفظنا سکتةً فکتبنا الیٰ أبی بن کعب بالمدینة،فکتب الیَّ أنَّ سَمُرَةَ قد حفظ. قال سعیدٌ: فقلنا لقتادةَ: وما ھا تان السکتتانِ؟ قال: اذا دخل فی صلاته واذا فرغ من القراءة.قال أبوحاتم: الحسن لم یسمع من سمرة شیئاً، وسمع من عمران بن حصین ھٰذا الخبر، واعتمادنا فیه علی عمران دون سمرة.

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان رقم ۱۸۰۷واللفظ لہ،طبع دارالمعرفۃ، بیروت۱۴۲۵ھ؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۴۱؛ابن ماجہ رقم ۸۴۴)

استدلال

پہلا سکتہ تو بظاہر ثنا کے لیے تھا اور طویل تھا۔اس پر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا۔دوسرا سکتہ اتنا لطیف تھا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے۔اس سکتہ کا مختصر ہونا بتا رہا ہے کہ یہ مختصر عمل کے لیے تھا اور ظاہر ہے کہ یہی وقت آمین کا ہے۔جب آمین کے وقت سکتہ ہے تو یہ بھی ظاہر ہے کہ آمین کا عمل جہراً نہیں تھا،سراً تھا۔

ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تکبیر افتتاح کے بعد جو سکتہ ہوتا ہے،وہ ''سُبْحانَکَ اللّٰھُمَّ ''پڑھنے کے لیے ہوتا ہے۔دوسرا سکتہ''غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْھِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْن ''کے بعد ہوتا ہے۔وہ آمین کہنے کے لیے ہے۔چونکہ یہ دونوں چیزیں پوشیدہ پڑھی جاتی ہیں۔اس لیے اسے سکتہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:''حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ شاید دوسرا سکتہ آمین خفیہ کہنے کے لیے تھا''۔

(العرف الشذی مع ترمذی ج اص ۱۳۴طبع الطاف اینڈ سنز،کراچی)

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:''قد أخرج الدارقطنی حدیث السکتتین متصلاً بھٰذا الباب،فکأنه استشعر ورود الاعتراض بأن

السکتۃ الثانیۃ فیہ للتأمین،وھو کذٰلک ان شاء اللّٰہ''۔

(کشف الستر ص۱۷۵)

ترجمہ امام دار قطنیؒ نے اس باب کے متصل ہی حضرت سمرہؓ کی دو سکتوں والی حدیث بیان کردی ہے۔گویا وہ اس بات کو جانتے تھے کہ دوسرا سکتہ آمین کے لیے ہے۔اور وہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہے۔

اس سکتہ کے اختصار اور لطافت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اتنا نہیں ہے جس میں شوافع کے خیال کے مطابق مقتدی فاتحہ کی قراءت کر سکے۔اگر مقتدی اس سکتے میں فاتحہ کی قراءت کرتا ہے تو مقتدی کی امام کے ساتھ موافقت کا کیا طریقہ ہوگا؟ امام تو سورت فاتحہ کی قراءت کے فوراً بعد آمین کہے گا۔اور مقتدی ابھی فاتحہ کی قراءت میں مشغول ہے۔ظاہر ہے کہ موافقت فوت ہوجائے گی۔اگر مقتدی امام کے ساتھ آمین کہتا ہے، پھر فاتحہ کی قراءت کرتا ہے تو مقتدی کی آمین فاتحہ سے مقدم ہوگئی، حالانکہ روایت میں یہ ہے کہ آمین طابع یعنی مہر ہے، جو ظاہر ہے کہ درخواست کے پورا ہونے کے بعد ہوتی ہے۔اگر امام مقتدیوں کے انتظار میں آمین کو مؤخر کرتا ہے تو ایک بات تو یہ کہ امام کی فاتحہ اور آمین کے درمیان بہت فصل واقع ہوجاتا ہے، جبکہ روایات میں '' وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' کے فوراً بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ امام کو علم کیسے ہوگا کہ مقتدی فارغ ہوگئے ہیں؟ اس کی صورت یہی ممکن ہے کہ پہلے مقتدی آمین کہیں، پھر امام کہے۔ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی غلط ہے، کیونکہ مقتدی کو امام سے آگے بڑھنے سے صراحت کے ساتھ منع کیا گیا ہے اور ''لا تبادروا الامام '' فرمایا گیا ہے۔معلوم ہوا کہ اس سکتے میں اگر مقتدی فاتحہ کی قراءت کرتا ہے تو امام کے ساتھ آمین میں موافقت کی کوئی صورت ممکن نہیں۔اس لیے انصاف کی بات یہی ہے کہ مقتدی پر فاتحہ نہیں ہے۔اور یہ سکتہ آمین کے لیے ہے۔علامہ طیبیؒ نے بھی یہی لکھا ہے:

''والأظھر أن السکتۃ الأولیٰ للثناء والثانیۃ للتامین''۔

''ظاہر تر یہی ہے کہ پہلا سکتہ ثناء کے لیے ہے اور دوسرا آمین کے لیے''۔

بعض حضرات نے دو سے زیادہ سکتوں کا قول بھی نقل کیا ہے مگر مرفوع حدیث میں

صرف دو سکتے ہیں۔امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمیؒ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: كَانَ قَتَادَةُ، يَقُولُ: ثَلَاثُ سَكَتَاتٍ، وَفِي الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ سَكْتَتَانِ.

(مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي) ج۲ص۷۹۱رقم۱۲۷۹.المؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى ۲۵۵ھ). تحقيق:حسين سليم أسد الداراني.الناشر:دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.الطبعة: الأولى،۱۴۱۲ھ)

ترجمہ حضرت قتادہؒ تین سکتے بیان کرتے تھے حالانکہ مرفوع حدیث میں صرف دو سکتے ہیں۔

☆ اسی طرح اس سکتہ کے بارے میں یہ کہنا بھی خلاف ہے کہ یہ سکتہ ''لیتراد الیہ نفسہ ''یعنی سانس کو قائم اور درست کرنے کے لیے تھا۔کیونکہ اس صورت میں یہ اشکال ہوگا کہ مقتدی کو تو '' وَلاَ الضَّآلِّينَ '' کے فوراً بعد آمین کہنے کا حکم دے دیا اور امام ابھی سانس کو قائم کرنے کے لیے سکتہ میں ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا اختلاف ظاہر ہے کہ ان سکتات کے بارے میں ہوا ہے جن میں کوئی دعا یا عمل مشروع ہے۔سانس قائم کرنے والے سکتات تو طویل قراءت میں جگہ جگہ آئیں گے۔ان میں اختلاف کے کوئی معنیٰ نہیں۔

بہر حال حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تصدیق سے یہ ثابت ہوا کہ ''وَلَا الضَّآلِّينَ '' کے بعد سکتہ ہوتا تھا اور سکتہ کے بارے میں بظاہر یہ طے ہے کہ یہ آمین کے لیے تھا۔تو معلوم ہوگیا کہ آمین کا عمل جہراً نہیں، سراً کیا جاتا تھا۔

ان چاروں احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ دو سکتہ فرماتے تھے۔ ایک پہلی تکبیر کے بعد ثنا کے لئے اور دوسرا سکتہ ''وَلَا الضَّآلِّينَ '' کے بعد اور آپ احادیث میں بار بار پڑھ چکے ہیں کہ ''وَلَا الضَّآلِّينَ '' کے بعد آمین ہوتی ہے اور اس حدیث میں سکتہ کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوا کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ ثناء

آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔اسی طرح آمین بھی آہستہ آواز سے کہتے تھے۔

نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کے بعد سکتہ آمین کے لئے تھا یا کسی اور چیز کے لئے؟ اگر آمین کے لئے تھا تو مدعیٰ ثابت ہوگیا کہ آمین آہستہ کہنی مسنون ہے اور اگر یہ سکتہ کسی اور چیز کے لئے تھا تو یہ بعد آمین ہوا، بعد''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' نہ ہوا حالانکہ حدیث کے الفاظ ہیں: اذافرغ من قراءة وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔اس واسطے اب روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ یہ سکتہ آمین کے لئے تھا۔

اس حدیث میں حَفِظَ کا لفظ ہے۔یعنی جس طرح حافظ قرآن کو خوب یاد رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو خوب یاد تھا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس کو امر یعنی حکم فرمایا ہے۔گویا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے۔اور غیر مقلد تو کان اذا سے دوام مراد لیا کرتے ہیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے سے دوسرے سکتہ کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے اور سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔

4.4.1:۔حافظ ابن قیمؒ کا فرمان

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وَكَانَ لَهُ سَكْتَتَانِ؛ سَكْتَةٌ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، وَعَنْهَا سَأَلَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَاخْتُلِفَ فِي الثَّانِيَةِ؛ فَرُوِيَ أَنَّهَا بَعْدَ الْفَاتِحَةِ. وَقِيلَ إِنَّهَا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ وَقَبْلَ الرُّكُوعِ. وَقِيلَ: هِيَ سَكْتَتَانِ غَيْرُ الْأُولٰى فَتَكُونُ ثَلَاثًا. وَالظَّاهِرُ إِنَّمَا هِيَ اثْنَتَانِ فَقَطْ. وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَلَطِيفَةٌ جِدًّا لِأَجْلِ تَرَادِّ النَّفَسِ، وَلَمْ يَكُنْ يَصِلُ الْقِرَاءَةَ بِالرُّكُوعِ بِخِلَافِ السَّكْتَةِ الْأُولٰى، فَإِنَّهُ كَانَ يَجْعَلُهَا بِقَدْرِ الِاسْتِفْتَاحِ، وَالثَّانِيَةُ قَدْ قِيلَ: إِنَّهَا لِأَجْلِ قِرَاءَةِ الْمَأْمُومِ. فَعَلٰى هٰذَا: يَنْبَغِي تَطْوِيلُهَا بِقَدْرِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ. وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَلِلرَّاحَةِ وَالنَّفَسِ فَقَطْ وَهِيَ سَكْتَةٌ لَطِيفَةٌ، فَمَنْ لَمْ يَذْكُرْهَا فَلِقِصَرِهَا، وَمَنِ اعْتَبَرَهَا

جَعَلَهَا سَكْتَةً ثَالِثَةً. فَلَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ، وَهٰذَا أَظْهَرُ مَا يُقَالُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ.

وَقَدْ صَحَّ حَدِيثُ السَّكْتَتَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ سمرة، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، ذَكَرَ ذٰلِكَ أبو حاتم فِي "صَحِيحِهِ"، وسمرة هو ابن جندب، وَقَدْ تَبَيَّنَ بِذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَ مَنْ رَوَىٰ حَدِيثَ السَّكْتَتَيْنِ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ، وَقَدْ قَالَ: "حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:٧).

وَفِي بَعْضِ طُرُقِ الْحَدِيثِ؛ فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ سَكَتَ، وَهٰذَا كَالْمُجْمَلِ، وَاللَّفْظُ الْأَوَّلُ مُفَسَّرٌ مُبَيِّنٌ. وَلِهٰذَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لِلْإِمَامِ سَكْتَتَانِ، فَاغْتَنِمُوا فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ؛ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا قَالَ: "وَلَا الضَّالِّينَ" عَلٰى أَنَّ تَعْيِينَ مَحَلِّ السَّكْتَتَيْنِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ تَفْسِيرِ قتادة. فَإِنَّهُ رَوَى الْحَدِيثَ عَنِ الحسن عَنْ سمرة قَالَ: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عمران، فَقَالَ: حَفِظْنَاهَا سَكْتَةً، فَكَتَبْنَا إِلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ بِالْمَدِينَةِ. فَكَتَبَ أبي أَنْ قَدْ حَفِظَ سمرة. قَالَ سعيد: فَقُلْنَا لقتادة: مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ؟ قَالَ: إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ: وَإِذَا قَالَ: "وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:٧).

قَالَ: وَكَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ أَنْ يَسْكُتَ حَتَّى يَتَرَادَّ إِلَيْهِ نَفَسُهُ. وَمَنْ يَحْتَجُّ بالحسن عَنْ سمرة يَحْتَجُّ بِهٰذَا.

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ج١ص٢٠١، ٢٠٢. المؤلف: محمد بن أبی بکر بن أیوب بن سعد شمس الدین ابن قیم الجوزیة (المتوفی ٧٥١ھ) .الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، مکتبة المنار الإسلامیة، الکویت. الطبعة: السابعة والعشرون ١٤١٥ھ؛ زاد المعاد ص٦٦، ٦٧ طبع مؤسسۃ الرسالۃ

ناشرون، بیروت)

ترجمہ حضور ﷺ نماز میں دو سکتے فرماتے تھے۔ایک سکتہ تو تکبیرِ تحریمہ اور قراءت کے درمیان ہوتا تھا۔اسی سکتہ کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا تھا۔دوسرے سکتے کے بارے میں اختلاف ہے۔یہ روایت کیا گیا ہے کہ وہ سورت فاتحہ کی قراءت کے بعد ہوتا تھا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قراءت کے بعد اور رکوع سے پہلے ہوتا تھا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے سکتے کے علاوہ دو سکتے اور ہیں۔پھر تو تین سکتے ہو گئے۔حالانکہ صحیح بات یہی ہے کہ صرف دو سکتے ہی ہیں۔اور تیسرا سکتہ، وہ تو بہت ہی لطیف ہوتا تھا تاکہ آپ ﷺ اپنا سانس درست کر سکیں۔آپ ﷺ قراءت کو رکوع کے متصل نہیں فرماتے تھے۔بخلاف پہلے سکتہ کے کہ وہ تو بقدر استفتاح (ثناء وغیرہ) ہوتا تھا۔دوسرا سکتہ اس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مقتدیوں کی قراءت کے لیے ہے۔اس بناء پر تو وہ سورت فاتحہ کی قراءت کے بقدر طویل ہونا چاہیے (حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔رہا تیسرا سکتہ، تو وہ صرف راحت اور سانس لینے کے لیے ہے۔وہ تو بہت ہی لطیف سکتہ ہے۔اسی لیے جنہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا تو وہ اس کے بہت ہی مختصر ہونے کی وجہ سے ہے۔اور جنہوں نے اس کا اعتبار کیا ہے، تو اس کو تیسرا سکتہ کہا ہے۔لہٰذا روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔اس حدیث کے بارے میں یہی بات زیادہ ظاہر ہے۔بیشک دو سکتوں والی حدیث حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح ہے۔اس روایت کو ابو حاتم (ابن حبانؒ) نے اپنی کتاب ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے۔اس حدیث میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ دو سکتوں والی حدیث کے روایت کرنے والے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

حَفِظْتُ من رسول الله ﷺ سكتتين: سكتةً اذا كَبَّرَ، وسكتةً اذا فرغ من قراءةِ "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ".

ترجمہ مجھے خوب حفظ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں دو سکتے فرماتے تھے۔ایک

تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ " کے بعد۔

اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب آپ ﷺ قراءت سے فارغ ہوتے تو سکتہ کرتے۔ یہ مجمل ہے۔ اور پہلی روایت مفسّر اور مبیّن ہے (یعنی وہ اس اجمال کی وضاحت کرتی ہے)۔ اسی لیے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں: سورت فاتحہ کی قراءت کو افتتاح صلوٰۃ کے وقت اور "وَلاَ الضَّآلِّیْنَ " کے بعد غنیمت جانو۔ اس سے دو سکتوں کے موقع اور محل کی تعیین ہوگئی۔ یہ تو حضرت قتادہؒ کی تفسیر ہے۔ وہ حضرت حسن بصریؒ اور وہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

سکتتانِ حفظتُهما عن رسول الله ﷺ، فأنکرَ ذٰلکَ عمرانُ بنُ حُصَینٍ، وقال: حفظنا سکتةً، فکتبنا الٰی أُبَیٍّ بن کعب بالمدینة، فکتب أُبَیٌّ أَنْ حَفِظَ سمرةُ. قال سعیدٌ: فقلنا لقتادة: ما هاتان السکتتانِ؟ قال: اذا دخل فی صلاتهٖ، واذا فرغ من القراءةِ، ثم قال بعد ذٰلک: واذا قرأ "وَلاَ الضَّآلِّیْنَ ". قال: وکان یعجبهٗ اذا فرغ من القراءة أن یسکتَ حتّٰی یترآدَّ الیهِ نفسهٗ.

ترجمہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے خوب یاد کیے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور فرمایا: "ہم نے ایک ہی سکتہ یاد کیا ہے"۔ ہم نے اس کے متعلق حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خط لکھا۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے خوب یاد رکھا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت قتادہؒ سے کہا: یہ دو سکتے کیا ہیں؟ حضرت قتادہؒ فرمانے لگے: جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہوتے، اور جب قراءت سے فارغ ہوتے۔ پھر اس کے بعد فرمایا: جب آپ ﷺ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ " پڑھ لیتے (تو سکتہ کرتے)۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ اس بات کو پسند کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ قراءت سے فارغ ہوتے تو آپ ﷺ سکتہ کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ سانس درست کر لیتے"۔

جن لوگوں نے حضرت حسن بصریؒ کے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سماع کی دلیل پکڑی ہے۔وہ اسی حدیث سے ہے“

4.4.2:۔حدیثِ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی سندی بحث

اعتراض حضرت حسن بصریؒ کا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔لہٰذا یہ روایت منقطع ہوئی۔

جواب

1 حافظ ابن قیمؒ کے حوالہ سے تینوں احادیث صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔(زاد المعاد ص ۶۷)

2 حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔
(دیکھیے صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲)

3 علامہ ظہیر نیمویؒ فرماتے ہیں:

قال السیوطی فی الفصل الرابع من کتاب سھام الاصابة فی الدعوات المُجَابةِ:أخرج الطبرانی فی الأوسط بسند حسنٍ:عن الحسن قال: قال سمرةُ بنُ جندبٍ:ألا أحدثکم حدیثاً سمعتُه من رسول اللّٰه ﷺ مراراً، ومن أبی بکرٍ مراراً، ومن عمر مراراً الحدیث۔
(التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن ص ۱۴۳)

ترجمہ سندِ حسن سے ثابت ہے۔حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تیرے سامنے وہ حدیث نہ بیان کروں جو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ ،حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بار بار سنی ہے“۔

4 علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصریؒ کے سماع میں تین مذہب ہیں:

۱ ایک فریق بالکل منکر ہے۔

۲ دوسرا فریق صرف عقیقہ کی حدیث کا قائل ہے۔

۳ تیسرا فریق مطلقاً سماع کا قائل ہے۔

امام حاکمؒ، علی بن مدینیؒ، امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ تیسرے گروہ میں شامل ہیں۔

(سبل السلام ج ۲ص ۳۷، باب العاریۃ حدیث 1)

5 قال أبو داؤد: وَدَلَّتْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةُ أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ۔

(سنن ابی داؤد باب: التشہد، تحت رقم الحدیث ۹۷۵ طبع دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: یہ صحیفہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے۔

6 علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں (شرح ترمذی ج ۲ص ۳۱)۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؒ کا سماع حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے جیسا کہ ہم (علامہ شاکرؒ) نے شرح ترمذی (ج ۱ص ۳۴۳) میں ذکر کر دیا ہے۔

لہٰذا حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

اعتراض جناب زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں قتادہؒ ہیں اور وہ مدلس ہیں اور وہ عَنْ سے روایت کرتے ہیں۔

جواب ابوداؤد میں چار احادیث ہیں: پہلی اور دوسری احادیث میں حضرت حسنؒ سے روایت کرنے والے بالترتیب حضرت یونسؒ اور حضرت اشعثؒ ہیں۔ اسی طرح مسند احمد (رقم ۲۰۵۳۰) میں منصورؒ اور یونسؒ بھی موجود ہیں۔ لہٰذا حضرت قتادہؒ کے متابع موجود ہیں۔ جب کہ محدثین کرامؒ اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔

باب 5

حدیثِ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

یہ حدیث حضرت سفیانؒ اور حضرت شعبہؒ دونوں نے سلمہ بن کہیلؒ سے، اس نے حجرؒ، اس نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کو مد کے ساتھ ادا فرمایا''۔ حضرت شعبہؒ نے کہا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین پست آواز سے کہی''۔

5.1:۔ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریقِ شعبہؒ

حدیث نمبر 1:۔ حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبةُ، عن سلمة بن كُهَيلٍ، عن حجرٍ أبي العنبسِ قال: سمعتُ علقمةَ يحدثُ عن وائلٍ (أو سمعه حُجُرٌ من وائلٍ)، قال: صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قرأ ''غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ''. قال: ''آمين''. وأَخفىٰ بِهَا صَوتَهُ. ووضع يده اليمنىٰ على يده اليُسرىٰ وسلَّمَ، عن يمينه وعن يساره.

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۶؛ مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹ طبع بیت الافکار الدولیہ، لبنان، طبع رابع ۲۰۱۰ء)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ'' پڑھ چکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آواز کو آہستہ کر دیا۔ نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حدیث نمبر 2:۔ حدثنا وكيعٌ، حدثنا سفيانُ، عن سَلَمَةَ بْنِ كُهَيلٍ، عن حجرِ بن

عنبس عن وائلِ بن حُجرٍ، قال: سمعتُ النبیﷺ قرأ "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ". فقال: آمینَ، یمدُّ بها صوتهٗ.
(مسند احمد رقم ۱۹۰۴۷)

حدیث نمبر 3:۔ حدثنا عبد الرحمٰن، قال: وقال شعبةُ: وَخَفَضَ بِهَا صَوتَهٗ.
(مسند احمد رقم ۱۹۰۴۸، طبع بیت الافکار الدولیہ، لبنان، طبع رابع ۲۰۱۰ء)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں: "میں نے جناب رسول اللہﷺ کو سنا۔ جب آپؐ نے "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" پڑھا تو آپؐ نے آمین کہا۔ حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے اس میں آواز کو کھینچا یعنی لفظ آمین کو مد کے ساتھ ادا کیا۔ حضرت امام شعبہؒ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے آمین کہتے ہوئے اپنی آواز کو پست کیا۔

حدیث نمبر 4:۔ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِی سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حُجْرًا أَبَا الْعَنْبَسِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ، يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ، وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ" (الفاتحة:۷) قَالَ: آمِينَ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ.

(مسند أبی داود الطیالسی، ج۲ص۳۶۰، ۳۶۱رقم ۱۱۱۷. المؤلف: أبو داود سلیمان بن داود بن الجارود الطیالسی البصری (المتوفی ۲۰۴ھ). المحقق: الدکتور محمد بن عبد المحسن الترکی. الناشر: دار هجر، مصر. الطبعة: الأولی ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ: حضرت حجر ابو عنبسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہ بن وائلؒ سے سنا۔ وہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت حجر ابو عنبسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت وائل بن حجرؓ سے خود بھی سنا ہے): انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب آپ ﷺ نے "غَیرِ

المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّين ''پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس میں اپنی آواز کو پست کیا۔ اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں اور بائیں طرف منہ کر کے سلام پھیرا۔

حدیث نمبر 5:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، ثنا أَبُو الْأَشْعَثِ، ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، ثنا وَائِلٌ، أَوْ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ قَالَ: ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ (الفاتحة:۷)، قَالَ: ”آمِينَ“ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ. وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ.

(سنن الدارقطني، ج۲ص۱۲۸،۱۲۹رقم ۱۲۷۰.المؤلف: أبو الحسن على بن عمر بن أحمد بن مهدى بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادى الدارقطنى (المتوفى۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبى، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۴ھ؛سنن دارقطنی مترجم جلد دوم جزء چہارم ص۴۵۲،۴۵۳رقم ۱۲۵۵)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ میں نے آپ ﷺ کو سنا۔ جب آپؐ نے ''غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّين ''پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہا۔ آپؐ نے اس میں اپنی آواز کو پست رکھا۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھا تھا اور آپؐ نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

حدیث نمبر 6:۔أَخْبَرَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ فُورَكٍ، أنبأ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، ثنا يُونُسُ بْنُ حَبِيبٍ، ثنا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، ثنا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ حُجْرًا أَبَا الْعَنْبَسِ قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:٧) قَالَ: "آمِينَ" خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

(السنن الكبرى ج٢ص٨٣رقم٢٤٤٧.المؤلف: أحمد بن الحسين بن على بن موسى الخُسْرَوْجِردى الخراسانى، أبو بكر البيهقى (المتوفى٤٥٨ھ). المحقق:محمد عبد القادر عطا.الناشر:دار الكتب العلمية، بيروت. الطبعة: الثالثة، ١٤٢٤ھ؛سنن بیہقی کبریٰ ج٢ص٥٧طبع ملتان)

ترجمہ حضرت حجر ابوعنبسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہ بن وائلؒ سے سنا۔ وہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت حجر ابوعنبسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے خود بھی سنا ہے): ''انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ '' پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کردی۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ یہ سند امام بیہقیؒ نے امام ابوداؤد طیالسیؒ کے طریق سے نقل کی ہے۔

حدیث نمبر 7:۔(قال أبو عيسىٰ:) وروىٰ شعبةُ هٰذا الحديث، عن سلمة بن كُهَيلٍ، عن حجرٍ أبى العنبسِ عن علقمةَ بن وائلٍ،عن أبيه:أنَّ النبىَّ صلى الله عليه وسلم قرأ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ". فقال: "آمين"، وخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

(ترمذی ص١٢٧ تحت رقم ٢٤٨ طبع دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" پر پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا اور اس میں اپنی آواز کو پست کیا۔

حدیث نمبر 8:۔رَوَاهُ أَبُو مُسْلِمٍ الْكَجِّيُّ فِي سُنَنِهِ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ

قَالَ:وَقَدْ سَمِعَهُ حُجرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

(التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج١ص٥٨٢رقم ٣٥٣. المؤلف:أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى٨٥٢ھ).الناشر: دار الكتب العلمية.الطبعة:الطبعة الأولى ١٤١٩ھ)

ترجمہ امام ابومسلم ابراہیم الکجیؒ (الشیخ الإمام الحافظ المعمر شیخ العصر أبو مسلم إبراهيم بن عبد الله بن مسلم بن ماعز بن مهاجر البصری الکجی صاحب السنن، المتوفی ٢٩٢ھ) نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ ہم کو عمرو بن مرزوقؒ نے بتایا۔ ان کو امام شعبہؒ نے حدیث بیان کی سلمہ بن کہیلؒ سے، انہوں نے حجر بن عنبسؒ، انہوں نے علقمہؒ سے، انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے۔ اور بیشک حجر بن عنبسؒ نے یہ حدیث خود بھی حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے سنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آمین پوشیدہ کر کے کہی۔

حدیث نمبر 9:۔أخبرنا أبوبكر بن اسحٰق الفقيهُ وأبوعبد اللّٰه الصَّفَارُ الزاهدُ وعليٌّ بن حمشاذِ العدلُ قالوا: حدثنا اسمٰعيلُ بنُ اسحٰق القاضي، حدثنا سليمانُ بن حربٍ وأبو الوليدِ قالا:حدثناشعبةُ،عن سلمة بن كُهَيلٍ، قال:سمعتُ حُجْراً أباالعنبسِ،يحدِّثُ عن علقَمةَبن وائلٍ عن أبيه،أنه صلّٰى مع النبیﷺ حين قال: "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ".قال:" آمين"،ويَخْفِضُ بها صوتَهُ.هٰذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين ولم يُخرِجَاهُ.

(مستدرک حاکم ج٢ص٦٠٨رقم ٢٩٦٨طبع دارالمعرفہ،بیروت؛وأَقَرَّه الذهبی. علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبیؒ ج٢ص٢٣٢)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور جب آنحضرت ﷺ "غير المغضوب عليهم ولا

الضآلّین'' پر پہنچے تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس میں اپنی آواز کو پست کیا۔

حدیث نمبر 10:۔ حضرت امام طبرانیؒ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ غَنَّامٍ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ قَالَ: ''وَلَا الضَّالِّينَ''(الفاتحة:۷)، قَالَ: ''آمِينَ'' وَيَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۴۵رقم ۱۱۲. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفی ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

ترجمہ حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جب آپ ﷺ نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن'' پڑھا، تو آپ ﷺ نے آمین کہا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنی آواز کو پست رکھا۔ نماز کے دوران آپ ﷺ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھا تھا اور آپ ﷺ نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

حدیث نمبر 11:۔ اوپر بیان کی ہوئی سندوں میں حجر ابوالعنبسؒ حضرت وائل بن حجرؓ سے علقمہؒ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں۔ طبرانی کی روایت میں جس کو وہ اپنے شیخ معاذ بن المثنیٰؒ اور ابو مسلم الکجیؒ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ حضرت علقمہؒ کے واسطہ کے بغیر بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام طبرانیؒ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثنا أَبُو الْوَلِيدِ، ثَنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَنْبَسٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ: ''وَلَا الضَّالِّينَ'' (الفاتحة:۷)

قَالَ: "آمِيْنَ" فَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى، وَسَلَّمَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، وَعَنْ يَّسَارِهٖ.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۴۳رقم۱۰۹. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

حَدَّثَنَا أَبُو مُسْلِمِ الْكَشِّيُّ، ثنا حَجَّاجُ بْنُ نُصَيْرٍ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ حُجْرَ أَبَا الْعَنْبَسِ يُحَدِّثُ، عَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ: "وَلَا الضَّالِّيْنَ (الفاتحة: ۷) قَالَ: "آمِيْنَ" وَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى، وَجَعَلَهَا عَلٰى بَطْنِهٖ، وَكَانَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ. قَالَ: أَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ تَسْلِيْمَتَيْنِ".

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۴۴رقم۱۱۰. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّين" پڑھا تو آپ نے آمین کہا۔ آپ نے اس میں اپنی آواز کو آمین کہتے ہوئے پست رکھا۔ نماز کے دوران آپ نے اپنا دایاں دست مبارک بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو اپنے پیٹ پر رکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمع الله لمن حمده کہتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے بعد) "اللّٰهم ربنا لك الحمد "بھی کہتے۔ اور آپ اپنے دائیں طرف اور بائیں طرف، دونوں طرف، سلام پھیرتے۔

یہ الفاظ ابو مسلم الکجیؒ کی حدیث کے ہیں۔

حدیث نمبر 12: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ السُّيُوطِيُّ، ثنا عَفَّانُ، ثنا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَالَ: "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ، وَلَا الضَّآلِّيْنَ" قَالَ: "آمِينَ" خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

(المعجم الكبير، ج۲۲ص۹رقم ۳. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپ ﷺ نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن'' پڑھا تو آپؐ نے آمین کہا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنی آواز کو پست رکھا۔

☆ علامہ عینیؒ اس سب کی تلخیص یوں بیان کرتے ہیں:

وَاحْتج أَصْحَابُنَا بِمَا رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد الطَّيَالِسِيّ وَأَبُو يعلى الْموصِلِي فِي (مسانيدهم) وَالطَّبَرَانِيّ فِي (مُعْجَمه) وَالدَّارَقُطْنِيّ فِي (سُنَنه) وَالْحَاكِم فِي (مُسْتَدْركه) من حَدِيث شُعْبَة عَن سَلمَة بن كهيل عَن حجر بن العنبس عَن عَلْقَمَة بن وَائِل عَن أَبِيه أَنه: صلى مَعَ النَّبِي صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم فَلَمَّا بلغ "غير المغضوب عَلَيْهِم وَلَا الضَّالّين" قَالَ: "آمين"، وأخفى بهَا صَوته. وَلَفظ الْحَاكِم فِي كتاب (الْقرَاءات): "وخفض بهَا صَوته". وَقَالَ: حَدِيث صَحِيح الْإِسْنَاد وَلم يخرجَاهُ.

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج۶ص۵۱. المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى ۸۵۵ھ). الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

5.2:۔حدیث حضرت وائل بن حجرؓ بطریق شعبہؒ کی سندی اور فنی بحث

ناظرین کرام! یہ بارہ (12) روایتیں سب کی سب صحیح ہیں۔ان کے رجال و راوی سب ثقہ ہیں۔یہ سب روایات امام شعبہؒ ہی کے طریق سے ہیں۔امام شعبہؒ کے طریق سے اس مروی روایت کی جس طرح امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ تصحیح کرتے ہیں۔
اسی طرح امام محمد بن جریر طبریؒ بھی تصحیح کرتے ہیں (الجوہر النقی ج۲ص ۵۸) اور عمل بھی اخفاء آمین کی حدیثوں پر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کرامؓ کا مسلک بھی قرار دیتے ہیں اور بعض معزز صحابہ کرامؓ سے اخفاء آمین کی روایتیں بھی کرتے ہیں۔
علامہ قاضی عیاض مالکیؒ (المتوفی ۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:''امام شعبہؒ کی حدیث جس میں اخفاء آمین کا بیان ہے اور سفیان ثوریؒ کی حدیث جس میں آمین بالمدّ کا ذکر ہے دونوں حدیثیں صحیح ہیں''۔(العرف الشذی مع الترمذی ج۱ص ۱۳۳)
حضرت امام شعبہؒ کے بہت سے شاگرد ہیں جو اس کو روایت کرتے ہیں:

1 محمد بن جعفر غندرؒ جو اثبت الناس فی شعبة ہے وہ اس روایت کو امام شعبہؒ سے ''وأَخفیٰ بِھَا صَوْتَہ'' روایت کرتے ہیں۔(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹)

2 امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ جو نہایت ثقہ راوی ہیں (تقریب ص۳۲۱)۔یہ اپنے استاذ امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ'' نقل کرتے ہیں۔(مسند احمد رقم ۱۹۰۴۸)

3 امام یزید بن زریعؒ جو بہت ثقہ ہیں وہ بھی اس روایت میں امام شعبہؒ سے ''وأَخْفیٰ بِھَا صَوْتَہ'' روایت کرتے ہیں۔(سنن دارقطنی ج۲ص ۱۲۸، ۱۲۹، رقم ۱۲۷۰)

4 امام ابوداؤد طیالسیؒ بھی اپنے استاذ امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ'' نقل کرتے ہیں۔(مسند ابوداؤد طیالسی ج۲ص ۳۶۰، ۳۶۱ رقم ۱۱۱۷؛ سنن بیہقی ج۲ص ۸۳ رقم ۲۴۴۷)

5 عمرو بن مرزوقؒ بھی جو ثقہ ہیں۔امام بخاریؒ کے استاذ بھی ہیں (بخاری ج۱ص ۴۰۴) اپنے استاذ امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ'' نقل کرتے ہیں۔

(سنن ابو مسلم الکجیؒ : تلخیص الحبیر لابن حجرؒ ج ا ص ۵۸۲ رقم ۳۵۳؛ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۴۷ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

6 سلیمان بن حربؒ بھی اپنے استاذ امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں۔(مستدرک حاکم رقم ۲۹۶۸)

7 امام ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسیؒ بھی امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں۔(مستدرک حاکم رقم ۲۹۶۸)

8 امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک طیالسیؒ اور حجاج بن نصیرؒ دونوں امام شعبہؒ سے ''وَأَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں۔(طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۴۳، ۴۴، ۴۵)

9 امام عفانؒ بھی امام شعبہؒ سے ''وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں۔
(طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۹ رقم ۳)

5.3:۔حدیث حضرت وائل بن حجرؓ بطریقِ شعبہؒ پر اعتراضات کے جوابات

5.3.1:۔اعتراض 1:۔ حضرت شعبہؒ سے حضرت سلمہ بن کہیلؒ کا نام ذکر کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ان کا نام حُجر بن العنبسؒ ہے، جیسا کہ سفیانؒ کی روایت میں ہے۔لیکن شعبہؒ نے حُجر بن العنبسؒ کی بجائے حُجر ابوالعنبسؒ ذکر کیا ہے۔حالانکہ ان کی کنیت ابو العنبسؒ نہیں، بلکہ ابوالسکنؒ ہے۔

جواب دراصل حُجرؒ کے والد اور بیٹے دونوں کا نام عنبسؒ تھا۔لہٰذا ان کو حُجر ابوالعنبسؒ کہنا بھی صحیح ہے۔اور حُجر بن العنبسؒ بھی۔چنانچہ حافظ ابن حبانؒ نے ''کتاب الثقات'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ ان کو حُجر ابوالعنبسؒ بھی کہا جاتا ہے اور حُجر بن العنبسؒ بھی۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی ''تہذیب التہذیب'' میں اس کا اعتراف کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کا نام روایتوں میں دونوں طرح مذکور ہے۔چنانچہ امام ابوداؤدؒ (سنن ابوداؤد رقم ۹۳۲) نے یہ روایت سفیان کے طریق سے نقل کی ہے۔اس میں حُجر بن العنبسؒ

کی بجائے حُجر ابوالعنبسؒ ذکر کیا ہے جیسا کہ شعبہؒ نے ذکر کیا ہے۔اس کے برعکس امام ابن حبانؒ (موارد الظمآن ص۱۲۴ رقم الحدیث ۴۴۷) نے یہ روایت امام شعبہؒ کے طریق سے نقل کی ہے اور اس میں حُجر ابوالعنبسؒ کی بجائے حُجر بن العنبسؒ ذکر کیا ہے امام دارقطنیؒ (سنن دارقطنی رقم ۱۲۷۰) نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: ''عن حُجرٍ أبی العنبسِ وھو ابنُ عنبس ''۔اس طرح تصریح ہوگئی کہ یہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ لہٰذا شعبہ کی روایت پر اس لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ''ھو أبو العنبس حُجرٌ بنُ عنبس'' (عمدۃ القاری ج۶ ص۴۷)۔یعنی ابوالعنبسؒ ہی حجر بن عنبسؒ ہے۔

5.3.2: اعتراض 2: ۔حضرت امام شعبہؒ نے حجر بن العنبسؒ اور حضرت وائل بن حجرؓ کے درمیان حضرت علقمہ بن وائلؒ کا واسطہ بڑھا دیا ہے حالانکہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، جیسا کہ حضرت سفیانؒ کی روایت میں ہے۔

جواب ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ ایک راوی کسی روایت کو بلا واسطہ بھی سنتا ہے اور بالواسطہ بھی۔ اور دونوں طرح اسے روایت بھی کر دیتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ چنانچہ حجر بن العنبسؒ نے یہ روایت دونوں طرح سنی تھی۔ایک مرتبہ براہِ راست حضرت وائل بن حجرؓ سے سنی ہے جسے سفیان ثوریؒ نے روایت کیا ہے اور دوسری مرتبہ علقمہ بن وائلؒ کے واسطہ سے سنی جسے شعبہؒ نے روایت کیا ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد طیالسیؒ نے بھی یہ روایت تخریج کی ہے جس میں سلمہ بن کہیلؒ فرماتے ہیں: '' قال سمعتُ حجراً أباعنبسٍ، قال: سمعتُ علقمةَ بنَ وائلٍ، یحدِّثُ عن وائلٍ و سمعتُ من وائل'' (مسند ابوداؤد طیالسی ج۲ ص۳۶۰، ۳۶۱ رقم ۱۱۱۷)۔اس طرح گویا حجر بن العنبسؒ نے بذاتِ خود اس بات کی تصریح کر دی کہ یہ روایت انہوں نے دونوں طرح سنی ہے۔ مسند احمد (رقم ۱۹۰۵۹) اور سنن ابومسلم الکجیؒ (تلخیص الحبیر لابن حجرؒ ج۱ ص۵۸۲ رقم ۳۵۳؛ عمدۃ القاری ج۶ ص۴۷ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ) میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ حجر بن العنبسؒ نے یہ روایت دونوں طرح سنی ہے۔ اسی طرح دارقطنی (رقم ۱۲۷۰) نے یہ روایت یزید بن زریعؒ کے طریق سے تخریج کی ہے:

''حدثنا شعبةُ، عن سلمةَ بنِ كُهَيْلٍ عن حُجْرٍ أبي العنبسِ، عن علقمةَ، قال: حدثنا وائلٌ، أو عن وائلٍ بن حُجْرٍ ''۔ اس طرح یہ اعتراض بھی درست نہ رہا۔

(تفصیل کے دیکھیے حاشیہ آثار السنن ص ۱۴۴)

5.3.3: اعتراض 3: ۔علقمہ کا سماع اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیے کہ بقول امام بخاریؒ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔ (العلل الکبیر امام ترمذی)

جواب حضرت علقمہ بن وائلؒ کا سماع اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کے دو صاحب زادے ہیں: حضرت علقمہ بن وائلؒ اور حضرت عبد الجبار بن وائلؒ۔ حضرت علقمہ بن وائلؒ بڑے ہیں اور حضرت عبد الجبار بن وائلؒ چھوٹے ہیں۔ درحقیقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے جس صاحب زادے کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ اپنے والد کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تھے، وہ حضرت علقمہؒ بن وائل نہیں بلکہ حضرت عبد الجبار بن وائلؒ ہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ کتاب الحدود، باب ماجاء في المرأة اذا استُكرِهَتْ على الزنا میں ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ''سمعتُ محمداً يقول: عبد الجبار بن وائل بن حجر لم يسمع من أبيه ولا أدركه. يقال: انه ولد بعد موت أبيه بأشهر ''(ترمذی رقم ۱۴۵۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا قول عبد الجبار بن وائلؒ کے بارے میں ہے نہ کہ علقمہ بن وائلؒ کے بارے میں۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ عبد الجبار بن وائلؒ کے بارے میں بھی یہ کہنا درست نہیں، کہ وہ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ علامہ نیمویؒ نے ثابت کیا ہے کہ ان کی ولادت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہوگئی تھی۔ پھر حضرت علقمہؒ تو ان سے بڑے ہیں۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی ولادت اور حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ان کے عدمِ سماع کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ چنانچہ امام ترمذیؒ کتاب الحدود، باب ماجاء في المرأة اذا استُكرِهَتْ على الزنا ہی کے آخر میں حضرت علقمہؒ کے

سماع کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وعلقمة بن وائل بن حجرٍ سمع من أبيه وهو أكبرُ من عبد الجبار بن وائل، وعبد الجبار لم يسمع من أبيه'' (ترمذی رقم ۱۴۵۴)۔ اس کے علاوہ متعدد روایات میں صراحتاً ان کا سماع اپنے والد سے ثابت ہے۔ چنانچہ سنن نسائی میں ہے: ''أخبرنا سويد بن نصر، قال: أنبأنا عبد الله بن المبارك، عن قيس بن سليم العنبريّ، قال: حدثني علقمة بن وائل، قال: حدثني أبي، قال: صليتُ الخ'' (سنن نسائی رقم ۱۰۵۵)۔ اس میں تحدیث کی صراحت ہے۔ ''سَمِعْتُ'' اور ''حَدَّثَنِيْ'' الفاظِ سماع میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی یہ روایت ''جزء رفع یدین'' میں اس طرح تخریج کی ہے: ''حدّثنا أبو نعيم الفضل بن دكين، قال: أنبأنا عن قيس بن سليم العنبريّ، قال: حدثني علقمة بن وائل، قال: حدثني أبي، قال: صليتُ الخ'' (جزء رفع یدین رقم ۱۰)۔ اور بھی متعدد روایات ایسی ہیں جن سے علقمہؒ کا سماع اپنے والد سے ثابت ہوتا ہے۔ (آثار السنن ص ۱۴۶، ۱۴۷)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''جزم ابنُ حِبَّانَ في ''الثقات'' أن كنيته كاسم أبيه، ولكن قال البخاريُّ: إنَّ كنيته أبو السَّكَن، ولا مانع أن يكونَ له كنيتان. قال (ابن القطان): واختلفا أيضاً في شيءٍ آخر. فالثوري يقول: حُجُرٌ عن وائلٍ، وشعبة يقول: حُجرٌ، عن علقمةَ بن وائلٍ، عن أبيه. قلتُ (ابن حجر): لم يقف ابنُ القَطَّان على ما رواه أبو مُسلم الكَجِّيُّ في ''سننه'': حدثنا عُمَرو بن مرزوقٍ، قال: حدثنا شُعْبَةُ، عن سَلَمَة بنِ كُهَيلٍ، عن حُجُرٍ (بن عنبسٍ)، عن عَلَقَمةَ بن وَائِلٍ، عن وائلٍ، قال وقد سمعه حُجُرٌ من وائلٍ، قال: صلّى النبي ﷺ فذكر الحديث. وهٰكذا رواه أبو داؤد الطيالسيُّ في ''مسنده'': عن شُعْبَةَ، عن سلمة (بن كُهَيلٍ)، قال سمعتُ حجراً أبا العنبسِ، قال: سمعتُ علقمةَ بنَ وائلٍ، عن وائلٍ، قال: سمعتُه من وائلٍ. فَبِهٰذا تنتفي وجوه الاضطراب عن هٰذا الحديث. وما بقي الا التعارض الواقع بين شُعْبَةَ

و سُفْيَانَ فيه في الرفع و الخفض ''۔

(تلخیص الحبیر ج ا ص ۵۸۲، ۵۸۳ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ حضرت امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں یقینی طور پر حجر بن عنبسؒ کی کنیت اس کے باپ کے نام کی طرح بتائی ہے۔لیکن امام بخاریؒ نے حجر بن عنبسؒ کی کنیت ابوالسکنؒ بتلائی ہے۔حالانکہ دو کنیتیں ہونے میں کوئی ممانعت ور کاوٹ نہیں (لہٰذا امام بخاریؒ کا اعتراض ٹھیک نہیں)۔امام ابن قطانؒ نے کہا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ اور امام شعبہؒ کا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ سفیان ثوریؒ یہ روایت بطریق حجر بن عنبسؒ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں جب کہ شعبہؒ، حجر بن عنبسؒ عن علقمه بن وائلؒ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں (یعنی سند میں علقمہؒ کا اضافہ کرتے ہیں)۔میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں: ابن قطانؒ کو اس روایت کا پتہ نہیں ہے۔جس کو امام ابومسلم الکجیؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے جس میں صراحتاً یہ موجود ہے کہ حجر بن عنبسؒ نے یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے خود بھی سنی ہے۔اسی طرح امام ابوداؤد طیالسیؒ نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے جس میں حجر بن عنبسؒ خود فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے علقمہ بن وائلؒ عن وائل رضی اللہ عنہ کے طریق سے خود سنی ہے اور علقمہؒ کے واسطہ کے بغیر خود بھی حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے سنی ہے (مسند ابی داؤد طیالسی ج ۲ ص ۳۶۰، ۳۶۰ رقم ۱۱۱۷)۔پس ان دلائل سے امام شعبہؒ کی اس (اخفاء آمین والی) حدیث سے اعتراضات بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہ جاتا، سوائے اس تعارض کے کہ امام شعبہؒ اس حدیث میں اخفاء آمین نقل کرتے ہیں جب کہ سفیان ثوریؒ بلند آواز سے نقل کرتے ہیں۔

علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں: ''بیشک امام ابن حبانؒ نے یقینی طور پر اپنی کتاب ''الثقات'' میں بیان کیا ہے کہ حجر بن عنبسؒ کی کنیت اپنے باپ کی طرح ہے۔پس سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔امام بخاریؒ نے کہا کہ حجرؒ کی کنیت ابوالسکنؒ ہے (حالانکہ ایک کنیت کہنا غلط ہے)۔کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں کہ حجر بن عنبسؒ کی دو کنیتیں ہوں۔تحقیق اخفاء آمین والی حدیث جو امام شعبہؒ نے روایت کی

ہے، کئی سندوں سے مروی ہے، جن میں امام شعبہؒ پر اضطراب وخطا کی نفی ہو جاتی ہے۔اب امام شعبہؒ پر سوائے اس کے کہ سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ کی روایت میں تعارض ہے اور کوئی اعتراض نہیں (شعبہؒ اخفاء آمین ذکر کرتے ہیں جبکہ سفیان ثوریؒ جہر آمین کا ذکر کرتے ہیں)''۔(نیل الاوطار ص۴۰۳ طبع دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۱ھ)

5.3.4:۔اعتراض 4:۔حضرت امام شعبہؒ نے حدیث میں ''مَدَّ بها صوته'' کی بجائے ''خَفَضَ بها صوته'' روایت کیا ہے۔حالانکہ صحیح روایت ''مَدَّبها صوته'' ہے۔

جواب یہ اعتراض مذکورہ بالا اعتراضات کے ختم ہو جانے کے بعد خود ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ حضرت امام شعبہؒ کو محدثین کرامؒ نے امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیا ہے ان کی امامت وثقاہت مسلّم ہے۔لہٰذا ان پر بدگمانی قطعی طور پر بلا دلیل ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا تصرّف کیا ہوگا کہ ''مد بها صوته'' کی بجائے ''خفض بها صوته'' روایت کر دیا ہے۔

جس طرح امام شعبہؒ پر باقی اعتراضات غلط تھے اور امام شعبہؒ ان میں صواب پر تھے۔ اسی طرح ''أَخفٰى بها صوته'' اور ''خَفَضَ بها صوته'' روایت کرنے میں بھی وہ صحیح اور راہِ صواب پر ہیں۔حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت سے اس کا تعارض صحیح نہیں ہے۔

1 حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت سے آمین کے جہر والی کوئی روایت مروی نہیں بلکہ آمین بالمد کا ذکر ہے یعنی آمین الف ممدودہ کے ساتھ کہنی چاہیے۔آمین قصر کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے۔

2 حضرت امام سفیان ثوریؒ کی روایت سے جہر آمین ثابت کرنا بالکل سینہ زوری ہے کیونکہ وہ خود اخفاء آمین کے قائل تھے۔علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں: ''بیشک حضرت سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین سرّاً کہے۔انہوں نے یہ مذہب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہوئے اختیار کیا ہے''۔(محلّی ج۳ ص۲۶۴ بتحشیہ علامہ احمد شاکرؒ)

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی

پوشیدہ طور پر آمین کہیں‘‘۔ (شرح مہذب ج۳ص۳۷۳)

قارئین کرام! حضرت سفیان ثوریؒ کا جب اخفاء آمین کا مسلک ہے تو ان کی روایت سے جہر آمین کشید کرنا صحیح نہیں جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ تعجب کی بات ہے کہ جب سفیان ثوریؒ ترک رفع یدین کی روایت بیان کرتے ہیں تو ان کے نزدیک وہمی اور غلط کار ہو جاتے ہیں اور جب آمین بالمد کی روایت بیان کرتے ہیں تو ان کے نزدیک معتمد علیہ بن جاتے ہیں اور ان کی روایت آمین بالمد سے خواہ مخواہ جہر آمین کشید کرتے ہیں جو کہ امام سفیان ثوریؒ کے مسلک کے خلاف ہے اور روایت ودرایت کے بھی خلاف ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ اخفاء آمین والی روایت پر عمل کرتے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ اور قاضی شوکانیؒ غیر مقلدان کی روایت آمین بالمد والی کا امام شعبہؒ کی روایت اخفاء آمین والی کے ساتھ تعارض پیش کرتے ہیں حالانکہ ان روایتوں کا سرے سے تعارض ہی نہیں کیونکہ اخفاء آمین بھی کیا جائے اور ساتھ ساتھ آمین بالمد بھی (یعنی آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھا جائے) تو کیا تعارض ہے؟ بلکہ فی الواقع اسی پر عمل اور تعامل ہے۔

3 امام شعبہؒ کی روایت کرنے والے سب شاگرد اس کو نماز کے اندر ذکر کرتے ہیں جب کہ سفیان ثوریؒ کی روایت میں نماز کا ذکر نہیں ہے تو تعارض کیسے ہے؟

نوٹ ہاں سفیان ثوریؒ سے ایک موضوع روایت میں جو ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے سنن بیہقی (ج۲ص۵۷) میں روایت کی گئی ہے: ’’قال: آمینَ، رفع بها صوتهٗ فی الصلوٰة‘‘۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے 5.5 میں حدیث نمبر 9)

تنبیہ

1 حافظ ابن حجرؒ حضرت سفیان ثوریؒ کے طریق سے حضرت وائل بن حجرؓ سے صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ (التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر ج۱ص۵۸۲ رقم ۳۵۳)

یہ حافظ ابن حجرؒ صاحب کا زبردست وہم ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ حضرت سفیان ثوریؒ

سے کسی بھی حدیث کی کتاب میں موجود نہیں چہ جائیکہ ترمذی، ابوداؤد، دارقطنی اور ابن حبان میں ہو (دیکھیے 5.6.5)

2 اسی طرح جناب شیخ الکل محمد نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: " وحديث وائل أخرجوه من طريق الثورى بلفظ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰه ﷺ. فلما قال: "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". قال : آمين. ومد بها صوته"۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۶)

یہ نقل بھی غلط ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے کسی سند (نہ سندِ ضعیف، نہ سندِ صحیح) سے بھی روایت نہیں کی گئی۔

5.3.5: اعتراض 5: ۔علامہ ابن قطان فاسیؒ فرماتے ہیں کہ حجر بن عنبسؒ مستور اور مجہول ہے۔

جواب امام ابن قطانؒ کا یہ اعتراض دراصل حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت پر ہے (دیکھیے نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۴)۔ چونکہ یہ اعتراض ہم پر دو طرح وارد ہو سکتا ہے۔

1 دونوں روایتوں کا دارومدار حضرت حجر بن عنبسؒ پر ہے جو کہ ابوالعنبسؒ بھی ہے۔

2 حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت بھی ہمارا مستدل ہے کیونکہ اس میں آمین بالمد ہے نہ کہ جہراً آمین۔ اس لیے اس کا جواب دینا ہمارے لیے ضروری ہے۔

حضرت حجر بن عنبسؒ بعض کے نزدیک صحابیؓ ہیں: "ذكره الطبرانى فى الصحابة وابن حبانؒ فى ثقات التابعين" (الاصابہ ج ۲ ص ۵۹)۔ امام طبرانیؒ صحابیؓ مانتے ہیں اور ابن حبانؒ ثقات تابعین میں ذکر کرتے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"جنگ جمل اور صفین میں (حضرت علیؓ کے طرفداران میں) شریک ہوئے ہیں۔ ان سے موسیٰ بن قیس الحضرمیؒ اور سلمہ بن کہیلؒ نے روایت بیان کی ہے"۔

(تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۱۳۲)

امام یحییٰ بن معینؒ، خطیب بغدادیؒ، امام دارقطنیؒ وغیرہ سب توثیق کرتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۱۴؛ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۷۴؛ نیل الاوطار ص ۴۰۳ طبع

دارابن حزم، بیروت ۱۴۲۱ھ؛ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۰۹)

5.3.6:۔علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) کی تحقیق

اس حدیث پر کئی اعتراضات کیے گئے ہیں۔علامہ عینیؒ نے ''عمدۃ القاری'' میں ان تمام اعتراضات کے تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:''قلت: تخطئه مثل شُعُبَة خطأ، وَكَيف وَهُوَ أَمِير الْمُؤمنِينَ فِي الحَدِيث؟''''حضرت امام شعبہؒ جو کہ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں، ان کی خطا نکالنا خود خطا ہے''۔امام بخاریؒ کا امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ کا تخطیہ کرنا اوراعتراض کرنا (جب کہ صحیح بخاری امام شعبہؒ کی احادیث سے بھری پڑی ہے) بالکل غلط و تاریخ کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے۔

اہل علم کے لیے علامہ عینیؒ کی مکمل عبارت پیش خدمت ہے:

فَإِن قلت: روى أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ عَن سُفْيَان عَن سَلمَة بن كهيل عَن حجر بن العنبس عَن وَائِل بن حجر، وَاللَّفْظ لأبي دَاوُد:''كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا قَرَأَ:''وَلَا الضَّالّين'' قَالَ:''آمين''، وَرفع بهَا صَوته''، وَلفظ التِّرْمِذِيّ:''وَمد بهَا صَوته''، وَقَالَ: حَدِيث حسن، وروى أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ من طَرِيق آخر عَن عَليّ بن صَالح، وَيُقَال الْعَلَاء بن صَالح الْأَسدي، عَن سَلمَة بن كهيل عَن حجر بن العنبس عَن وَائِل بن حجر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَنه: صلى فجهر بآمين، وَسلم عَن يَمِينه وشماله'' وسكتا عَنهُ. وروى النَّسَائِيّ: أخبرنَا قُتَيْبَة حَدثنَا أَبُو الْأَحْوَص عَن أبي إِسْحَاق عَن عبد الْجَبَّار بن وَائِل عَن أَبِيه، قَالَ: صليت خلف رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَمَّا افْتتح الصَّلَاة كبر'' الحَدِيث، وَفِيه:''فَلَمَّا فرغ من الْفَاتِحَة قَالَ:''آمين''، يرفع بهَا صَوته''. وروى أَبُو دَاوُد وَابْن مَاجَه عَن بشر بن رَافع عَن عبد الله ابْن عَم أبي هُرَيْرَة، قَالَ:''كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا

تَلا: "غير المغضوب عَلَيْهِم وَلَا الضَّالّين"، قَالَ: "آمين"، حَتّٰى يسمع من الصَّفّ الأول، وَزَاد ابْن مَاجه: "فيرتج بهَا الْمَسْجد". وَرَوَاهُ ابْن حبَان فِي (صَحِيحه) وَالْحَاكِم فِي (مُسْتَدْركه) وَقَالَ: على شَرط الشَّيْخَيْنِ، وَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيّ فِي "سنَنه" وَقَالَ: إِسْنَاده صَحِيح. قلت: الَّذِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيّ عَن سُفْيَان يُعَارضهُ مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ أَيْضا عَن شُعْبَة عَن سَلمَة بن كهيل عَن حجر أبي العنبس عَن عَلْقَمَة بن وَائِل عَن أَبِيه، وَقَالَ فِيهِ: "وخفض بهَا صَوته". فَإِن قلت: قَالَ التِّرْمِذِيّ: سَمِعت مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيل يَقُول: حَدِيث سُفْيَان أصح من حَدِيث شُعْبَة، وَأَخْطَأ شُعْبَة فِي مَوَاضِع، فَقَالَ حجر أبي العنبس: وَإِنَّمَا هُوَ حجر بن العنبس، ويكنى أَبَا السكن، وَزَاد فِيهِ عَلْقَمَة، وَإِنَّمَا هُوَ حجر عَن أبي وَائِل، وَقَالَ: "خفض بهَا صَوته"، وَإِنَّمَا هُوَ: "مد بهَا صَوته". قلت: تخطئه مثل شُعْبَة خطأ، وَكَيف وَهُوَ أَمِير الْمُؤمنِينَ فِي الحَدِيث؟ وَقَوله: هُوَ حجر بن العنبس، وَلَيْسَ بِأبي العنبس، لَيْسَ كَمَا قَالَه، بل هُوَ أَبُو العنبس حجر بن العنبس، وَجزم بِهِ ابْن حبَان فِي "الثِّقَات"، فَقَالَ: كنيته كاسم أَبِيه، وَقَول مُحَمَّد: يكنى أَبَا السكن، لَا يُنَافِي أَن تكون كنيته أَيْضا أَبَا العنبس، لِأَنَّهُ لَا مَانع أَن يكون لشخص كنيتان. وَقَوله: "وَزَاد فِيهِ عَلْقَمَة"، لَا يضر، لِأَن الزِّيَادَة من الثِّقَة مَقْبُولَة، وَلَا سِيمَا من مثل شُعْبَة. وَقَوله: وَقَالَ: وخفض بهَا صَوته وَإِنَّمَا هُوَ وَمد بهَا صَوته، يُؤَيّد مَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيّ عَن وَائِل بن حجر قَالَ: صليت مَعَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَسَمعته حِين قَالَ: "غير المغضوب عَلَيْهِم وَلَا الضَّالّين"، قَالَ: "آمين"، فأخفى بهَا صَوته. فَإِن قلت: قَالَ الدَّارَقُطْنِيّ: وهم شُعْبَة فِيهِ لِأَن سُفْيَان الثَّوْريّ وَمُحَمّد بن سَلمَة بن كهيل وَغَيرهمَا رَوَوْهُ عَن سَلمَة بن كهيل فَقَالُوا: وَرفع بهَا صَوته، وَهُوَ الصَّوَاب، وَطعن صَاحب (التَّنْقِيح) فِي حَدِيث شُعْبَة هَذَا

بِأَنَّهُ: قد رُوِىَ عَنهُ خِلَافه، كَمَا أخرجه الْبَيْهَقِيّ فِي (سنَنه) عن أبي الْوَلِيد الطَّيَالِسِيّ: حَدثنَا شُعْبَة عَن سَلمَة بن كهيل سَمِعت حجرا أَبَا العنبس يحدث عَن وَائِل الْحَضْرَمِيّ أَنه: صلى خلف النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَمَّا قَالَ:"وَلَا الضَّالّين"، قَالَ:"آمين"، رَافعا صَوته، قَالَ: فَهَذِهِ الرِّوَايَة توَافق رِوَايَة سُفْيَان. وَقَالَ الْبَيْهَقِيّ فِي "الْمعرفَة" إِسْنَاد هَذِه الرِّوَايَة صَحِيح، وَكَانَ شُعْبَة يَقُول:سُفْيَان أحفظ. وَقَالَ يحيى بن معِين:إِذا خَالف شُعْبَة قَول سُفْيَان فَالْقَوْل قَول سُفْيَان:قَالَ:وَقد أجمع الْحفاظ: البُخَارِيّ وَغَيره، أَن شُعْبَة أَخطَأ. قلت: قَول الدَّارَقُطْنِيّ:وهم شُعْبَة، يدل على قلَّة اعتنائه بِكَلَام هَذَا الْقَائِل وَإِثْبَات الْوَهم لَهُ، لكَونه غير مَعْصُوم مَوْجُود فِي سُفْيَان، فَرُبمَا يكون هُوَ وهم، وَيُمكن أَن يكون كلا الإسنادين صَحِيحا.وَقد قَالَ بعض الْعلمَاء: وَالصَّوَاب أَن الْخَبَرَيْنِ بالجهر بهَا وبالمخافتة صَحِيحَانِ، وَعمل بِكُل مِنْهُمَا جمَاعَة من الْعلمَاء. فَإِن قلت: قَالَ ابْن الْقطَّان فِي كِتَابه هَذَا:الحَدِيث فِيهِ أَرْبَعَة أُمُور: اخْتِلَاف سُفْيَان وَشعْبَة فِي اللَّفْظ وَفِي الكنية.وَحجر لَا يعرف حَاله. واختلافهما أَيْضا حَيْثُ جعل سُفْيَان من رِوَايَة حجر عَن عَلْقَمَة بن وَائِل عَن وَائِل. قلت: الْجَواب عَن الأول:لَا يضر اخْتِلَاف سُفْيَان وَشعْبَة، لِأَن كلا مِنْهُمَا إِمَام عَظِيم الشَّأْن، فَلَا تسْقط رِوَايَة أَحدهمَا برِوَاية الآخر، وَمَا يُقَال من الْوَهم فِي أَحدهمَا يصدق فِي الآخر، فَلَا ينْتج من ذَلِك شَيْء .وَعَن الثَّانِي:أَيْضا، لَا يضر الِاخْتِلَاف الْمَذْكُور فِي الِاسْم والكنية، كَمَا شرحناه الْآن. وَعَن الثَّالِث: أَنه مَمْنُوع، وَكَيف لَا يعرف حَاله وَقد ذكره الْبَغَوِيّ وَأَبُو الْفرج وَابْن الْأَثِير وَغَيرهم فِي جملَة الصَّحَابَة، وَلَئِن نزلناه من رُتْبَة الصَّحَابَة إِلَى رُتْبَة التَّابِعين فقد وجدنَا جمَاعَة أثنوا عَلَيْهِ ووثقوه، مِنْهُم:الْخَطِيب أَبُو بكر الْبَغْدَادِيّ. قَالَ: صَار مَعَ عَليّ، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، إِلَى النهروان

وَورد الْـمَـدَائِـن فِـى صـحبتـه، وَهُـوَ ثِـقَة احْتج بحَديثه غير وَاحِد من الْأَئِـمَّة، وَذكـره ابْـن حبَـان فِـي "الثِّقَات"، وَقَالَ ابْن معِين: كُوفِي ثِقَة مَشْهُور. وَعَـن الـرَّابِـع: إِن دُخُـول عَلْقَمَة فِي الْوسط لَيْسَ بِعَيْب لِأَنَّهُ سَـمـعـه مـن عَـلْـقَـمَة أَولا بـنزول، ثمَّ رَوَاهُ عَن وَائِل بعلوٍّ، بَين ذٰلِـك الْكَجِّي فِي "سنَنه الْكَبِير". وَأما حَدِيث أبي هُرَيْرَة فَفِي إِسْنَاده بشر بن رَافـع الْحَارِثِيّ، وَقد ضعفه البُخَارِيّ وَالتِّرْمِذِيّ وَالنَّسَائِيّ وَأحمد وَابْن معِيـن، وَقَالَ ابْن الْقطَّان فِي كِتَابه: بشر بن رَافع أَبُو الأسباط الْحَارِثِيّ ضَعِيف، وَهُوَ يروى هٰذَا الحَدِيث عَن عبد اللّٰه ابْن عَم أبي هُرَيْرَة، وَأَبُو عبـد اللّٰـه هٰذَا لَا يعرف لَهُ حَال، وَلَا روى عَنهُ غير بشر، والْحَدِيث لَا يَصـح مـن أَجـله، فَسقط بذلـك قَول الْحَاكِم: على شَرط الشَّيْخَيْنِ، وتحسين الدَّارَقُطْنِيّ إِيَّاه.

(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٦ ص٤٧،٤٨. المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى ٨٥٥ھ). الناشر: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

5.4: حدیث حضرت وائل بن حجرؓ بطریق شعبہؒ کی وجوہِ ترجیح

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "ہمارے نزدیک اخفاء آمین والی روایت روایۃً (روایت کے لحاظ سے) اور درایۃً (عقل کے لحاظ سے) راجح ہے۔

(اعلاء السنن ج ۲ ص ۲۵۴، ۲۵۵)

5.4.1:۔روایت کے لحاظ سے ترجیح

5.4.1.1:۔حضرت امام شعبہؒ کی توثیق

حضرت امام شعبہؒ عادل، ثقہ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۱ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

شعبة ابن الحجاج ابن الورد العتكي مولاهم أبو بسطام الواسطي ثم البصري. ثقة، حافظ، متقن. كان الثوري يقول: هو أمير المؤمنين في الحديث. وهو أول من فتش بالعراق عن الرجال. وذب عن السنة. وكان عابدا. من السابعة. مات سنة ستين. ع.

(تقريب التهذيب، ص٢٦٦رقم ٢٧٩٠.المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى٨٥٢ھ). المحقق:محمد عوامة.الناشر: دار الرشيد، سوريا.الطبعة: الأولى، ١٤٠٦ھ)

ترجمہ امام شعبہؒ ثقہ، حافظ، اور مضبوط ہیں۔حضرت امام سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام شعبہؒ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔آپؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عراق میں راویوں کے سچے، جھوٹے ہونے کی تمیز و تفتیش کی ہے اور سنتِ نبوی کی حفاظت کی ہے۔آپؒ عابد تھے۔راویوں کے ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔١٦٠ھ میں وفات پائی۔صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۲ تہذیب التہذیب (ج۴ص۳۴۳تا۳۴۶) میں ہے:

قال أبو طالب عن أحمد شعبة أثبت في الحكم من الأعمش وأعلم بحديث الحكم ولولا شعبة ذهب حديث الحكم وشعبة أحسن حديثا من الثوري لم يكن في زمن شعبة مثله في الحديث ولا أحسن حديثا منه قسم له من هذا حظ.

وروى عن ثلاثين رجلا من أهل الكوفة لم يرو عنهم سفيان وقال

محمد بن العباس النسائی سألت أبا عبد اللّٰه من أثبت شعبة أو سفیان. فقال: کان سفیان رجلا حافظا و کان رجلا صالحا و کان شعبة أثبت منه وأنقی رجلا. وسمع من الحکم قبل سفیان بعشر سنین. وقال عبد اللّٰه بن أحمد عن أبیه: کان شعبة أمة وحده فی هذا الشأن یعنی فی الرجال وبصره بالحدیث وتثبته وتنقیته للرجال. وقال معمر: کان قتادة یسأل شعبة عن حدیثه. وقال حماد بن زید قال لنا أیوب الآن یقدم علیکم رجل من أهل واسط هو فارس فی الحدیث فخذوا عنه. وقال أبو الولید الطیالسی.قال لی حماد بن سلمة: إذا أردت الحدیث فالزم شعبة. وقال حماد بن زید: ما أبالی من خالفنی إذا وافقنی شعبة، فإذا خالفنی شعبة فی شیء ترکته. وقال ابن مهدی: کان الثوری یقول شعبة: أمیر المؤمنین فی الحدیث. وقال الثوری لسلم بن قتیبة: ما فعل استأذنا شعبة. وقال أبو قطن عن أبی حنیفة: نعم حشو المصر هو. وقال الشافعی: لولا شعبة ما عرف الحدیث بالعراق. وقال أبو زید الهروی: قال شعبة لأن أنقطع أجب إلی من أن أقول لما لم أسمع سمعت. وقال یزید بن زریع: کان شعبة من أصدق الناس فی الحدیث. وقال أبو بحر البکراوی: ما رأیت أعبد للّٰه من شعبة. لقد عبد اللّٰه حتی جف جلده علی ظهره. وقال مسلم بن إبراهیم: ما دخلت علی شعبة فی وقت صلاة قط إلا رأیته قائما یصلی. وقال النضر بن شمیل: ما رأیت أرحم بمسکین منه. وقال قراد: أبو نوح رأی علی شعبة قمیصا. فقال بکم أخذت هذا؟ قلت بثمانیة دراهم. قال لی ویحک أما تتقی اللّٰه تلبس قمیصا بثمانیة إلا اشتریت قمیصا بأربعة وتصدقت بأربعة. قلت أنا مع قوم نتجمل لهم. قال إیش نتجمل لهم. وقال وکیع: إنی لأرجو أن یرفع اللّٰه لشعبة فی الجنة درجات بذبه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه

وسلم. وقال يحيى القطان: ما رأيت أحدا قط أحسن حديثا من شعبة. وقال ابن إدريس: ما جعلت بينك وبين الرجال مثل شعبة وسفيان. وقال ابن المديني: سألت يحيى بن سعيد: أيما كان أحفظ للأحاديث الطوال سفيان أو شعبة؟ فقال: كان شعبة أمر فيها. قال وسمعت يحيى يقول: كان شعبة أعلم بالرجال فلان عن فلان وكان سفيان صاحب أبواب. وقال أبو داود لما مات شعبة: قال سفيان: مات الحديث. قيل لأبي داود: هو أحسن حديثا من سفيان. قال ليس في الدنيا أحسن حديثا من شعبة. ومالك على قلته والزهري أحسن الناس حديثا وشعبة يخطئ فيما لا يضره ولا يعاب عليه يعني في الأسماء. وقال ابن سعد: كان ثقة مأمونا ثبتا حجة صاحب حديث. وقال العجلي: ثقة ثبت في الحديث وكان يخطئ في أسماء الرجال قليلا. وقال صالح جزرة: أول من تكلم في الرجال شعبة ثم تبعه القطان ثم أحمد ويحيى. وقال ابن سعد توفي أول سنة ١٦٠ھ بالبصرة. وقال أبو بكر بن منجويه ولد سنة ٨٢ھ ومات سنة ١٦٠ھ. وله ٧٧ سنة. وكان من سادات أهل زمانه حفظا وإتقانا وورعا وفضلا. وهو أول من فتش بالعراق عن أمر المحدثين، وجانب الضعفاء والمتروكين، وصار علما يقتدى به وتبعه عليه بعده أهل العراق. قلت هذا بعينه كلام ابن حبان في الثقات نقله بن منجويه منه. ولم يعزه إليه لكن عند ابن حبان أن مولده سنة ٨٣ھ وذكر ابن أبي خيثمة أنه مات في جمادى الآخرة وأما ما تقدم من أنه كان يخطئ في الأسماء. فقد قال الدارقطني في العلل: كان شعبة يخطئ في أسماء الرجال كثيرا لتشاغله بحفظ المتون. وقال صالح بن سليمان: كان لشعبة أخوان يعالجان الصرف. وكان شعبة يقول لأصحاب الحديث: ويلكم الزموا السوق فإنما أنا عيال على اخوتي.

وقال ابن معين: كان شعبة صاحب نحو وشعر. وقال الأصمعي: لم نر أحدا أعلم بالشعر منه. وقال بدل بن المحبر سمعت شعبة يقول: تعلموا العربية فإنها تزيد في العقل. وقال ابن إدريس: شعبة قبان المحدثين، ولو استقبلت من أمري ما استدبرت ما لزمت غيره. وقال أبو قطن ما رأيت شعبة ركع إلا ظننت أنه قد نسي. وفي تاريخ بن أبي خيثمة قال شعبة: ما رويت عن رجل حديثا إلا أتيته أكثر من مرة. والذي رويت عنه عشرة أتيته أكثر من عشر مرار. وقيل لابن عوف: مالك لا تحدث عن فلان؟ قال لأن أبا بسطام تركه. وقال الحاكم: شعبة إمام الأئمة في معرفة الحديث بالبصرة. رأى أنس بن مالك وعمرو بن سلمة الصحابيين. وسمع من أربعمائة من التابعين.

(تهذيب التهذيب، ج٤ص٣٤٣ تا٣٤٦رقم ٥٩٠. المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفی٨٥٢ھ). الناشر: مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند. الطبعة: الطبعة الأولى، ١٣٢٦ھ)

ترجمہ امام احمدؒ فرماتے ہیں: ''امام شعبہؒ، امام ثوریؒ کی نسبت احسن الحدیث ہیں۔ امام شعبہؒ کے زمانے میں کوئی بھی حدیث میں امام شعبہؒ جیسا نہ تھا''۔ نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں: ''امام شعبہؒ سفیان ثوریؒ سے زیادہ مضبوط ہیں اور راویوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرتے ہیں''۔ امام ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں: ''مجھے عماد بن سلمہؒ نے کہا کہ اگر تجھے حدیث کا شوق ہو تو امام شعبہؒ کی صحبت میں رہ''۔ امام حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی محدث میری حدیث کے خلاف روایت کرے تو مجھے اپنی حدیث کے غلط ہونے کا کچھ بھی خوف نہیں ہوتا اگر امام شعبہؒ میری موافقت کریں۔ اگر امام شعبہؒ میری مخالفت کریں، تو میں وہ حدیث چھوڑ دیتا ہوں''۔

امام ابوحنیفہؒ بھی امام شعبہؒ کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''اگر امام شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا چرچا نہ ہوتا''۔ امام یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں: ''امام شعبہؒ أَصْدَقُ النَّاسِ فِي الْحَدِيْثِ یعنی حدیث میں سب سے زیادہ

سچے ہیں''۔ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں: ''میں نے امام شعبہؒ سے زیادہ اچھی حدیث والا کوئی دیکھا ہی نہیں اور امام شعبہؒ امام سفیان ثوریؒ سے زیادہ مضبوط ہیں''۔ امام ابوداوٗدؒ سے پوچھا گیا کہ شعبہؒ مضبوط اور اچھی حدیث بیان کرنے میں سفیان ثوریؒ سے بھی زیادہ ہے؟ آپؒ نے فرمایا: ''ليس في الدنيا أَحْسَنُ حديثاً مـن شُـعْبَةَ ''۔ ''سفیان ثوریؒ تو کیا، ساری دنیا میں امام شعبہؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ اچھی حدیث والا کوئی نہیں۔ البتہ شعبہؒ اسماء الرجال میں غلطی کرتے ہیں جو مضر و قابل عیب نہیں ہے''۔ امام صالح جزرہؒ فرماتے ہیں: ''امام شعبہؒ پہلے امام الجرح و التعدیل ہیں۔ پھر امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، پھر امام احمدؒ، پھر امام یحییٰ بن معینؒ''۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''امام شعبہؒ کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اسماء الرجال میں غلطی کرتے تھے۔ اس کی وجہ امام دارقطنیؒ یہ بیان فرماتے ہیں: ''متون حدیث کے یاد کرنے میں زیادہ توجہ صرف فرماتے تھے''۔

امام شعبہؒ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جس استاذ سے ایک بار حدیث سنتے تھے تو اس کے پاس دس بار جایا کرتے تھے۔ اور بار بار اس حدیث کا مذاکرہ کرتے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں: ''شعبہؒ حدیث کے اماموں کے امام تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا تھا اور چار سو (۴۰۰) تابعینؒ سے حدیث حاصل کی۔ (ملخصاً)

2 امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ امام شعبہؒ کو سفیان ثوریؒ پر ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱ امام ترمذیؒ کتاب العلل (ج۲ص۲۳۸) میں لکھتے ہیں: ''**قال علی بن المدینیؒ: قلتُ ليحيىٰ: أيهما كان أحفظ للأحاديث الطوال: سفيان أو شعبة؟ قال: كان شعبة أمرّ فيها'' أی أقوىٰ**''۔

۲ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ج۱ص۲۶۰) میں لکھتے ہیں:

''**شعبة لا يحمل عن مشائخه الا صحيح حديثهم**''۔

۳ ''**قال ابن القيم ''في تحقيق حديث معاذ في الاجتهاد'': كيف! وشعبة**

حامل لواء هٰذا الحديث، وقد قال بعض أئمة الحديث اذا رأيت شعبة في اسناد حديث، فاشدد يديك"۔(اعلام الموقعین ج۱ص۷۳)

۴ "قال محمد بن عباس النسائي: سألتُ أبا عبد اللّٰه يعني أحمد بن حنبل من أثبت شعبة؟ أو سفيان؟فقال: كان سفيان رجلاً حافظاً وكان رجلاً صالحاً،وكان شعبة أثبت منه وأنقىٰ رجالا"۔

(تاریخ بغدادج۹ص۲۶۳)

۵ "قال شعبة:لأن أقع من السماء فأقطع أحبّ اليّ من أن أدلّس" (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۱۸۳)۔بخلاف سفیان ثوریؒ کے۔ففی التقریب (ص۱۵۱) "ربما دلّس"۔

۶ حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ (ج۱ص۸۲) میں لکھتے ہیں"واتقان شعبة وضبطه هو غاية عندهم أى عند المحدثين"۔بخلاف اس کے کہ سفیانؒ فرماتے ہیں:"ان قلت لكم انّي أحدثكم كما سمعت فلا تصدقوني، انما هو المعنىٰ".

(علل الترمذی ج۲ص۲۳۷؛توجیہ النظرص۳۱۳)(خزائن السنن ص۳۲۶،۳۲۷)

3 امام شعبہؒ سفیان ثوریؒ سے زیادہ حافظ، تدلیس سے بہت دور اور حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔حضرت سفیان ثوریؒ اپنی جلالتِ قدر کے باوجود کبھی کبھی تدلیس بھی کرتے تھے۔جبکہ حضرت امام شعبہؒ تدلیس کو أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (زنا سے زیادہ شدید) سمجھتے تھے۔ان کا یہ مقولہ بھی مشہور ہے:"لأن أخرَّ من السماء أحبُّ اليَّ من أن أدلّس"۔اس سے ان کی غایت احتیاط معلوم ہوتی ہے۔

☆ حضرت علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں:"میرے نزدیک امام شعبہؒ کی روایت کو ترجیح دینے کا ایک اچھا باعث یہ بھی ہے کہ امام شعبہؒ مدلس نہ تھے۔وہ نہ ضعفاء سے اور نہ ثقات سے تدلیس کرتے تھے۔امام ذہبیؒ اپنی کتاب"تذکرۃ الحفاظ"میں فرماتے ہیں:امام ابوزید الہرویؒ فرماتے ہیں:میں نے امام شعبہؒ کو یہ فرماتے سنا:"لأن أوقع من السماء فأنقطع أحب الي أن أدلس"۔میں کہتا ہوں:باوجود اس کے امام شعبہؒ تدلیس نہیں کرتے۔اس روایت میں انہوں نے"أخبرني"کا لفظ کہا ہے،

جیسا کہ مسند ابوداؤد طیالسی کی حدیث میں ہے۔اس کے برخلاف امام سفیان ثوریؒ بعض اوقات تدلیس کرتے تھے اور اس حدیث میں انہوں نے ''عن سلمة'' کا لفظ کہا ہے۔امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے: ''سفیان بن سعیدؒ حجت ہے، ثبت ہے، متفق علیہ ہے مگر وہ ضعفاء سے تدلیس کرتا تھا۔لیکن ان کو نقد و ذوق حاصل ہے۔اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ تدلیس کرتے ہیں اور کذاب راویوں سے حدیث لکھتے ہیں''۔حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے: ''سفیان کبھی کبھی تدلیس کرتا تھا''۔پس اس بناء پر امام شعبہؒ کی روایت کو جس میں آہستہ آمین کہنے کا ذکر ہے، سفیانؒ کی روایت پر ترجیح ہے جس میں بآواز بلند کا ذکر ہے''۔
(التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن ص ۱۴۵)

4 حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

''امام شعبہؒ متونِ حدیث کے حفظ کرنے میں بہت زیادہ مشغول رہتے تھے۔اسماء الرجال کے علوم کا بہت زیادہ خیال رکھنے والے تھے۔اسانید میں بہت زیادہ مضبوط اور اتصالِ حدیث کا خیال رکھنے والے تھے۔تدلیس سے بہت زیادہ دور رہنے والے تھے۔طویل حدیثوں میں بہت زیادہ قوی تھے۔صرف انہی حدیثوں کو بیان کرتے تھے جن کے بہت زیادہ حافظ تھے۔حدیثوں کے بہت اچھی طرح بیان کرنے والے تھے۔جو احادیث اپنے مشائخ سے حاصل کرتے تھے ان میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔یہاں تک کہ بہت سے ائمہ حدیث نے امام شعبہؒ کو امام سفیان ثوریؒ پر ترجیح دی ہے''۔(فتح الملہم ج ۳ ص ۴۴۵ طبع مکتبہ دار العلوم، کراچی)

5 فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ فرماتے ہیں:

''ترمذیؒ نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے کہ خود سفیان ثوریؒ نے امام شعبہؒ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔اسی کتاب العلل میں یحییٰ بن سعیدؒ کا قول ہے: ''**لیس أحد أحبُّ الیَّ من شعبة و اذا خالفه سفیان أخذت بقول سفیان**''۔ امام شعبہؒ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی محبوب نہیں ہے لیکن اگر وہ سفیانؒ کی مخالفت کریں تو میں سفیانؒ کے قول کو اختیار کروں گا''۔اس کے ساتھ یہ بھی منقول ہے کہ

پوچھنے والے نے پوچھا: ''أيهما كان أحفظ للحديث الطوال: سفيان أو شعبة؟ ''۔ ''طویل احادیث کا سفیانؒ اور شعبہؒ میں سے کون زیادہ حافظ تھا؟''۔ تو یحیٰ بن سعیدؒ نے جواب دیا: ''كان شعبة أمرّ فيها ''۔ ''امام شعبہؒ اس میں زیادہ قوی تھے''۔ یہ بھی لکھا ہے: ''كان شعبة أعلم بالرجال و كان سفيان صاحب الأبــواب ''۔ ''امام شعبہؒ رجال حدیث کے زیادہ جاننے والے تھے اور سفیان فقہی ابواب کے''۔ بلکہ یحیٰ بن سعیدؒ کے دونوں اقوال کا ظاہری مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ '' أخذت بقول سفيان '' کا تعلق، سفیانؒ کی فقہی رائے سے ہے یعنی ان کے نزدیک فقہی اختلافات کے موقع پر سفیان ثوریؒ کو ترجیح حاصل ہے کہ وہ فقہی ابواب کے مردِ میدان ہیں۔ جبکہ حفظ احادیث میں وہ شعبہؒ کو سفیانؒ کے مقابلہ پر قوی تر قرار دے رہے ہیں اور اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت کے سلسلے میں وہ شعبہؒ کو ترجیح دے رہے ہیں''۔

(آمین بالجہر، مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۸۶، ۱۸۷ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

6 حضرت سفیان ثوریؒ کی حدیث کے الفاظ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَه'' ہمارے نزدیک اس پر محمول ہیں کہ آپؐ نے آمین کو مدّ کی لغت کے ساتھ ادا کیا اور قصر کی لغت کے ساتھ ادا نہ کیا۔ کیونکہ حضرت سفیان ثوریؒ اگرچہ آمین کے مدِّ صوت کے راوی ہیں، لیکن خود ان کا اپنا مسلک امام شعبہؒ کی روایت کے مطابق اخفاء آمین کا ہے۔ جہر آمین کا نہیں۔

7 بعض دوسری صحیح روایات سے بھی امام شعبہؒ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی معروف حدیث ہے: ''أَنَّ رسول اللّٰه ﷺ قال: اذا قال الامام: ''غَيْرِ المَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ ''. فقولوا: ''آمين''.

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۸ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امام غَيْرِ المَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو''۔ (دیکھیے 4.1.1)

8 اگر حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت کو جہر پر محمول کیا جائے تو امام شعبہؒ کی روایت کو بالکلیہ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر امام شعبہؒ کی روایت کو اختیار کیا جائے تو سفیانؒ کی روایت

کو بالکلّیہ چھوڑنا لازم نہیں آتا۔

9 یہ کہنا کہ سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ کی روایات میں تضاد ہے کیونکہ امام شعبہؒ ''أَخْفٰی بها صوته'' اور ''خَفَضَ بها صوته'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ آہستہ آواز سے آمین کہتے۔اور امام سفیان ثوریؒ نے ''مَدَّ بها صوته'' کے الفاظ نقل کیے ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ امام ثوریؒ سے جہر کی کوئی روایت مروی نہیں بلکہ ان کی روایت میں ''آمین بالمد'' کا ذکر ہے یعنی آمین کو الف ممدودہ کے ساتھ لمبا کر کے کہنا۔اس کا معنی اونچی آواز سے کہنا نہیں ہے۔

5.4.2:۔درایت کے لحاظ سے ترجیح

1 امام شعبہؒ کی روایت قرآن پاک کے زیادہ موافق ہے:

أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً. (اعراف:۵۵)

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔

آمین بھی دعا ہے۔دعا میں اصل اخفاء ہے۔جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں ''قَالَ قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا'' کہا گیا ہے۔حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام نے صرف آمین کہی تھی۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں حضرت عطاء تابعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:''آمین دعا ہے''۔حدیث پاک میں ہے:''دعوة السر تعدل سبعين دعوة فى العلانية'' اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بسند صحیح روایت کیا گیا ہے جیسا کہ ''عزیزی'' (ج۲ص۳۶) میں ہے۔''بحرالرائق'' میں ہے: امام ابن حبانؒ نے اپنی ''صحیح'' میں مرفوعاً روایت کیا ہے:'' خير الدعاالخفى ''۔(بحرالرائق ج۲ص۴۶)

2 آمین تَعَوُّذْ (اعوذ بالله من الشيطان الرجيم) سے اعلیٰ اور افضل تو نہیں ہے۔کیسے! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا ہے:''فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ''(النحل:۹۸)۔باوجود اس کے حضور ﷺ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے تعوذ کو جہر سے پڑھا ہو۔لہٰذا

آمین زیادہ اولیٰ ہے کہ اس کو جہر سے نہ پڑھا جائے یعنی اخفاء سے پڑھا جائے۔ کیونکہ آمین کا لفظ قرآن پاک سے ہرگز نہیں ہے۔ نہ ہی آمین کا لفظ عربی لغت کا ہے۔ لہٰذا اس کا سورت فاتحہ اور دوسری سورت کے درمیان جہر سے پڑھنا خلاف قیاس ہے۔ کیونکہ اس طرح پڑھنے سے اس کے قرآن مجید میں سے ہونے کا وہم ہو سکتا ہے۔ لہٰذا حدیث شعبہ قیاس کے موافق ہونے کی وجہ سے زیادہ راجح ہے۔

3 اکثر صحابہ ﷺ اور تابعین ؒ آمین کو اخفاء سے پڑھتے تھے جیسا کہ جوہر النقی میں ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: ''وَرُوِیَ ذٰلک عن ابن مسعودٍؓ، وروی عن النَخَعِیِّ والشَّعْبِیِّ وابراهیم التَّیْمِیِّ: كانوا يخفون "بآمين". والصواب أن الخبرين بالجهر والمخافة صحيحان، وعَمِلَ بكل من فِعْلَيْهِ جماعةٌ من العلماء. وان كنتُ مختاراً خَفْضَ الصوت بها اذ كان اكثرُ الصحابة والتابعين علىٰ ذٰلک''۔

(الجوهر النقي على سنن البيهقي، ج۲ص۵۸.المؤلف: علاء الدين على بن عثمان بن إبراهيم بن مصطفى المارديني، أبو الحسن، الشهير بابن التركماني (التوفی ۷۵۰ھ).الناشر: دار الفكر)

ترجمہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: ''صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے، اور حضرات تابعین کرامؒ: حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، حضرت امام شعبیؒ اور ابراہیم تیمیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ ''آمین'' کو آہستہ پڑھتے تھے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں خبریں، جہر اور اخفاء آمین کی، صحیح ہیں۔ ان دونوں روایتوں پر علماء کی جماعت کا الگ الگ عمل ہے۔ اگر چہ میں خود اخفاء آمین کے عمل کو اختیار کرتا ہوں چونکہ اکثر صحابہ کرام ؓ اور اکثر تابعین عظامؒ کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے''۔

انہی وجوہات کی وجہ سے حدیث شعبہؒ کو درایۃً ترجیح ہے۔

4 آمین بالسرّ کو تواتر عملی جیسی تائید حاصل ہے اور تواتر عملی تواتر سند سے بھی قوی ہے۔

5 قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ جس قدر ادب اور تعظیم اخفاء صوت میں ہے۔ اتنی رفع صوت میں نہیں۔

6 اخلاص کی زیادتی اخفاء میں ہے۔رفع صوت میں ریا کا اندیشہ رہتا ہے۔

7 تضرع، خشوع اور جمعیت قلب اخفاء کے اندر پائی جاتی ہے، رفع صوت کے اندر نہیں۔

8 اگر آمین بالجہر سنّت ہوتی اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی جماعت دن میں جہری نمازوں میں تین مرتبہ اس پر عمل پیرا رہتی تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ صحابہ کرام ؓ کی ایک بڑی جماعت آمین بالجہر کی روایت کرتی، جب کہ ایک بھی صحیح، صریح، مدّعا پر نص روایت موجود نہیں۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آمین بالجہر سنت نہیں۔علامہ ابن تیمیہ ؒ نے بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق یہی تقریر کی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں مجموع الفتاویٰ ج ۲۲ ص ۲۳۹، ۲۴۳، ۲۴۵)

5 . 5:۔حدیث حضرت وائل بن حجر ؓ بطریق سفیان الثوری ؒ

1 حضرت امام وکیع ؒ اپنے استاذ سفیان ثوری ؒ سے ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 1:۔حدثنا وکیعٌ، حدثنا سفیانُ، عن سَلْمَةَ بْنِ کُهَیْلٍ، عن حُجرِ بن عَنْبَسٍ عن وائلِ بن حُجرٍ، قال: سمعتُ النبی ﷺ قرأ ''غَیْرِ المَغضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ''. فقال: آمینَ، یمدُّ بها صوتَهُ.

(مسند احمد رقم ۱۹۰۴۷؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۲۵ طبع اول، ج ۵ ص ۳۱۰، ۳۱۱ رقم ۸۰۴۳ طبع دوم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ محلّٰی لابن حزم ج ۳ ص ۱۵۷ طبع بیروت)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو سنا: جب آپ ﷺ ''غَیْرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْن'' پر پہنچے تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس میں اپنی آواز کو مد کے ساتھ دراز کیا۔

حدیث نمبر 2: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، ثنا وَكِيعٌ، وَالْمُحَارِبِيُّ، قَالَا: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ وَهُوَ ابْنُ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:٧)، قَالَ: "آمِينَ" يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هٰذِهِ سُنَّةٌ تَفَرَّدَ بِهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ. هٰذَا صَحِيحٌ وَالَّذِي بَعْدَهُ.

(سنن الدارقطنی، ج۲ص۱۲۷رقم۱۲۶۷. المؤلف: أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد بن مهدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادی الدارقطنی (المتوفی ۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق علیه: شعیب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبی، عبد اللطیف حرز اللّٰہ، أحمد برھوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان. الطبعة: الأولی، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا اور اس میں اپنی آواز کو مد کے ساتھ دراز کیا۔

حضرت ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: ایسا کرنا سنت ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے میں اہل کوفہ منفرد ہیں۔ یہ روایت صحیح ہے اور اس کے بعد والی بھی۔

2 حضرت عبدالرحمٰن بن محمد المحاربیؒ بھی اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 3: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، ثنا وَكِيعٌ، وَالْمُحَارِبِيُّ، قَالَا: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ وَهُوَ ابْنُ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:٧)، قَالَ: "آمِينَ" يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: هٰذِهِ سُنَّةٌ تَفَرَّدَ بِهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ. هٰذَا صَحِيحٌ وَالَّذِي بَعْدَهُ.

(سنن الدار قطنی، ج۲ص۱۲۷رقم ۱۲۶۷)

3 حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 4: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ صَاعِدٍ، ثنا يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ، قَالَا: نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ'' (الفاتحة:۷)، قَالَ: ''آمِينَ''، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: أَشَدُّ شَيْءٍ فِيهِ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسْأَلُ سُفْيَانَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَأَظُنُّ سُفْيَانَ تَكَلَّمَ بِبَعْضِهِ. خَالَفَهُ شُعْبَةُ فِي إِسْنَادِهِ وَمَتْنِهِ.

(سنن الدارقطنی، ج۲ص۱۲۸رقم ۱۲۶۹. المؤلف: أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد بن مهدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادی الدارقطنی (المتوفی ۳۸۵ھ). حققه وضبط نصه وعلق علیه: شعیب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبی، عبد اللطیف حرز الله، أحمد برهوم. الناشر: مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان. الطبعة: الأولی، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن'' پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آواز کو کھینچا (یعنی لفظ آمین کو مد کے ساتھ ادا کیا)۔

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: ''سخت غلطی اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص حضرت سفیان ثوریؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا تھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ میرے خیال کے مطابق اور الفاظ بولتے تھے اور پوچھنے والا شخص دوسرے الفاظ بولتا تھا۔

حضرت امام شعبہؒ نے اس کی سند اور متن میں اختلاف نقل کیا ہے۔

4 امام الجرح والتعدیل حضرت امام یحیٰی بن سعید القطانؒ بھی اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 5:۔ حدثنا بُندارٌ، حدثنا یحییٰ بنُ سعیدٍ وعبد الرحمٰن بنُ مهدیٍّ، قالا: حدثناسفیانُ، عن سَلَمَةَ بْنِ کُهَیْلٍ، عن حُجْرِ بنِ عَنْبَسٍ عن وائلِ بنِ حُجْرٍ، قال: سمعتُ النبیَّ ﷺ قرأَ ''غَیْرِ المَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ''. وقال: آمینَ، مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ.

(ترمذی رقم ۲۴۸؛ شرح السنہ رقم ۵۸۶)

5 حضرت امام عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعیؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 6:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، حَدَّثَنِي عَلِیُّ بْنُ حِمْشَاذَ، ثنا یَزِیدُ بْنُ الْهَیْثَمِ، ثنا إِبْرَاهِیمُ بْنُ أَبِي اللَّیْثِ، ثنا الْأَشْجَعِیُّ، عَنْ سُفْیَانَ، فَذَکَرَ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، وَقَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَالَ: ''غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ''، قَالَ: ''آمِیْنَ''، یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ. وَکَذٰلِکَ رَوَاهُ وَکِیعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْیَانَ یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ.

(سنن بیہقی کبریٰ ج ۲ ص ۸۳ رقم ۲۴۴۶)

نوٹ یہ پانچ شاگرد خود بھی بلند پایہ امام ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاذ بھی ہیں اور بڑے ثقہ ہیں۔ یہ سب ''مَدَّ بِهَا صَوْتَه'' یا ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَه'' کے الفاظ نقل کرنے پر متفق ہیں۔

6 حضرت امام محمد بن یوسف الفریابیؒ بھی اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی جزء القراءۃ کے دو نسخے ہیں۔ ایک میں محمد بن یوسفؒ، دوسرے میں عبداللہ بن یوسفؒ کا ذکر ہے (جزء القراءۃ ص ۲۶ طبع دہلی)۔ یہ دونوں راوی ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ آمِیْنَ'' روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں راویوں کی روایت میں ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ'' کے بعد ''آمین'' کے لفظ کو ذکر

کرنے کا مطلب واضح ہے کہ آمین کے الف کو رسول اللہ ﷺ کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔ یہی معنیٰ ہے ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا۔ (اظہار التحسین ص ۱۵۰)

7 ساتواں شاگرد عبداللہ بن یوسف ہے۔ یہ بھی ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَه'' روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 7:۔ حدثنا محمود، قال حدثنا البخاریُّ، قال حدثنا عبد اللّٰہ بن یوسف، قال: حدثنا سفیانُ، عن سَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عن حجرِ بن عنبسٍ عن وائلِ بن حُجْرٍ، قال: سمعتُ النبی ﷺ یمدُّ بها صوتهٗ آمین، اذا قال: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''.

(جزء القراءۃ بخاری رقم ۲۳۴)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو سنا۔ جب آپ ﷺ نے ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن'' پڑھا تو آپ ﷺ نے آمین کہا۔ آپ ﷺ نے اس میں آواز کو کھینچا یعنی لفظ آمین کو مد کے ساتھ ادا کیا۔

8 آٹھواں شاگرد حضرت قبیصہؒ ہے۔ یہ بھی ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَه'' روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ ''یَمُدُّ بِهَا صَوْتَه'' والی روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 8:۔ حدثنا محمود، قال حدثنا البخاریُّ، قال حدثنا محمد بن كثيرٍ و قبيصة، قالا: حدثنا سفيانُ، عن سَلْمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عن حجرٍ عن وائلِ بن حُجْرٍ، عن النبی ﷺ نحوه وقال ابن كثير: رفع بها صوتهٗ.

(جزء القراءۃ بخاری رقم ۲۳۵)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے آمین کی حدیث ہے۔ حضرت قبیصہؒ کی روایت میں ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' ہے اور ابن کثیر کی روایت میں ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' ہے۔

حضرت امام بخاریؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ حضرت قبیصہؒ کی روایت باقی راویوں کی روایت کے عین مطابق ہے۔ صرف محمد بن کثیرؒ کی روایت میں ''رَفَعَ بِهَا

صَوْتَهُ'' ہے اور وہ اس میں متفرد ہے۔

نوٹ حضرت امام بخاریؒ نے اوپر والی روایت کی سند میں حجر بن عنبسؒ لکھا ہے۔ لیکن اس روایت میں حجرؒ کی ولدیت بیان نہیں کی کیونکہ یہ محمد بن کثیرؒ کی سند میں حجر ابی العنبس ہے (ابوداؤد رقم ۹۳۲)۔ امام بخاریؒ حجر ابی العنبسؒ کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس وجہ سے امام شعبہؒ کی حدیث ''خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ'' کو رد کر دیتے ہیں۔ جب یہ شعبہؒ کی سند میں غلط ہے تو یقیناً محمد بن کثیرؒ کی سند میں بھی غلط ہے۔ اس عیب کو چھپانے کے لیے امام بخاریؒ نے صرف حجرؒ لکھا ہے اور حجر ابی العنبسؒ نہیں لکھا۔ اس کو تدلیس کہتے ہیں۔ (جزء القراءۃ ترجمہ وتشریح مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی)

9 نواں شاگرد خلاد بن یحییٰ ہے۔ یہ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے قال: ''آمین'' رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ فِي الصَّلٰوةِ'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت موضوع ہے۔

حدیث نمبر 9: ۔أخبرنا أبو طاهر الفقيه من أصله أبو طاهر محمد بن الحسن المحمد ابادي، ثنا العباس بن محمد الدوري، ثنا أبو داؤد الحفري، عن سفيان الثوري، ح، وحدثنا أبو عبدالرحمٰن السُلَمِيُّ، أنبأ أحمدُ بنُ محمد بن عبدوس الطرائفي، ثنا معاذ بن نجدة، ثنا خَلَّاد بنُ يَحييٰ، أنبأ سفيانُ، عن سَلَمَةَ بن كهيل، عن حجرٍ بن عنبسٍ عن وائلٍ بن حُجْرٍ، قال: كان النبي ﷺ اِذاقال: ''آمين'' رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ. لفظ حديث الفقيه. وفي رواية السلمي، قال: سمعت النبي ﷺ اِذا قال: ''وَلاَ الضَّآلِّيْنَ''. قال: ''آمين''، رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ فِي الصَّلٰوةِ.

(سنن بیہقی کبریٰ ج ۲ ص ۸۳ رقم ۲۴۴۶ طبع بیروت؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۵۷ طبع ملتان)

مگر یہ خلاد بن یحییٰ متکلم فیہ راوی ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۰۸) میں اس راوی پر جرح موجود ہے۔ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ''مضبوط نہیں''۔ ابن نمیرؒ فرماتے ہیں: ''سچا ہے مگر حدیث میں کچھ غلطی کرتا ہے''۔ امام دارقطنیؒ نے ایک حدیث کے غلط ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ جس کو اس راوی نے اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے (تہذیب ج ۲ ص ۱۷۴)۔ یہ

حدیث بھی حضرت سفیان ثوریؒ سے ہے۔

علاوہ ازیں اس خلاد بن یحییٰؒ کا شاگرد معاذ بن نجدۃ الہرویؒ بھی متکلم فیہ ہے (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۷۸)۔ امام بیہقیؒ کا استاذ محمد بن الحسین بن محمد بن موسیٰ ابوعبد الرحمٰن سلمی النیسابوریؒ (المتوفی ۴۱۲ھ) کے بارے میں علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

"وقال لي محمد بن يوسف القطان النيسابوري: كان أبوعبد الرحمٰن السلمي غير ثقة. ولم يكن سمعَ من الأصمِّ الّا شيئاً يسيراً. فلما مات الحاكمُ أبوعبد الله ابن السبع، حدث عن الأصمّ بتاريخ يحيى بن معين وبأشياء كثيرةٍ سواه. قال: وكان يضع للصوفية الأحاديث"۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸)

ترجمہ مجھ سے محمد بن یوسف القطان النیسابوریؒ نے کہا: عبدالرحمٰن سلمیؒ ثقہ نہیں ہے۔ اس نے محمد بن یعقوب الاصمؒ سے نہیں سنا مگر بہت ہی قلیل"۔ جب امام حاکمؒ فوت ہوگئے تو ان کے استاذ الاصمؒ سے (اندھا دھند) تاریخ یحییٰ بن معینؒ بیان کرنی شروع کردی اور اس تاریخ کے سوا اور بہت سی اشیاء بیان کردیں۔ محمد بن یوسفؒ فرماتے ہیں: ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ صوفیاء کے لیے حدیثیں بھی وضع کرتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "شيخ الصوفية تَكَلَّمُوا فيه وليس بعمدة"۔
(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۶)

ترجمہ صوفیاء کا شیخ ہے۔ محدثین کرامؒ نے اس میں کلام کیا ہے اور یہ عمدہ راوی نہیں ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: "ضعیف ہے"۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

قلتُ: أَلَّفَ حقائق التفسير، فأتىٰ فيه بمصائبَ وتأويلات الباطنية. نسأل الله العافية!. (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۳۴)

ترجمہ میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ نے "حقائق التفسیر" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے بہت سی مصیبتیں اور باطنی تاویلات ذکر کردیں۔ جن کے شر سے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔

علامہ محمد طاہرؒ لکھتے ہیں:

وتفسير أبي عبد الرحمٰن السلمي إن كان قد اعتقد أنه تفسير فقد كفر.

(مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار، ج۵ص۲۱۴.
المؤلف: جمال الدين، محمد طاهر بن علي الصديقي الهندي الفَتَّنِي الكجراتي (المتوفى ۹۸۶ھ). الناشر: مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية. الطبعة: الثالثة، ۱۳۸۷ھ)

ترجمہ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کی تفسیر کو اگر کسی نے اعتقادی طور پر تفسیر کہا، تو وہ بیشک کافر ہو گیا۔

10 دسواں شاگرد محمد بن کثیرؒ ہے۔ یہ بھی اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 10: حدثنا مُحمدبنُ كثيرٍ، أَخبرنا سفيانُ، عن سَلَمَةَ، عن حجرِ بن عنبسِ الحضرميِّ، عن وائلِ بن حُجْرٍ، قال: كان رسول الله ﷺ إذا قرأ "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". قال: "آمين" ورَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ. (ابوداؤد رقم ۹۳۲)

ترجمہ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب ''وَلاَ الضَّآلِّيْنَ'' پڑھتے تو آمین بلند آواز سے کہتے''۔

یہ راوی محمد بن کثیرؒ متکلم فیہ راوی ہے۔ روایت میں خطا بھی کرتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: ''لاتكتبوا عنه. لم يكن بالثقة''۔

(میزان الاعتدال ج۳ص۱۲۶)

ترجمہ اس سے حدیث مت لکھو۔ اس لیے کہ یہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

تہذیب (ج۹ص۴۱۸) میں ہے: ''امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے۔ امام ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ اس کی روایت کے الفاظ اور ہوتے ہیں (یعنی وہ الفاظ نہیں ہوتے جو اصل حدیث کے الفاظ ہیں اور ثقہ راوی نقل کرتے ہیں)۔ گویا اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر حضرت ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن معینؒ سے اس راوی کے بارے میں پوچھا تو

آپؒ نے فرمایا کہ پوچھنے والے کو جائز نہیں کہ اس راوی کی حدیث لکھے۔ امام ابن قانعؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے''۔

خلاصہ حدیث کے اصل الفاظ ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' نہیں ہیں بلکہ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' ہیں۔ کیونکہ یہ روایت ابوداؤد کے علاوہ بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔ ہر ایک کی سندیں بھی مختلف ہیں۔ یہ روایت حضرت سفیان ثوریؒ سے ان کے دس شاگرد نقل کرتے ہیں۔ ان شاگردوں میں آٹھ جو بہت ثقہ ہیں، ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' یا ''يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں جبکہ ان کے صرف دو شاگرد ''وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَه'' نقل کرتے ہیں۔ ایک شاگرد خلاد بن یحیٰیؒ جو متکلم فیہ راوی ہے۔ اس کی روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے۔ اس میں ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ فِي الصَّلٰوةِ'' کے الفاظ ہیں۔ ایک شاگرد محمد بن کثیرؒ متکلم فیہ ہونے کے علاوہ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کرنے میں خطا اور غلطی بھی کرتے ہیں جو کہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے، غلط ہے اور شاذ ہے۔ چنانچہ حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' روایت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

قال عبد الرحمٰنِ: أشدُّ شيءٍ فيه، أنَّ رجُلاً كان يسأَلُ سفيانَ عن هٰذا الحديثِ فَأَظُنُّ سفيانَ تكلَّمَ ببعضهٖ. (سنن دارقطنی رقم ۱۲۶۹)

ترجمہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: ''سخت غلطی اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص حضرت سفیان ثوریؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا تھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ میرے خیال کے مطابق اور الفاظ بولتے تھے اور پوچھنے والا شخص دوسرے الفاظ بولتا تھا۔

اس صراحت کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے ہاں ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے الفاظ صحیح ہیں۔ اور کیونکر صحیح نہ ہوں جب کہ امام وکیعؒ، حضرت یحیٰی بن سعید القطانؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن محمد المحاربیؒ، حضرت عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعیؒ وغیرہ آپ کے موافق نقل کرتے ہیں جو کہ جلیل القدر امام و محدث ہیں اور ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے الفاظ صحیح نہیں ہیں اور کیونکر صحیح ہوں جب کہ اس کے ناقل صرف محمد بن

کثیرؒ خطا کار ہے۔لہٰذا ابوداؤد کی یہ روایت شاذ ہے اور شاذ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔
چنانچہ علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

وليس الشاذما انفرد به الثقةُ، انّما الشاذ أن يخالف الراویُ غیرهٗ ممن هو أحفظ واوثقُ. (تعلیقات ترمذی ج ۲ ص ۴۴۲)

ترجمہ شاذ روایت وہ نہیں جس میں کوئی ثقہ راوی منفرد ہو بلکہ شاذ روایت وہ ہے جس میں راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے۔

5.6:۔حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق سفیان ثوریؒ کی سندی اور فنی بحث

حضرت سفیان ثوریؒ کے آٹھ شاگردان سے ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' یا یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ'' نقل کرتے ہیں۔ان راویوں کی روایت کے مطابق آمین کے لفظ کو ذکر کرنے کا مطلب واضح ہے کہ آمین کے لفظ کو کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں:

(مَدَّ بِهَا) أی بالكلمة يعنی فی آخرها وهو مد عارضی، ويجوز فيه الطول والتوسط والقصر، أو مد بألفها فانه يجوز قصرهاومدها، وهو مد البدل. ويجوزفيه الأوجه الثلاثة أيضاً.

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۵۲۷ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ)

ترجمہ (آپ ﷺ نے آمین کے لفظ کو مد کے ساتھ پڑھا)۔یعنی آمین کے لفظ کے آخر میں جو مد ہے اس کو مد کے ساتھ ادا کیا۔یہ مد عارضی ہے۔اس میں طول، توسط اور قصر تینوں جائز ہیں۔یا آپ ﷺ نے آمین کے الف کو مد کے ساتھ ادا کیا۔اس میں مد اور قصر دونوں جائز ہیں۔یہ مد بدل ہے۔اس میں تینوں وجوہ (طول، توسط، قصر) جائز ہیں۔

5.6.1:۔ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے معنی کی تحقیق

شبہ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' اور ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا ایک ہی مطلب ہے۔ لہٰذا یہ روایت بالمعنی ہے، جو ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے خلاف نہیں۔

جواب ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' اور ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا ہرگز ایک مطلب نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے دو معنی ہوسکتے ہیں:

(۱) آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھا جائے۔

(۲) آمین جہر کے ساتھ پڑھی جائے۔

ان دونوں معانی میں سے کئی وجوہ سے پہلا معنی متعیّن ہے:

1 امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں ''وَ طَوَّلَ بِهَا'' کے الفاظ بھی روایت کیے ہیں۔ یعنی آمین (کی مدّات کو کھینچ کر) لمبا ادا کیا۔ (سنن بیہقی کبریٰ ج ۲ ص ۸۳ رقم ۲۴۴۶)

2 محدثین کرامؒ فرماتے ہیں: آمین الف ممدودہ کے ساتھ پڑھنا سنت ہے اور الف مقصورہ کے ساتھ (اَمین) سنت سے ثابت نہیں۔ آمین بالمد بروزنِ تامین اور اَمین بروزنِ ثمین دونوں طرح درست ہے۔ مگر آمین بالمد زیادہ فصیح اور اکثر ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں

۱ **و فی اٰمین لُغتان: اٰمین وأَ مین المد والقصر. والمد أفصح والميم خفيفة فيهما.** (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ طبع کراچی)

ترجمہ آمین میں دولغت ہیں: آمین مدّ کے ساتھ اور اَمین قصر کے ساتھ۔ مدّ والی لغت زیادہ فصیح ہے اور دونوں میں میم مخفف ہے۔

۲ **ألسنة فی التأمين أن يقول آمين. وقد تقدم بيانُ لغاتها. وأن المختار آمين بالمدّ وتخفيف الميم وبه جاء ت روايات الأحاديث.**

(شرح مہذب ج ۳ ص ۳۷۳)

ترجمہ سنت طریقہ آمین کہنے میں یہ ہے کہ آمین بالمدّ کہی جائے۔ اس کی لغات پہلے ذکر ہوچکی ہیں۔ پسندیدہ لغت بمدّ ہمزہ اور تخفیف میم کے ساتھ ہے۔ احادیث کی روایات سے بھی

یہی ثابت ہوتا ہے۔

۳ ففی آمین لغتان مشهورتان: أفصحهما وأشهرهما وأجودهما عند العلماء آمین بالمدّ بتخفیف المیم وبه جاء ت روایات الحدیث.

(شرح مہذب ج ۳ ص ۳۷۰)

ان تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت نبوی اور علماء کرام کے نزدیک پسندیدہ روایت اور زیادہ مشہور و فصیح اور جید روایت یہی ہے کہ آمین بالمدّ کہی جائے اور حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

3 حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''آمین: وهی بالمدّ والتخفیف فی جمیع الروایات وعن جمیع القراء''۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص طبع دار السلام الریاض ۱۴۱۸ھ)

ترجمہ آمین کا لفظ تمام روایات اور تمام قراء سے مد اور تخفیف کے ساتھ ہے۔

اسی طرح علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد سبل السلام میں اور قاضی شوکانیؒ غیر مقلد نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔

4 حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:

وروی وائلُ بنُ حُجرٍ أَنَّ النبی ﷺ کان یقول آمینَ یرفع بها صوته ویَحکِی مَدَّهُ اِیَّاهَا. (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۱۰ طبع منیریہ، مصر)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ بیشک حضور ﷺ آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بھی حکایت کیا ہے کہ آپ ﷺ آمین بالمدّ کہا کرتے تھے۔

حافظ ابن قیمؒ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آمین بالجہر کا اشارہ محمد بن کثیرؒ کی روایت کی طرف ہے اور آمین بالمدّ کا سفیان ثوریؒ کی طرف ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت میں آمین بالمدّ کا ذکر ہے نہ کہ آمین بالجہر کا۔ اور محمد بن کثیرؒ کی روایت قابل اعتماد نہیں، اس لیے کہ وہ شاذ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

5 حضرت سفیان ثوریؒ آمین بالجہر کے قائل نہ تھے بلکہ اخفاءِ آمین پر عمل کرتے تھے جیسا

کہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

انَّ سفيانَ الثوريَّ وأبا حنيفة يقولان انَّ الماموم يقولها سرًّا ذهبوا الىٰ تقليدِ عمر بنِ الخطاب وابن مسعودٍ.

(محلّی ج ۳ ص ۲۶۴ بتحشیہ علامہ احمد شاکرؒ)

ترجمہ بیشک حضرت سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین آہستہ کہے۔ انہوں نے یہ مذہب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں''۔ (شرح مہذب ج ۳ ص ۳۷۳)

لہٰذا ان کی روایت سے آمین بالجہر کشید کرنا ہرگز درست نہیں بلکہ اس میں آمین بالمدّ کا ذکر ہے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت امام شعبہؒ کی اخفاء آمین والی روایت پر مکمل اعتماد کرتے ہیں مگر یہ غیر مقلدین حضرات ان دو روایتوں کے درمیان زبردستی تعارض بنا کر حضرت امام شعبہؒ کی روایت صحیحہ کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فیا للعجب!

2 . 6 . 5:۔ سفیان ثوریؒ کی روایت کے متابع قابلِ استدلال نہیں ہیں

شبہ حضرت سفیان ثوریؒ کے دو متابع موجود ہیں جو رَفَعَ صَوْتَهٗ بِآمِیْنَ نقل کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا معنیٰ جہرِ آمین ہے نہ کہ آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا۔

جواب ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا معنیٰ آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا اور کئی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' کے الفاظ درست نہیں ہیں۔ نیز اگر ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا معنیٰ ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' ہوتا تو حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اس کو

سخت غلطی قرار نہ دیتے (سنن دارقطنی رقم ۱۲۶۹)۔اور حضرت سفیان ثوریؒ بھی اپنی روایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخفاء آمین پر عمل نہ کرتے۔ جب ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' کا معنیٰ ہی الگ ہے تو ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ'' والی روایت کو الگ بحث میں لایا جائے گا۔ چنانچہ ان راویوں میں علاء بن صالح الاسدیؒ کی روایت میں ترمذی (رقم ۲۴۹) میں نحوہٗ کے الفاظ ہیں ۔ ابوداوٗد (رقم ۹۳۳) اور ابن ابی شیبہ (رقم ۳۰۶۴) کی روایت میں ''فَجَهَرَ بآمِيْنَ'' کے الفاظ ہیں۔

ابوداوٗد (رقم ۹۳۳) کی روایت میں اگر چہ یہ نام علی بن صالحؒ لکھا ہوا ہے جو کہ وہم ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''اور ابوداوٗدؒ نے ایک روایت میں اس راوی کا نام علی بن صالحؒ بتایا ہے اور یہ اس کا وہم ہے''۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۸۴)

چنانچہ جن کتابوں میں اس روایت کا بیان ہے وہاں علاء بن صالحؒ ہی آتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۹ طبع اول، ج ۳ ص ۵۴، ۵۵ رقم ۳۰۶۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی طبع ثانی؛ ترمذی رقم ۲۴۹؛ المعجم الکبیر طبرانی ج ۲۲ ص ۴۵)۔

زبیر علی زئی غیر مقلد بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''سنن ابی داوٗد کے تمام نسخوں میں علی بن صالحؒ لکھا ہوا ہے۔ مگر امام بیہقیؒ الخلافیات (قلمی ص ۱۵۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابوداوٗدؒ سے یہ حدیث العلاء بن صالحؒ کے نام سے روایت کی ہے''۔

(القول المتین ص ۳۲)

اگر چہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے مگر یہ راوی حقیقت میں بہت ہی کمزور ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''امام ابوحاتمؒ، ابن معینؒ اور ابوداوٗدؒ نے ثقہ قرار دیا ہے مگر امام بخاری کے استاذ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: اس راوی نے اوپری اور غلط روایتیں بیان کی ہیں۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس راوی علاء بن صالح الاسدیؒ کی متابعت اور موافقت نہیں کی جاتی''۔

(تہذیب ج ۸ ص ۱۸۴)

اس لحاظ سے یہ حدیث امام بخاریؒ اور ان کے استاذ حضرت علی بن مدینیؒ کے ہاں ضعیف اور غلط ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

وقال أبو حاتم كان من عُتقِ الشيعةِ۔ (میزان الاعتدال ج۲ص۲۱۳)

ترجمہ امام ابو حاتم کہتے ہیں: یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔

حضرت علی بن مدینیؒ نے کہا ہے کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔علامہ ذہبیؒ نے اس راوی کی ایک منکر اور موضوع راویت بیان کی ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیئے اظہار التحسین ص ۱۲۹)

☆ دوسرے متابع میں محمد بن سلمہ بن کہیلؒ راوی بہت ضعیف ہے۔

1 اس راوی کی مفصل روایت معلوم نہیں ہو سکی۔امام دار قطنی نے اپنی سنن (سنن دار قطنی تحت رقم الحدیث ۱۲۷۰) میں اور امام بیہقیؒ نے اپنی سنن کبری (ج۲ص۸۳ تحت رقم الحدیث ۲۴۴۶) میں صرف محمد بن سلمہ بن کہیلؒ کی روایت کا حوالہ دیا ہے اور سند بیان نہیں فرمائی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن سلمہ بن کہیلؒ کے ضعیف ہونے کے علاوہ بھی اس سند میں کوئی خرابی ہے جس کی پوشیدگی میں فائدہ سمجھا گیا ہے۔

2 محمد بن سلمہ بن کہیلؒ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

محمد بن سلمہ بن کہیلؒ جو یحیٰی بن سلمہ بن کہیلؒ کا بھائی ہے۔اس کے بارے میں امام جوزجانیؒ نے کہا ہے کہ یہ **ذاهب الحديث** اور **واهي الحديث** ہے۔امام ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس نے اپنے باپ سلمہ بن کہیلؒ سے سنا ہے۔اس سے علی بن ہاشمؒ اور حسان بن ابراہیمؒ نے روایت کی ہے پھر امام ابن عدیؒ نے اس کی منکر روایتیں بیان کی ہیں، یعنی یہ راوی بالاتفاق ضعیف ہے۔

:3۔ اس کے دونوں شاگرد بھی ضعیف ہیں۔(دیکھیئے کتب اسماء الرجال)

خلاصہ یہ روایت انتہائی درجہ کی ضعیف اور کمزور ہے اور سفیان ثوریؒ کی روایت تو ہماری دلیل ہے یعنی آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔

5.6.3:۔حافظ ابن حجرؒ کا تسامح

حافظ ابن حجرؒ سے اس حدیث کے بیان کرنے میں بہت بڑا تسامح ہوا ہے۔فرماتے ہیں:

حدیثُ وائلِ بن حُجرٍ: صَلَّیتُ خلفَ رَسُولِ اللّٰہ ﷺ فَلَمَّا قَالَ: "وَلاَ الضَّآلِّیْنَ" .قال: آمینَ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. الترمذی وأبوداؤد والدارقطنی وابن حبان من طریق الثوریّ، عن سَلْمَةَ بْنِ کُھَیْلٍ، عن حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْهُ.

(التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر ج۱ص۵۸۱رقم ۳۵۳. المؤلف:أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ).الناشر: دار الکتب العلمیة.الطبعة:الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔پس جس وقت آپؐ نے "وَلاَ الضَّآلِّیْن " کہا تو آپؐ نے آمین کہا اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا۔ ترمذی، ابوداؤد، دارقطنی اور ابن حبان نے بطریق سفیان ثوریؒ، سلمہ بن کہیلؒ، حُجر بن عنبسؒ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تنبیہ حالانکہ خط کشیدہ الفاظ حضرت سفیان ثوریؒ کے طریق سے نہ تو ان کتابوں میں موجود ہیں جن کا حوالہ حافظ صاحبؒ نے دیا ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔آمین!

(اظہار التحسین ص ۳۸)

5.7:۔آہستہ آمین کہنا اصل ہے اور جہراً کہنا برائے تعلیم تھا

اصل سنت آمین کا سراً (آہستہ) کہنا ہے۔کیونکہ آمین ایک دعا ہے اور دعا میں افضل سرّ (آہستہ کہنا) ہے۔حضور اکرم ﷺ نے جب بھی زور سے آمین کہی ہے، تو وہ لوگوں کی تعلیم کی لیے تھی۔نماز میں اذکار کا جہر سے پڑھنا بھی ثابت ہے:

1 ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں باہر سے کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے آئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کے لیے نماز میں ثناء زور سے پڑھی تھی۔

(کتاب الآثار رقم ۷۲)

2 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ جہراً پڑھی تھی۔
(نسائی رقم ۱۹۸۷، ۱۹۸۸) (تفصیل کے لیے دیکھیے 5.7.2)

3 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تعوذ کو بھی جہراً پڑھا تھا۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۹۳)

4 سری نمازوں میں بعض اوقات جناب رسول اللہ ﷺ ایک دو آیتیں زور سے پڑھ دیتے تھے، تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ حضور ﷺ فلاں سورت پڑھ رہے ہیں۔
(صحاح ستہ)

5 اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سقوط فرس کے واقعہ میں نماز کے دوران لوگوں کو سنانا باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ مقتدی تھے۔
تو بعید نہیں کہ آپ ﷺ نے بھی لوگوں کی تعلیم کے لیے آمین کو جہر سے پڑھا ہو۔

6:- حافظ ابن قیمؒ نے بھی ''زادالمعاد'' میں جہر آمین کو تعلیم پر محمول فرمایا ہے۔
(زادالمعاد ص ۸۸)

7 جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں ''ربنا لک الحمد، ملأ السمٰوٰت والأرض الخ'' پڑھتے ہوئے آواز بلند کی۔ (کنزالعمال ج ۴ ص ۲۱۱)

8 حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ (سری نمازوں میں) قراءت کو عمداً بلند آواز سے پڑھا جائے تا کہ مقتدی اس کو جان لیں کہ امام قراءت کر رہا ہے''۔ (کتاب الام ج ۷ ص ۱۷۳)

9 اسی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی آمد کے موقع پر ان کی تعلیم کے لیے بلند آواز سے آمین کہی تھی۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جیسا کہ ''سنن ابوداؤد'' میں ہے:

عن وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قال: رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیَالَ أُذُنَیْهِ، قال: ثُمَّ أَتَیْتُهُمْ فَرَأَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ أَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِیْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَ أَکْسِیَةٌ۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۸)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ

ﷺ افتتاح نماز کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتے تھے۔فرمایا: پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اوران پر بڑے کوٹ اوراونی چادریں تھیں۔

اسی طرح نسائی میں ہے:

ثُمّ أتيتُهُمْ من قابلٍ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِى البرانس.

(نسائی رقم ۱۱۵۹)

ترجمہ پھر میں اگلے سال آیا تو میں نے دیکھا کہ صحابہ ؓ نماز میں اونی چادروں میں میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔

10 اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر ؓ کی مذکورہ بالا حدیث مُحَدِّث حضرت ابوبِشْرَ دَولَابِی ؒ نے کتابُ الأَسْمَاءِ وَالْكُنىٰ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ: أَنْبَأَ يَحْيَى بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَكَنٍ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ الثَّقَفِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيَّ يَقُولُ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ حَتّٰى رَأَيْتُ خَدَّهُ مِنْ هٰذَا الْجَانِبِ وَمِنْ هٰذَا الْجَانِبِ. وَقَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:۷). فَقَالَ: آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ. مَا أَرَاهُ إِلَّا يعلمنا.

(الكنى والأسماء، ج۲ص۶۱۰رقم ۱۰۹۰. المؤلف: أبو بِشْر محمد بن أحمد بن حماد بن سعيد بن مسلم الأنصارى الدولابى الرازى (المتوفى ۳۱۰ھ). المحقق: أبو قتيبة نظر محمد الفاريابى. الناشر: دار ابن حزم، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر حضرمی ؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے رخسار مبارک کو دائیں جانب اور بائیں جانب مڑتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ ﷺ

نے ''غیر المغضوب علیهم ولا الضالین '' کے بعد کھینچ کر آمین کہی۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ کا کھینچ کر آمین کہنا ہماری تعلیم کے لیے تھا۔

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطورِ تعلیم کبھی کبھی حضور ﷺ نے آمین بالجہر کہی ہے۔ مگر آپ ﷺ کا معمول اخفاء آمین تھا جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث بطریقِ شعبہؒ کی صحیح وصریح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے آمین پست آواز سے کہی۔

☆ یہ روایات یہ فیصلہ کرنے کے لیے بہت کافی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ جہراً آمین نہیں کہی ہے۔ بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کے لیے کہی ہے۔ اگر جہراً آمین کہنا حضور اکرم ﷺ کا معمول ہوتا تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ '' ما أُرَاهُ اِلَّا لِيُعَلِّمُنَا '' اور '' قال: ''آمین''، ثلاثَ مَرَّاتٍ ''۔

☆ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''وحمل أئمتنا ماورد من رفع الصوت علی أوّل الأمر للتعليم، ثم لما استقرّ الأمر بالاخفاء. والله أعلم''۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۵۲۷ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ)

ترجمہ ہمارے ائمہ کرامؒ نے رفع صوت کو تعلیم پر محمول فرمایا ہے۔ پھر اخفاء آمین پر معاملہ ٹھہر گیا۔

☆ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں:

'' ہم انکار نہیں کرتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بآوازِ بلند آمین کہی تھی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ واقعی حضور ﷺ نے بآوازِ بلند آمین کہی تھی مگر اس پر دوام واستمرار نہیں تھا۔ آمین بآواز بلند آخری عمر تک حضور ﷺ سے دائمی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے کبھی کبھی اُمت کی تعلیم کی خاطر بآوازِ بلند آمین کہی تھی۔ پھر اسے مخفی کہتے رہے جیسا کہ صحاح میں ظہر وعصر کی مخفی نمازوں میں بھی احیاناً چند آیات کی قراءت اعلام وتعلیم کے لیے ثابت ہوئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے نہ کہ جہر۔ اسی پر جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل رہا ہے''۔

(بذل المجہود ج ۵ ص ۱۵۴ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''قلت: وما ظَهَرَ لي أنه ثَبَتَ الجهر عن النبي ﷺ قطعاً، لكن لا على طريق السُّنِّية، بل للتعليم أحياناً، أي لتعليم أنه ما يقرأ''۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۳۶۲ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے جہر آمین قطعاً ثابت ہے۔ لیکن یہ طریق سنیت سے نہیں، بلکہ کبھی کبھی تعلیم کے لیے تھا، یعنی یہ بتانے کے لیے کہ آپ ﷺ کیا پڑھ رہے ہیں۔

5.7.1:۔ تین بار آمین کہنا بھی بطورِ تعلیم تھا

امام طبرانیؒ نے معجمِ کبیر میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا سَعْدُ بْنُ الصَّلْتِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ: ''آمِين'' ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

(المعجم الكبير، ج ۲۲ ص ۲۲ رقم ۳۸. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفی ۳۶۰ھ). المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

علامہ ہیثمیؒ نے معجمِ کبیر کے حوالہ سے حضرت وائل بن حُجرؓ کی روایت ذکر کی ہے:

رأيتُ النبي ﷺ دَخَلَ في الصلوٰة. فلمّا فرغ من فاتحة الكتابِ، قال: ''آمين''، ثلاثَ مَرَّاتٍ.

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۸ رقم ۲۶۶۷ باب التأمين، وقال: رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثِقَاتٌ۔ طبع دار الكتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز شروع فرمائی۔ اور جب آپ ﷺ نے سورت فاتحہ ختم کی تو تین بار آمین کہی۔

1 جناب مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حدیث میں کلام نہیں۔ راوی سب ثقہ ہیں۔ باقی جو شخص تین دفعہ آمین کہنے کو بدعت بتلاتا ہے، یا وہ جاہل ہے، اس کو علمِ حدیث کی خبر نہیں ہے تو اس کو بتلانا چاہیے، یا عالم ہے تو دشمن اللہ، رسول کا ہے کہ جس فعل کو نبی ﷺ نے کیا ہے۔ پھر اُس سے منع نہیں کیا وہ اس کو بدعت بتلاتا ہے۔ ایسا شخص امید نہ رکھے کہ وہ دنیا سے ایمان لے کر جائے گا''۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۴۰)

2 امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں:

''الغرض! آمین بالجہر والوں کے پاس کوئی روایت صحیح اور قابلِ اعتماد سند سے مروی نہیں۔ اگر کوئی روایت ہے تو وہ یہی ہے۔ لیکن اس پر جہر والوں کا عمل نہیں۔ وہ تین مرتبہ نہیں، صرف ایک مرتبہ کہتے ہیں''۔ (خزائن السنن ص ۳۳۲)

3 حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وقال الحافظ كما في شرح المواهب: تثليث آمين بتثليث الواقعة لا أنه أمَّن ثلاثاً في واقعة واحدة، كما زعمه بعض الناس الجاهلون، فدل على التعليم.

(العرف الشذی ج ۱ ص ۱۳۳؛ شرح المواہب ج ۷ ص ۱۱۳، بحوالہ معارف السنن ج ۲ ص ۴۰۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (جو شافعی ہیں) اس حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت وائل بن حجرؓ نے تین نمازوں میں حضور ﷺ کو زور سے آمین کہتے ہوئے سنا ہے۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک ہی رکعت میں تین بار آمین کہی تھی۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے ہاں جو شخص اس حدیث سے تین بار آمین کہنا ایک واقعہ میں یعنی ایک نماز میں سمجھتا ہے، وہ جاہل ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجرؒ کے ہاں غیر مقلدین حضرات کے مذکورہ بالا مولوی صاحبان جاہل ٹھہرائے۔

4 حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی ؒ فرماتے ہیں:

میرے ہاں زیادہ پسندیدہ جواب یہ ہے۔ حضور ﷺ جب کسی مسئلہ کی تعلیم فرماتے تو اکثر ان الفاظ کو دہراتے تا کہ صحابہ کرام ؓ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن النبی ﷺ أنه كان اذا تكلم بكلمةٍ أعادها ثلاثاً حتّٰى تُفْهَمَ عنه.

(بخاری ج ۱ ص ۲۰)

ترجمہ جناب رسول اللہ ﷺ جب (تبلیغ وتعلیم کے طور پر) تکلّم فرماتے تو اس کلمہ کو تین بار دہراتے تا کہ آپ ﷺ سے وہ کلمہ اچھی طرح سمجھا جا سکے۔

اسی طرح تین بار آمین کہنا بھی سمجھ لیا جائے چونکہ حضور ﷺ آمین خفیہ پڑھتے تھے۔ اس لیے بطور تعلیم تین بار آمین جہراً پڑھی تا کہ صحابہ کرام ؓ اور حضرت وائل بن حجر ؓ سمجھ لیں کہ آمین نماز کے اندر پڑھنا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت وائل ؓ خود فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا آمین بالجہر کہنے کو مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم فرما رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا آمین کہنا بطور تعلیم کے تھا نہ کہ تین بار آمین کہنا سنت ہے۔ نیز یہ حدیث بھی ہماری دلیل ثابت ہوئی کہ جہراً آمین کہنا بطور تعلیم کے ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ عام طور پر اخفاء آمین سنت ہے جیسا کہ خود حضرت وائل ؓ کی روایت میں بطریق امام شعبہ ؒ گزر چکا ہے۔

(اظہار التحسین ص ۱۷۸)

5.7.2:۔حافظ ابن قیم ؒ کا فرمان

حافظ ابن قیم ؒ اپنی مشہور کتاب ''زاد المعاد'' میں فرماتے ہیں:

پس جب امام مقتدیوں کی تعلیم کے لیے (دعائے قنوت) کو بھی جہر سے پڑھے۔ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمر ؓ ثناء کے الفاظ مقتدیوں کی خاطر کبھی جہر سے پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ جہر سے پڑھی تھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنت ہے (حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں منفرد ہیں کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سورت فاتحہ کو جنازہ میں پڑھنے کے قائل نہیں تھے)۔اور اس سلسلہ میں امام کا آمین کو بالجہر پڑھنا بھی (یعنی تعلیم کی غرض سے) مباح اختلاف کے قبیل سے ہے۔"وهـذا مـن الااختـلاف الـمبـاح الـذى لا يُعَنَّفُ فيه من فعله، ولا من تركه، وهذا كـرفـع اليدين فى الصلاة وتركه"۔یعنی"ان چیزوں میں اختلاف مباح ہے جن میں کسی طرف بھی سختی کرنی درست نہیں۔جو کرتا ہے اس کے لیے بھی اور جو نہیں کرتا اس کے لیے بھی گنجائش ہے۔اور یہ ایسا ہی ہے جیسا نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص ۸۸ طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

5.8:۔جہر آمین منسوخ ہے

حضرت شیخ الحدیث محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:

ومـن أصـول الأحـنـاف: انهـم عـنـد التعارض الرويات يأخذون منها مـا كـان أوفـق بـالـقـرآن الـكـريـم.لأن الروايات يحتمل فيها الرواية بـالـمـعـنىٰ بخلاف القرآن. وقـد قـال اللّٰـه تعالىٰ: "وقوموا للّٰـه قـانتيـن".فأمر بالسكوت. والجهر حرمة بمقابلة السر. واتفقوا على أن أمـر الـصـلوٰة رجع مـن الحركة الى السكون. فقلنا: ان روايات الـجهـر والارتجاج اما منسوخة أو مؤولة.أما النسخ فلأنه لما آل أمر الـصـلاة من الحركة الى السكون كان الجهر محمولاً على الابتداء، والسـر عـلـى آخـر الزمان، فيكون الجهر منسوخاً.وأما التأويل فبأن يـقـال: انـه عـلـيـه الـسـلام قد جهر للتعليم. فلا يرد رواية اللجة. وفى رواية الارتـجـاج حتـى يسـمـعها من يليه من الصف الأول. ولا ينكر الأحـنـاف هٰـذا الـقـدر. بـل ينبغى الاسرار والاخفاء لأن فيه نوعاً من التضرع۔

(الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری وصحیح البُخاری ج۵ص۲۸۷،المؤلف: شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی (۱۴۰۲ھ)، طبع مؤسسة الخلیل الاسلامیہ، فیصل آباد طبع ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ فقہائے احناف کے اصول وقواعد میں سے ہے: ''وہ روایات کے تعارض کے وقت ان روایات کو لیتے ہیں جو قرآن کریم کے زیادہ موافق ہوں۔اس لیے کہ روایات میں روایت بالمعنیٰ کا زیادہ احتمال ہے بخلاف قرآن مجید کے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ''وقوموا للّٰہ قانتین''۔پس اس آیت میں سکون کا حکم دیا گیا ہے۔ جہر کو سر کے مقابلہ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔اس بات پر تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے کہ نماز میں احکام حرکت سے سکون کی طرف آتے گئے۔ ہم کہتے ہیں: جہر اور ارتجاج کی روایات یا تو منسوخ ہیں یا مؤوّل ہیں۔نسخ کا حکم اس لیے ہوگا کہ نماز میں احکام حرکت سے سکون کی طرف آتے گئے ہیں لہٰذا آمین بالجہر کو ابتداء پر محمول کیا جائے گا۔اور آمین بالسر کو آخر زمانے کی روایت مانا جائے گا۔لہٰذا آمین کے جہر والا حکم منسوخ مانا جائے گا۔آمین کے حکم میں تاویل اس طرح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کے لیے جہر کیا تھا۔پس ''لجہ'' والی روایات درست نہیں ہیں۔ارتجاج والی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی آواز بلند کی کہ صرف پہلی صف والوں میں سے ان لوگوں نے سنا جو قریب تھے۔احناف اس قدر جہر کے مخالف نہیں ہیں۔لیکن اسرار اور اخفاء کو اختیار کرنا زیادہ لائق ہے کیونکہ اس میں ایک طرح کا تضرع وعاجزی ہے۔

5.9:۔حدیث شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں:

قلتُ: لایضر اختلاف سفیان وشعبة، لأن کلا منهما امام عظیم الشأن.فلا تسقط روایة أحدهما بروایة الآخر''۔

(عمدة القاری ج۶ ص۴۷ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ میں کہتا ہوں: ''حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام شعبہؒ کا اختلاف مضر نہیں، کیونکہ دونوں بڑے عظیم الشان امام ہیں۔ پس ایک کی روایت سے دوسرے کی روایت ساقط نہیں ہو سکتی''۔

اس لیے اصولِ حدیث کی رعایت کرتے ہوئے، حضرت شعبہؒ کی طرف غلطی سے بچنے اور دونوں ائمہ حدیث کی جلالتِ شان کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں روایات میں تطبیق اختیار کی جائے۔ روایت میں جمع و تطبیق کی متعدد صورتیں ممکن ہیں:

5.9.1:۔ تعدد واقعات

دونوں روایتوں کو متعدد واقعات پر محمول کر لیا جائے کہ اوّل تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ رسالت میں حاضری ایک سے زائد مرتبہ ہوئی ہے۔ آمین کا عمل تو ہر نماز میں کیا جاتا ہے۔ ایک ہی سفر میں جہر اور اخفاء دونوں طرح کی باتوں کا علم میں آنا ممکن ہے۔ اس لیے اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے دونوں باتیں بیان کی ہوں۔ ایک حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت میں آ گئی اور دوسری بات حضرت امام شعبہؒ کی روایت میں۔ علامہ ابن جریر طبریؒ، حضرت امام شعبہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت کو الگ الگ تسلیم کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''والصواب أن الخبرين بالجهر والمخافة صحيحان، وعَمِلَ بكلٍّ من فِعْلَيْهِ جماعةٌ من العلماء. وان كنتُ مُخْتَاراً خَفْضَ الصوت بها اذ كان اكثرُ الصحابة والتابعين علىٰ ذٰلك''۔

(الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۵۸)

ترجمہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں خبریں، جہر اور اخفاء آمین کی، صحیح ہیں۔ ان دونوں روایتوں پر علماء کی جماعت کا الگ الگ عمل ہے۔ اگر چہ میں خود اخفاء آمین کے عمل کو اختیار کرتا ہوں۔ چونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکثر تابعین عظامؒ کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے''۔

5.9.2:۔اصل اخفاءِ آمین ہے، جہر تعلیماً تھا

حضرت امام شعبہؒ کی روایت میں جو اخفاء ہے۔اس کو عام معمول قرار دیا جائے کہ جمہور صحابہؓ اور تابعینؒ کے تعامل و توارث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت میں جو مدّ صوت یا رفع صوت سے جہر کا انداز معلوم ہو رہا ہے۔اس کو اتفاق پر محمول کیا جائے جس کا مقصد تعلیم دینا تھا۔اس سے جہر کا جواز ثابت ہو جائے گا۔جیسا کہ حافظ ابو البشر دولابیؒ نے ''کتاب الاسماء والکنیٰ'' میں روایت ذکر فرمائی ہے۔اس میں صراحت ہے کہ مد صوت کا مقصد ہمیں تعلیم دینا تھا:

''فقال آمين، يمد بها صوته. ما أُراه الا ليعلمنا''۔

ترجمہ آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس میں آواز کو کھینچا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ کا مقصد ہمیں تعلیم دینا تھا۔

تعلیم کا مقصد یوں بھی واضح ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ حضر موت کے شاہی خاندان کے فرزند ہیں۔خدمت اقدس میں دین سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔عملی طور پر انہیں دین سکھایا جا رہا ہے۔اس سے یہی معلوم ہوا کہ مقصد تعلیم ہی ہے۔

5.9.3:۔احادیثِ جہر واخفاء کے بارے میں علامہ ابن ہمامؒ کا فرمان

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام شعبہؒ کی روایتوں کا اختلاف تو وہ درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ایک ہی صورتِ حال کی مختلف تعبیریں ہیں۔آواز کھینچنے اور آواز بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس خاص موقع میں آمین سِرًّا (آہستہ) نہیں کہی تھی، بلکہ جہراً کہی تھی۔مگر جس لہجہ میں سورت فاتحہ پڑھی تھی۔اس لہجہ میں آپ ﷺ نے آمین نہیں کہی تھی، بلکہ آمین کہتے وقت آواز پست کر دی تھی۔چنانچہ نسائی شریف کی روایت میں ہے:

فلما قَرَأَ ''غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ''. قال: آمينَ، فسمعتهُ وأنا خلفه (نسائی رقم ۹۳۲ باب قول المأموم اذا عَطَسَ خلفَ الامام)۔

ترجمہ جب حضور اکرم ﷺ ''غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّآلِّينَ'' پر پہنچے تو آمین کہی۔ جسے میں نے سنا کیونکہ میں حضور ﷺ کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پہلی صف میں حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے، جہاں عام طور پر حضرات شیخین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو اکرام و تعظیم کے لیے وہاں جگہ دی گئی تھی۔ وہاں سے انہوں نے حضور ﷺ کی آمین سنی۔ کیونکہ اُنہی کو تعلیم دینا مقصود تھا۔ اس لیے حضور ﷺ نے اتنا جہر فرمایا، جتنا ضروری تھا۔ یہی ''خَفَضَ بِهَا صَوتَهُ'' کا مطلب ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے فتح القدیر ج ۱ ص ۱۵۷)

5.9.4: حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان

1 حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''بقی اختلاف سفیان وشُعبَة فی حدیث وائلٍ، فوجهُهُ عندی: أنه من باب حِفظ کل ما لم يَحفَظهُ الآخر. والحديث يَسقُطُ علىٰ مذهب الشافعية: ''وکان النبیُّ ﷺ جَهَرَ فيها بالتأمين دون جهر الفاتحة''، وهو مذهب الامام الشافعیؒ. فکان فی تأمينه جَهرٌ وخَفضٌ معاً؛ الجهرُ فی نفسه، والخفضُ بالنسبة الی الفاتحة. فما يرويه شُعبَةُ أيضاً صحيحٌ. وما يُؤَدِّيه سُفيَان أيضاً صحيحٌ. الَّا أن کلاهما يُؤَدِّيَان حصةً من المراد. فجهرُه أَدَّاه سُفيَان، وخفضُه بالنسبة الی الفاتحة ذکره شُعبَة، والأمران صحيحان''۔

(فیض الباری ج ۲ ص ۳۶۷ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

2 حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اپنی کتاب ''کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر'' فرماتے ہیں:

فاعلم أن لفظ سفيانؒ ''رفع بها صوته''، ولفظ شعبةؒ ''خفض بها صوته''

فی حدیث وائل بن حجرؓ لا بد فی الحدیث من کلیهما، وهو حدیث واحد لا حدیثان، ذکر کل مالم یذکره الآخر؛لأنه لو لا أصل الرفع (أی شئ منه)لم یسمعه وائلؓ وقد سمعه، ولو لا شئ من الخفض لما قال وائلؓ کما عند النسائی من قول المأموم اذا عطس الامام:"فلما قرأ "غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ ". قال: آمین،فسمعته وأنا خلفه". یوجه به سماعه،وکذا ما عند أبی داؤد عن أبی هریرةؓ:حتی یسمع من یلیه من الصف الأول. ثم التعبیر بالرفع، والجهر، والمدبالصوت،أوالخفض، والاخفاء به، تعبیرات عن هٰذه الحقیقة"۔

(کشف الستر عن صلوٰۃ الوترص ۱۶۹،۱۷۰طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ،کراچی ۱۴۲۴ھ)

اسی کی ترجمانی حضرت علامہ سید فخر الدین احمدؒ (سابق صدر المدرسین، دار العلوم، دیوبند) فرماتے ہیں: "تطبیق کا سب سے معتبر اور عمدہ طریقہ وہ ہے جسے علامہ کشمیریؒ اور علامہ شوق نیمویؒ نے اختیار فرمایا ہے کہ یہ الگ الگ دو روایتیں نہیں ہیں۔ ایک ہی روایت ہے اور "مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ " اور " أَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ" میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ اس میں حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے آمین اس طرح کہا جس میں جہری قراءت یا تکبیرات انتقال کی طرح جہر نہیں تھا۔ نسائی کی عبد الجبار بن وائلؒ کی مرسل روایت سے یہ بات اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے۔ جس میں حضرت وائل ؓ نے فرمایا: "فسمعته وأنا خلفه " حضور ﷺ نے آمین کہا اور میں نے سن لیا۔ اس لیے کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی ابو داؤد اور مسندِ حمیدی کی روایت سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے: "قال: آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الأول " کہ آپ ﷺ اس طرح آمین کہتے تھے کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ ﷺ کے قریب ہوتے، وہ آواز سن لیتے تھے۔ ان روایات کا مطلب صاف ہے کہ آمین کہنے مین جہر متعارف نہیں تھا بلکہ بسا اوقات آپ

ﷺ نے سانس کھینچ کر اس طرح ادا کیا کہ قریب کے چند لوگوں تک آواز پہنچ گئی۔ گویا دوسری صف میں آواز نہیں پہنچی۔ اور پہلی صف میں دائیں بائیں جو لوگ دوسری صف کے بقدر فاصلے پر تھے، وہ بھی آواز نہیں سن سکے۔

اسی طرح روایت میں ''أَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ '' یا ''خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ '' آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آواز پست تھی، یعنی جہری قراءت یا تکبیراتِ انتقال میں جہر کی نسبت، آمین کی آواز پست تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آواز بالکل سنی نہیں جاسکتی تھی۔ اس تطبیق کا حاصل یہ ہوا کہ مدِّ صوت، رفعِ صوت، اخفاءِ صوت اور خفضِ صوت کی جتنی تعبیرات ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ آواز میں نہ تو اتنی پستی تھی کہ انسان خود بھی نہ سن سکے اور قریب کے مقتدی بھی نہ سن سکیں اور نہ اتنی بلند تھی کہ دور کے لوگوں تک آواز پہنچ جائے۔ اس مضمون کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت سفیانؒ، روایت تو رفع صوت کی ذکر کرتے ہیں اور ان کا عمل آمین بالسر کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انہوں نے ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ'' کا مطلب جہر متعارف نہیں لیا''

(مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۸۹، ۱۹۰ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

5.9.5:۔علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا فرمان

علامہ ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ فرماتے ہیں: ''اصول حدیث کا یہ مسئلہ ہے کہ حتی الوسع تطبیق دے کر منافات کو دور کردینا چاہیے۔ اب سنو کہ دونوں حدیثوں میں کچھ منافات نہیں۔ سفیانؒ اور شعبہؒ دونوں کی حدیثوں کا مضمون صحیح ہے۔ مدّ صوت و رفع صوت کے معنیٰ یہاں صوتِ سری کے اس طرح سانس کھینچ کر پڑھنے کے ہیں کہ قریب والا سن لے۔ دیکھو! اگر کوئی نماز ظہر یا عصر میں کچھ سانس کھینچ کے نماز پڑھے، جس کو آس پاس والے سن لیں تو وہاں یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ شخص زور سے پڑھ رہا ہے، یعنی اس طرح پڑھتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی سنتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آہستہ پڑھتا ہے یعنی نماز جہریہ کی طرح نہیں پڑھتا۔ پس حضرت وائلؓ نے اپنے بیٹے علقمہؒ کو جو یہ کہا: وَأَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ ۔ تو اس کا مطلب یہ تھا

کہ میں نے جو آنحضرت ﷺ کو بعد ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' آمین کہتے سنا تو اس سے یہ نہ سمجھنا کہ آپ ﷺ نے تکبیر وغیرہ کی طرح آمین کو زور سے کہا تھا بلکہ آہستہ کہا تھا۔اور سلمہ بن کہیلؒ سے جو مدّ صوت کی روایت کی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ بعد سورت فاتحہ آمین کہنا مستحب ہے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ کے پیچھے جو میں نے نماز پڑھی تھی تو آپ ﷺ نے ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' کے بعد آمین کہی تھی اور میں نے آمین کو اس وجہ سے سن لیا کہ آپ ﷺ نے اس کو سانس کھینچ کے پڑھا تھا۔

غرضیکہ دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حاضری کے زمانے میں آنحضرت ﷺ نے آمین بالسرّ اس طرح سانس کھینچ کے پڑھی تھی کہ آپ ﷺ کے آس پاس والوں نے سن لی تھی۔چنانچہ اس مطلب کی تائید حضرت عبدالجبارؒ کی روایت کرتی ہے،جس کو نسائی نے روایت کیا ہے:''قال: آمین، فسمعته منه و أنا خلفه ''یعنی''حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے آمین کہی اور میں نے اس کو سن لیا کیونکہ میں آپ ﷺ ہی کے پیچھے تھا''۔ دیکھیے !ان دونوں قیود سے صاف نکل رہا ہے کہ آپ ﷺ نے آمین تکبیر کی طرح جہر سے نہیں کہی تھی بلکہ تسبیحات کی طرح بالسرّ کہی مگر ذرا سانس کھینچ کے کہ قریب کے لوگوں نے اس کو سن لیا۔اور یہ کھینچ کے پڑھنا تعلیماً تھا۔آنحضرت ﷺ نے ظہر وعصر میں بھی بعض آیتیں اس طرح پڑھ دی ہیں کہ لوگوں نے سن لی ہیں۔اور اس مطلب کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی کرتی ہے،جس کو حمیدیؒ اور ابو داوٗدؒ نے اخراج کیا ہے:''قال: آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الأول ''۔دیکھو!اس کہنے سے کہ صف اول کے وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے قریب تھے وہ آمین سنتے تھے۔صاف نکل رہا ہے کہ آپ ﷺ آہستہ آمین فرماتے تھے۔نہ اس طرح جیسا کہ آمین بالجہر والے کہا کرتے ہیں کہ آخر صف تک آواز پہنچ جاتی ہے۔

المختصر!حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا:''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ''اور'' أَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ'' دونوں صحیح ہیں۔اور دونوں میں نہایت عمدہ تطبیق ہو جاتی ہے۔جس کو ہر انصاف پسند غیر متعصب قبول کر سکتا ہے''

''میرے نزدیک حقیقت میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نہ تو ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' وغیرہ نکلے ہیں اور نہ ''أَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ'' وغیرہ بلکہ اصل میں یوں کہا ہے: ''قال: آمین، فسمعته منه وأنا خلفه'' یعنی'' آنحضرت ﷺ نے آمین کہی اور میں نے اس کو سن لیا کیونکہ میں آپ ﷺ ہی کے پیچھے کھڑا ہوا تھا''۔ چونکہ مسموع ہونے سے یہ بات نکلتی ہے کہ آپ ﷺ نے آمین جی میں نہیں کہی تھی بلکہ کچھ زور سے کہی تھی لوگوں نے اس کو ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ'' سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ'' فسمعته منه وأنا خلفه '' سے یہ بھی نکلتا ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر وغیرہ کی طرح آمین زور سے نہیں کہی تھی۔ بعضوں نے اس کو'' أَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ'' سے تعبیر کیا ہے''۔ فافهم وتشكر والحمد لله علىٰ ما ألهمني في هذا الباب!

(الحبل المتین فی الاخفاء بآمین ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶)

5.9.6: ۔حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا فرمان

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) بحوالہ علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مضطرب ہے۔ اضطراب کی دلیل یہ ہے کہ اس میں شعبہؒ نے'' أَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ '' اور سفیانؒ نے'' رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ'' روایت کیا ہے۔ واقعہ ایک ہی ہے اور دونوں ثقہ راویوں کا بیان متعارض ہے۔ لہٰذا یہ حدیث خفض و رفع میں مضطرب ہوگئی۔ دونوں میں اس وقت تک تطبیق وتوفیق ممکن نہیں، جب تک یہ نہ کہا جائے کہ رفع سے مراد رفع یسیر ہے جسے حضور ﷺ کے پاس والوں نے صف اوّل میں سُن لیا، مگر خفض سے مراد یہ ہے کہ آمین کو تکبیر اور تسمیع کی مانند جہر سے نہیں کہا گیا تھا''۔

(بذل المجہود ج۵ ص۱۵۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی؛ التعلیق الحسن علی آثار السنن ص ۱۳۹ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

5.9.7:۔علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) کا فرمان بحوالہ انوار الباری

ابوداؤد اور ترمذی میں جو یہ آیا ہے: ''جھر بھا صوتہ ''۔اس کے بارے میں حنفیہ نے کہا کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے، تعلیم وغیرہ کے لیے۔جیسا کہ محدث ابن جریرؒ نے بھی کہا کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا عمل اخفاء ہی تھا (الجوہر النقی ج۱ص۱۳۲)۔جو امام مالکؒ کے مسلک سے بھی ثابت ہوا ہے، کیونکہ وہ حتی الامکان تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کو ہی لیا کرتے تھے۔

حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کہ میں نے ''کشف الستر'' میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جہاں جہر ہوا ہے وہ بھی خفیف ہوا ہے، جو اخفاء ہی کے حکم میں ہے کسی پاس والے نے یا صفِ اول والوں نے سن لیا، جیسا کہ نسائی میں ہے۔پوری بات نہ شعبہ نے نقل کی، نہ سفیان نے۔شاید اسی لیے بخاری ومسلم نے ان کی روایت کو نہیں لیا۔امام شافعیؒ کا مذہب متون میں ہے کہ جہرِ قراءت سے جہر آمین کو پست کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث میں ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی تھی اور اس سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں۔وہ حدیث ضعیف ہے۔دوسرے اس میں یہ بھی ہے کہ پہلی صف والے سنتے تھے (ابوداؤد)۔ابن ماجہ میں جو''حتی یسمع بھا اھل الصف الأول ویرتج بھاصوتہ ''۔اس میں دونوں بے جوڑ لفظوں کو جمع کر دیا ہے۔یہ راوی ضعیف ہے۔شاید وہ آج کل کے عامل بالحدیث کی طرح ہوگا۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے: ''فسمعناھامنہ''۔جس سے معلوم ہوا کہ کبھی سن پایا ہے۔(انوار الباری ج۱۶ص۴۴۴)

5.9.8:۔حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا ''کشف الستر'' میں فیصلہ کن فرمان

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وبالجملة فحديث وائل قد رواه عنه ثلاثة: حجر بن عنبس، وابنا وائل علقمة، وعبد الجبار. وعن حجر بن عنبس سلمة بن كهيل، وعنه شعبة وسفيان. واختلفا عليه في الخفض والرفع. واختلف على علقمة أيضاً. فروىٰ أبواسحاق عنه عند احمد: ''سمعت النبي ﷺ يجهر بآمين''. وروىٰ شعبة من الطريق السابقة (أي سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبسٍ عن علقمة عن وائل اذا اعتبر علقمة فانه من المزيد في متصل الأسانيد) الخفض. وكذا الاختلاف على عبد الجبار يسرى اليه، فان عبد الجبار أخذه عن أخيه، علقمة. واختلف على عبد الجبار فيه. فعند النسائي من طريق أبي اسحاق عنه: ''فسمعته وأنا خلفه''. وهٰذا الى الخفض أقرب. وعنه من طريق أبي اسحاق عند احمد: صليتُ خلفه فقرَأَ ''غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ''. فقال: آمينَ، يجهر. وعنده من طريق الحجاج عن عبد الجبار عن أبيه: أنه سمع النبي ﷺ يقول: ''آمين''.

وهٰذا كنقلهم كثيراً مما يسر به ويخفى اتفاقاً. وهناك رابع رواه عن وائل وهو كليب. فعند أحمد أيضاً عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر أنه سمع النبي ﷺ يقول في الصلوٰة: آمين. وهٰذا مثل ما تقدم. وكذا ما عند ابن ماجه من طريق أبي بكر بن عياش عن أبيَ اسحاق عن عبد الجبار فلما قال: قال: '' وَلاَ الضَّآلِّيْنَ''. قال: آمينَ، فسمعناها منه. الى الخفض ما هو. والا فمن يقول فيما تم

جهره واشتهر وتقرر الأمر فيه هكذا بهذا العنوان. واذا علمت هذا فالحكم في الحديث لسفيان على شعبة ليس بناهض، وكيف؟ وعنده من طريق حجر بن عنبسٍ عن علقمة عن وائل أيضاً. كما أنه عنده عن حجر بن عنبس عن وائل بلا واسطة. فيمكن أن يكون لفظ علقمة هو الخفض. فرواه كما سمعه. فينبغي للناظر أن يتأنى ولا يتعجل؛ فان السرعان قد يكبو وينبو.

(کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر ص ۷۲،۷۱،۴۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ خلاصہ یہ کہ حدیث وائل کو حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے تین حضرات: حجر بن عنبسؒ، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹے: حضرت علقمہؒ اور حضرت عبد الجبارؒ، روایت کرتے ہیں۔ حضرت حجر بن عنبسؒ سے حضرت سلمہ بن کہیلؒ روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے حضرت سفیانؒ اور حضرت شعبہؒ دونوں روایت کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں خفض ورفع میں اختلاف کرتے ہیں۔ (اس میں حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا: ''حضور ﷺ نے آمین کو مد کے ساتھ ادا فرمایا''۔ حضرت شعبہؒ نے کہا: ''حضور ﷺ نے آمین پست آواز سے کہی'')۔ اسی طرح حضرت علقمہؒ سے بھی اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ ان سے مسند احمد (رقم ۱۹۰۷۴) میں حضرت ابو اسحٰق روایت کرتے ہیں: ''سمعت النبي ﷺ يَجْهَرُ بِآمِينَ''۔ امام شعبہؒ بھی سابقہ طریق سے (یعنی ''سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبسٍ عن علقمة عن وائل'' سے روایت کرتے ہیں۔ جب حضرت علقمہ بن وائلؒ کو سند متصل میں مزید راوی کے طور معتبر مانا جائے) خفض یعنی پست آواز کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح کا اختلاف حضرت عبد الجبار بن وائلؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت عبد الجبارؒ نے اپنے بھائی حضرت علقمہؒ سے علم اخذ کیا ہے۔ تو حضرت عبد الجبارؒ سے بھی (خفض ورفع کا) اختلاف روایت کیا گیا ہے۔ نسائی (رقم ۹۳۲) میں حضرت ابو اسحٰقؒ کے طریق سے روایت کیا گیا ہے: ''فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ''۔ یہ روایت خفض آمین کے زیادہ قریب ہے۔ اور انہی حضرت عبد الجبارؒ سے مسند احمد

(رقم ۱۹۰۷۸) میں حضرت ابواسحٰقؒ روایت کرتے ہیں: ''صَلَّیْتُ خَلْفَهٗ فقرَأَ ''غَیْرِ الـمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ ''. فقال: آمینَ،یَجْهَرُ ''۔اور مسند احمد (رقم ۱۹۰۴۶) میں ہی ''حجاج عن عبد الجبار عن ابیه ''کے طریق سے روایت ہے: '' أنه سمع النبی ﷺ یقول: ''آمین ''۔اور یہ (آمین کی) نقل وروایت ایسی ہی ہے جیسے کہ نماز میں بہت سی چیزیں مخفی طریقے سے ادا کی جاتی ہیں۔

یہاں ایک چوتھے راوی بھی حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرت کلیبؒ ہیں۔مسند احمد (رقم ۱۹۰۷۳) میں ہی ہے: ''عن عاصم بن کلیب عن أبیه عن وائل بن حجر أنه سمع النبی ﷺ یقول فی الصلوٰة: آمین ''۔یہ پچھلی روایت کی طرح ہی ہے۔اسی طرح ابن ماجہ (رقم ۸۵۵) میں بھی بطریق ''أبی بکر بن عیاش عن أبی اسحاق عن عبد الجبار عن أبیه '' بھی روایت ہے: ''قال صلیت مع النبی ﷺ. فلما قال: '' وَلاَ الضَّآلِّیْنَ ''. قال: ''آمین''. فسمعناها منه ''۔تو یہ روایت بھی خفض آمین کے زیادہ قریب ہے۔ ورنہ ایسے کیسے کہا جاسکتا ہے؟ جب جہر تمام ہو اور یہ بات مشہور ومعروف ہو۔معاملہ اسی عنوان کے ساتھ پورا ہو چکا ہو۔

جب تو نے یہ جان لیا ہے تو حضرت سفیان ثوریؒ کی حدیث کی وجہ سے حضرت شعبہؒ کی حدیث پر ساقط ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔وہ کیسے؟ حالانکہ حضرت امام شعبہؒ کے پاس '' حجر بن عنبسٍ عن علقمة عن وائل '' کا طریق بھی ہے جیسا کہ ان کے پاس ''حجر بن عنبس عن وائل '' کا بلا واسطہ طریق بھی ہے۔پس ممکن ہے کہ حضرت علقمہؒ کے ہاں ''خفض'' آمین کا لفظ ہو۔لہٰذا حضرت امام شعبہؒ نے اسی طرح روایت کیا ہو جیسا حضرت شعبہؒ نے سنا ہو۔لہٰذا ناظرین کرام! جلدی بازی سے کام نہ لو کیونکہ جلد بازی بعض اوقات ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

5.9.9:۔حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کی تطبیق

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

1 رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پریس نہ تھا کہ کسی کتاب میں تمام مسائل تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے جاتے، اور جو شخص آتا اسے وہ کتاب دے دی جاتی۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً نماز پڑھائی تو بلند آواز سے پڑھ کر ان نو مسلموں کو نماز کا طریقہ تعلیم فرما دیا۔ مثلاً: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز ختم فرماتے تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے (بخاری ج ا ص ۱۱۴؛ مسلم ج ا ص ۲۱۷؛ ابوداؤد ج ا ص ۱۴۳)۔ اس کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف تعلیم کے لئے تھا۔ (کتاب الام ج ا ص ۱۱۰؛ سنن کبری ج ۲ ص ۲۱۷؛ نووی شرح مسلم ج ا ص ۲۱۷؛ فتح الباری ج ۲ ص ۴۶۹؛ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶)

2 اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ظہر کی نماز میں کوئی آیت بلند آواز سے پڑھتے کہ مقتدی سن لیتے (عن ابی قتادہ ؓ)۔ یہ بھی صرف تعلیم کے لئے ہوتا تھا۔

3 حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کو نماز پڑھی۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ پڑھ رہے تھے: **اللّٰہ اکبر والجبروت.** (نسائی ج ا ص ۱۱۳)

4 حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ظہر پڑھتے اور آپ ﷺ سے سورۃ لقمان کی آیات سنا کرتے تھے۔ (نسائی ج ا ص ۱۱۳)

5 اسی طرح صحابہ ؓ کا رسول اللہ ﷺ سے رکوع اور سجود کی تسبیحات، تشہد اور دعائیں سننا بکثرت احادیث میں آتا ہے۔

6 اسی طرح حضرت عمر ؓ نے نماز میں **سبحانک اللّٰھم** بلند آواز سے پڑھا جیسا کہ کتاب الآثار امام محمدؒ اور شرح معانی الآثار طحاوی میں مذکور ہے۔

الغرض اس زمانہ میں طریقہ تعلیم یہی تھا۔ آجکل بھی مدارس میں بچوں کو جب نماز کا طریقہ سکھایا جاتا ہے تو وہ سب ساری نماز بلند آواز سے پڑھتے ہیں لیکن کوئی اس کو سنت مؤکدہ نہیں کہتا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا بھی حضرت وائل ؓ اور حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو نو مسلم تھے۔ ظاہر ہے کہ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یقیناً ان لوگوں کو نماز کا طریقہ سکھایا گیا تو اگر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعلیم کے لئے مثل قرأت ظہر یا دیگر اذکار وادعیہ اگر آمین بھی بلند آوز سے کہہ لی ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں، ہمیں تو اس کے سنت مؤکدہ ہونے سے انکار ہے۔ اس کو ایک اور مثال سے سمجھیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں مباشرت (بوس و کنار) فرما لیتے تھے، تو اس کے ثبوت کا ہمیں انکار نہیں۔ ہاں! اگر کوئی اس کو روزہ کی حالت میں سنت مؤکدہ کہنا شروع کر دے اور روزہ کی حالت میں مباشرت نہ کرنے والے مرد وعورت کا روزہ ناقص اور خلاف سنت بتائے، تو ہم اس کا انکار کریں گے۔ اسی طرح صرف رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا دکھا دینا، اس کے سنت ہونے کا ثبوت نہ ہوگا جب تک کہ اس پر دوام ثابت نہ کریں یا آخری وقت تک آمین کہنا نہ ثابت کریں۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۳۹ تا ۱۴۱)

5.9.10:۔خلاصہ تطبیق

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں پائی جانے والی مختلف تعبیرات پر غور وتدبر کے بعد یہ نتیجہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ ﷺ سے آمین کا جو انداز سنا ہے۔ اس میں اخفاء اس طرح کا نہیں تھا جسے ایک مقتدی بھی نہ سن سکے۔ اسی طرح جہر بھی ایسا نہیں تھا کہ مسجد نبوی کے تمام مقتدیوں تک آواز پہنچ جائے بلکہ آپ ﷺ نے اخفاء کے باوجود خاص انداز سے سانس کھینچ کر آمین کہا جسے قریب کے مقتدیوں نے سنا اور میں بالکل پیچھے ہی تھا۔ اس لیے حضرت علامہ کشمیریؒ اور علامہ شوق نیمویؒ اپنے ذوقِ سلیم کی مدد سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت شعبہؒ کی روایات میں جو متعدد تعبیرات ہیں۔ ان میں اصل تعبیر وہی معلوم ہوتی ہے جسے نسائی نے ذکر کیا ہے:

"فسمعته منه وأنا خلفه"۔

باقی مدّ، رفع، اخفی اور خفض وغیرہ روایت بالمعنیٰ کی قبیل سے ہیں اور صحیح ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی کیفیت ہے جسے ایک گونہ اخفاءِ صوت اور ایک گونہ مدِ صوت کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس کو سرّ ہی کہا جائے گا کیونکہ قریب کے ایک دو آدمیوں کا سن لینا سرّ کے منافی نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے سرّ ہی سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے سماع کو مدلل طور پر ثابت کرنے کے لیے "فسمعته منه و أنا خلفه" فرما رہے ہیں۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمام مقتدیوں تک آواز نہ پہنچنے کے باوجود میں نے اس لیے سن لیا کہ میں بالکل قریب تھا۔ نیز یہ کہ اگر آمین میں بالکل آواز نہ ہوتی تو وہ "سَمِعْتُہٗ" کیسے فرما دیتے؟ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدصوت میں معمولی آواز پیدا ہو گئی تھی جس میں حقیقت سر کے تحفظ کے باوجود مسموع ہونے کی صفت پائی جاتی تھی

(مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

5.10: حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بطریق سفیان ثوری رحمہ اللہ کی وجوہِ ترجیح اور ان کے جوابات

تنبیہ 1 ہمارا اور غیر مقلدین کا نزاع اُس آمین کے جہر و اخفاء میں ہے جو نماز کے اندر سورت فاتحہ کے بعد کہی جاتی ہے۔ "مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ" والی حدیث نماز کے بیان سے خاموش ہے اور عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی روایت جس میں نماز کا ذکر ہے، موضوع ہے۔ غیر مقلدین کا دعویٰ تو خاص ہے مگر دلیل عام ہے۔ لہٰذا تقریب تام نہیں۔ اسی طرح اس روایت کا امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت سے تعارض ثابت کرنا کئی وجوہ سے بے سود ہے:

۱ "مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ" کا معنیٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھا ہے۔

۲ حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت میں نماز کی صراحت موجود ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت نماز کے ذکر سے صامت و ساکت ہے حالانکہ تعارض کے لیے اتحادِ مکان اور اتحادِ موضوع و محمول وغیرہ شرط ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔ لہٰذا

تعارض کی فضول رٹ ختم کردینی چاہیے۔ اور "مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ" سے احناف استدلال کریں تو درست ہے۔ غیر مقلدین کو اس سے جہر آمین پر استدلال کرنا درست نہیں۔

تنبیہ 2 "مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ" کے معنی کی تحقیق 5.6.1 میں بیان کردی گئی ہے۔

تنبیہ 3 جناب زبیر علی زئی غیر مقلد نور العینین (۱۳۴ تا ۱۳۹) میں حضرت سفیان ثوریؒ کو ضعیف و مدلس ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ یہاں اسی سفیان ثوریؒ کی روایت کو امام شعبہؒ جیسے محدث اور امیر المؤمنین فی الحدیث کی روایت پر ترجیح دے رہے ہیں۔ این چہ بوالعجبی! نیز جب زبیر علی زئی ان کی روایت کو مانتے ہی نہیں تو ترجیح کیسی؟

جناب زبیر علی زئی نے یہ وجوہِ ترجیح بیان کی ہیں:

5.10.1:۔ سفیانؒ کی متابعت علاء بن صالح نے کی ہے اور شعبہؒ کا کوئی متابع نہیں۔

(القول المتین ص ۳۷)

جواب یہ وجہ ترجیح اس لیے ناکافی ہے کہ علاء بن صالح الاسدی بالاتفاق ضعیف ہے۔ اس لیے ان کی متابعت کا کوئی اعتبار نہیں (مزید تفصیل لے لیے ملاحظہ فرمائیں 5.6.2)

امام شعبہؒ بڑے بلند پایہ محدث اور امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ امام شعبہؒ کی روایت اوفق بالقرآن ہے:

أُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (اعراف:۵۵)

آمین بھی دعا ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں "**قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا**" کہا گیا ہے، حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام نے صرف آمین کہی تھی۔

(دیکھیے باب نمبر 2)

بہت سی روایات سے بھی امام شعبہؒ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث ہے: **أن رسول الله ﷺ قال: اذا قال الامام: "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". فقولوا: "آمين"**۔ اس حدیث میں امام کے "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" کہنے کو آمین کہنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اگر جہر آمین کو ترجیح

ہوتی تو خود آمین کہنے کو ذکر نہ کیا جاتا۔لہٰذا اس روایت سے اخفاء آمین واضح ہے۔

دوسری روایت جس سے امام شعبہؒ کی روایت کی تائید ہوتی ہے، وہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سکتتین ہے: أَنَّــهُ حَـفِـظَ عَـن رسـول الـلّـه ﷺ سـكـتتيـن: سكتةً اذا كَبَّرَ، وسكتةً اذا فرغ من قراءةِ "غَيْرِ المَغضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" ۔اس سے معلوم ہوا کہ "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" کے بعد سکتہ ہوتا تھا۔ اگر آمین بالجہر ہوتا تو اس سکتہ کا کوئی مطلب نہیں رہتا۔ ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو باب نمبر 4 میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔

5.10.2: سفیانؒ کی روایت کے دو شاہد اور ان کا جواب

سفیانؒ کی روایت کے دو شاہد ہیں۔(القول المتین ص ۳۷)

شاہد اول کہا جاتا ہے، علقمہ بن وائلؒ نے بھی یہ حدیث "یجھر بآمین" اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔(مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۸)(القول المتین ص ۳۷)

جواب

1 خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

2 اس حدیث کی سند میں ایک راوی شَرِیک بن عبد اللہ القاضی ہے۔ یہ حدیث بوجہ اختلاط فی العقل واوہام اس راوی کے ضعیف ہے۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: صـدوقٌ يُـخـطـئُ كثيـراً تـغيـر حـفظه منذولِي القضاء بالكوفة و كان عادلاً، عابداً، شديداً على أهل البدع. (تقریب: ۲۷۹۷)

ترجمہ سچے ہیں۔ بہت زیادہ خطائیں کرتے تھے۔کوفہ میں منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔وہ عادل، فاضل، عابد اور اہل بدعت کے خلاف بہت سخت تھے۔

میزان الاعتدال میں بہت سارے محدثین کرامؒ کی جرحیں منقول ہیں اور یہ بھی ہے:
حضرت معاویہ بن صالحؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے شریکؒ

کے بارے پوچھا۔تو انہون نے فرمایا: وہ عاقل، صدوق، محدث اور اہل ریب اور اہل بدعت کے خلاف بہت سخت تھے۔ میں نے پوچھا کہ اسرائیلؒ اس سے زیادہ اثبت تھے تو کہنے لگے: ہاں! میں نے پوچھا: کیا شریک راوی سے احتجاج کیا جا سکتا ہے؟ تو فرمایا: میری رائے اس بارے مت پوچھ۔ میں نے پوچھا: کیا اسرائیلؒ سے احتجاج کیا جاسکتا ہے؟ تو فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم!

3 اس حدیث میں جہر سے مراد وہ جہر ہے کہ صف اول کے قریب کے لوگ سن لیں۔ اور وہ اخفاء آمین کے خلاف نہیں۔

4 اس سے بعض اوقات حضور ﷺ کا آمین بالجہر کہنا نکلتا ہے۔ ہمیں بعض اوقات حضور ﷺ کے تعلیماً آمین بالجہر سے انکار نہیں۔

شاہد دوم کہا جاتا ہے کہ عبدالجبار بن وائلؒ نے بھی یہ حدیث اپنے والد سے آمین بالجہر کے مفہوم کے ساتھ بیان کی ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم ۸۵۵)، (القول المتین ص ۳۸)

جواب

1 عبدالجبار بن وائلؒ نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ لہٰذا روایت منقطع ہے۔ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ا حافظ ابن حجرؒ حدیث ''وضع الركبتين قبل اليدين'' میں فرماتے ہیں:

وَهٰذِهِ الطريق فى سنن أبى دَاوٗد إِلَّا أَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ.

(التلخيص الحبير فى تخريج أحاديث الرافعى الكبير ج۱ص۶۱۷رقم۳۷۹.

المؤلف: أبو الفضل أحمد بن على بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانى (المتوفى ۸۵۲ھ). الناشر: دار الكتب العلمية. الطبعة: الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ عبدالجبارؒ نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔

تقریب میں فرماتے ہیں: **أرسل عن أبيه** ۔

ترجمہ ''اپنے باپ سے اس کی روایت منقطع ہے''۔

۲ امام نوویؒ بھی عبدالجبار بن وائلؒ کی روایت باپ سے مروی شدہ کو منقطع قرار دیتے

ہیں۔(شرح المہذب ج۳ص۴۰۶طبع مصر)

۳ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ: عَبْدُ الجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ وَلَا أَدْرَكَهُ. يُقَالُ: إِنَّهُ وُلِدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِأَشْهُرٍ.

(سنن ترمذی کتاب الحدود،ص۶۱۱ تحت رقم ۱۴۵۳ طبع دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ حضرت امام بخاریؒ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا: ''عبدالجبار بن وائلؒ نے اپنے باپ سے نہیں سنا اور نہ اپنے باپ کو پایا ہے''۔کہا جاتا ہے کہ وہ تو اپنے باپ کی وفات کے کئی ماہ (چھ ماہ) بعد پیدا ہوا ہے۔

۴ خود زبیر علی زئی نے بھی اس کو مرسل تسلیم کیا.........محدثین کے نزیک مرسل ضعیف ہوتی ہے(القول المتین ۳۸)۔

۵ عبدالجبارؒ کا استاذ اگر چہ ان کا بڑا بھائی علقمہ بن وائلؒ بھی ہے۔نیز عبدالجبارؒ کا استاذ ان کے باپ حضرت وائلؓ کا مولیٰ (غلام) بھی تھا جو کہ مجہول ہے اور یہ روایت بھی اسی سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر حضرت علقمہؒ سے ہوتی تو اخفاء آمین کی ہوتی اس لیے کہ وہ اخفاء آمین کے راوی ہیں۔

2 اس حدیث کا دارومدار ابواسحٰق سبیعیؒ پر ہے جو آخر عمر میں مختلط الحدیث ہو گئے تھے۔ نیز مدلّس بھی تھے۔مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد نے ان کی معنعن روایت کو ضعیف قرار دیا ہے(تحفۃ الاحوذی ج۱ص۱۴۰)۔اس ضعیف و منقطع روایت کو ابواسحٰقؒ کے کئی شاگرد نقل کرتے ہیں:

یونس بن ابی اسحٰقؒ (نسائی ج۱ص۱۴۷)،ابوبکر بن عیاشؒ (ابن ماجہ ص۶۲)، ابوالاحوص (نسائی ج۱ص۱۴۰)،معمر (مصنف عبدالرزاق ج۲ص۹۵)

3 خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے صیغۂ تمریض کے ساتھ بیان کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔اور بات بھی پوری بیان نہیں کی۔شاید اس لیے کہ یہ احادیث تو ترک جہر آمین یعنی اخفاء آمین کو بیان کر رہی ہیں۔

4 رفع صوت سے آمین بالجہر مابہ النزاع ثابت نہیں ہوتی۔حضور ﷺ تعلیماً آمین

بالسرّ کو کبھی کبھی ذرا سانس کھینچ کے پڑھ دیتے تھے کہ آس پاس والے سن لیتے تھے۔
دوسری روایت میں: یسمعَ من یلیہ من الصف الأول. (صف اول کے وہ لوگ جو آپ ﷺ کے آس پاس ہوتے، سن لیتے)، کی قید موجود ہے جس سے رفع صوت کی حد متعین ہوگئی ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود نسائی نے عبدالجبارؒ کی حدیث کو باب قول الامام اذاعطس خلف الامام میں یوں روایت کیا ہے:

عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه، قال صلّيتُ خلف رسول الله ﷺ، فلمّا كبّر رفع يديه أسفل من أُذُنيه، فلما قرَأ "غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". قال: "آمين". فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ. الحديث.

(نسائی رقم ۹۳۲)

ترجمہ حضرت عبدالجبار بن وائلؒ نے اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب تکبیر کہی تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے نچلے حصہ تک اُٹھائے اور "**غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ**" پڑھا تو آمین کہی۔ پس میں نے آپ ﷺ کی آمین سن لی اور میں آپ ﷺ کے پیچھے ہی کھڑا تھا"۔

اس حدیث سے دو باتیں مفید مطلب معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ حضرت وائل بن حجر ؓ صف اول میں حضور ﷺ کے قریب کھڑے تھے۔ دوسرے حضور ﷺ نے آمین بالسرّ کہی تھی مگر سانس اس طرح کھینچ کے کہی تھی کہ آپ ﷺ کے قریب والوں تک آواز پہنچ گئی تھی۔ اگر حضور ﷺ نے تکبیر وغیرہ کی طرح زور سے آمین کہی ہوتی تو حضرت وائل بن حجرؓ کو اس کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی: **فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ** یعنی آپ ﷺ نے آمین جو کہی تھی۔ میں نے اس کو سن لیا اور میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا۔

5 ابن ماجہ میں یہ روایت اس طرح ہے:

عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه، قال: صلّيتُ مع النبيﷺ، فلمّا قَالَ: "وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". قال: "آمين". فَسَمِعْنَاها. (ابن ماجہ رقم ۸۵۵)

ترجمہ حضرت عبدالجبار بن وائلؒ نے اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوںؓ نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب آپ ﷺ نے "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" پڑھا تو آمین کہی۔ پس میں نے یہ کلمہ آپ ﷺ سے سن لیا۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ بہت سے محدثینؒ نے حضرت عبدالجبارؒ کے اپنے باپ حضرت وائلؓ کے سماع سے انکار کیا ہے بلکہ بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس وجہ سے یہ حدیث منقطع ہوئی۔ حافظ مغلطائیؒ نے شرح ابن ماجہ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے:

هٰذاحديث منقطع فيما بين عبد الجبار وأبيه (الحبل المتين ص ٥٦)۔

اس حدیث کا مضمون تو وہ اخفاء آمین کی دلیل ہے۔

6 مسند احمد میں یہ روایت یوں روایت کی گئی ہے:

عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه، قال: رأيت رسول الله ﷺ يضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ في الصلاة قريباً من الرسغ ويضع يده حين يوجب حتى يبلغا أُذُنيه. وصليتُ خلفه فقَرَأ "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". قال: "آمين" يجهرُ. (مسند احمد رقم ١٩٠٨٧)

ترجمہ حضرت عبدالجبار بن وائلؒ نے اپنے باپ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے قریب رکھتے اور تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے۔ اور آپ ﷺ کے پیچھے میں نے نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" پڑھا اور زور سے آمین کہی"۔

یہ حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے۔

1 ایک تو بوجہ ابواسحٰق سبیعیؒ کہ آخر میں ان کی عقل میں اختلاط ہو گیا تھا۔ اس حدیث میں ان سے روایت کرنے والے راوی زہیرؒ کو بعد اختلاط سماع حاصل ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: زہیرؒ ثقہ، ثبت ہیں مگر ان کا سماع ابواسحٰقؒ سے آخری عمر کا

ہے۔(تقریب: رقم الترجمہ۲۰۵۱)

میزان الاعتدال میں زہیرؒ کے ترجمہ میں حضرت امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''فی حدیثه عن أبی اسحٰق لین سمع منه بآخرة ''۔یعنی اس کی حدیث جو ابو اسحٰقؒ سے ہے اس میں کمزوری ہے اس نے ابو اسحٰقؒ سے آخری عمر میں سنا ہے۔امام ابو زرعہؒ کا یہ قول لکھا ہے:''ثقة الا أنّه سمع من أبی اسحٰق بعد الاختلاط ''۔''زہیرؒ اگر چہ ثقہ ہیں مگر اس نے ابو اسحٰقؒ سے اختلاط کے بعد سنا ہے''۔

۲ حضرت عبد الجبارؒ نے جہر کا لفظ نہیں کہا ہے۔کسی راوی نے نقل بالمعنیٰ کر دیا ہے۔کیونکہ نسائی میں ابو اسحٰقؒ کے بیٹے سے عن أبی اسحٰق عن عبد الجبار یوں مروی ہے: فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ.

ترجمہ آپ ﷺ نے آمین جو کہی تھی، میں نے اس کو سن لیا اور میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا۔

ابن ماجہ میں ابوبکر بن عیاشؒ سے عن أبی اسحٰق عن عبد الجبار سے روایت یوں ہے: فَسَمِعْنَاها۔یعنی ہم نے آپ ﷺ سے اس آمین کے لفظ کو سن لیا تھا۔

۳ اگر جہر کا لفظ بھی اصل روایت میں ہو۔تو جہر سے مراد وہ جہر ہے جو سانس کی حرکت سے آس پاس والوں کو مسموع ہو جاتی ہے۔

۴ اگر جہر سے مراد وہی جہر ہو جیسا کہ تکبیر وغیرہ میں ہوا کرتا ہے تو یہ واقعی اتفاقی ہے۔ تعلیم کے لیے حضور ﷺ کے جہر آمین سے ہمیں انکار نہیں۔

واضح ہو کہ یہ کوئی نئی حدیث نہیں۔یہ وہی حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث ہے جو اس باب میں تفصیلاً بیان ہو چکی ہے۔یہ حدیث مختلف طور پر مروی ہے۔کسی میں مدّ صوت، کسی میں رفع صوت، کسی میں جہر کا لفظ ہے۔کسی میں'' أَخْفٰی بِهَا صَوْتَهُ'' اور کسی میں'' خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ'' اور کسی میں''قال آمین: فَسَمِعْتُهُ وَأَنَا خَلْفَهُ '' وغیرہ ہے۔جن کے ملانے اور تطبیق دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے وائل بن حجرؓ کی شرکتِ نماز کے زمانے میں ہرگز آمین کو تکبیر کی طرح جہر سے نہیں کہا تھا بلکہ اس طرح آپ ﷺ نے سانس کھینچ کے زور سے کہا تھا کہ آس

پاس والوں نے سن لیا تھا چونکہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ صف اول میں حضور ﷺ کے بہت ہی قریب کھڑے ہوئے تھے۔انہوں نے آپ ﷺ کی آواز سن لی۔

5.10.3:۔جمہور محدثین نے شعبہؒ کی روایت کو خطا اور ثوریؒ کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔ (القول المتین ص۳۹)

جواب بہت سے محدثین کرامؒ نے امام شعبہؒ کی روایت کو صحیح اور اس کو ترجیح دی ہے جیسا کہ اس باب میں 5.1، 5.2، 5.3، 5.4 میں بیان کر دیا گیا ہے۔

5.10.4:۔شعبہؒ کی روایت میں اضطراب ہے (القول المتین ص۳۹)۔

جواب حضرت امام شعبہؒ کی روایت میں کوئی اضطراب نہیں ہے۔ان سے روایت کرنے راوی ثقہ ہیں۔جیسا کہ اس باب میں 5.1، 5.2، 5.3، 5.4 میں بیان کر دیا گیا ہے۔

5.10.5:۔محدثین کا قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ سفیانؒ اور شعبہؒ کی روایت میں جب بھی اختلاف ہو تو سفیانؒ کی روایت کو ترجیح دی جائے گی (القول المتین ص۳۹)۔

جواب یہ مطلقاً ٹھیک نہیں ہے بلکہ امام شعبہؒ کی روایت کو ترجیح ہے کیونکہ وہ احادیث کے زیادہ حافظ اور تدلیس سے بہت دور ہیں۔

(تفصیل 5.1، 5.2، 5.3، 5.4 میں ملاحظہ فرمائیں)

5.10.6:۔حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت (جو کہ ثوریؒ کی سند کے ساتھ ہے) کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے شواہد بھی ہیں۔(القول المتین ص۳۹)

جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کے جوابات باب نمبر 7 میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔آپ ﷺ نے جب ''وَلاَ الضَّآلِّیْنَ'' کہا تو آمین کہی''۔(سنن ابن ماجہ رقم ۸۵۴)

جواب

1 یہ حدیث ضعیف ہے۔اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ ہے۔جن کو غیر مقلدین ترک رفع یدین کی روایت میں ضعیف جانتے ہیں۔جب یہی راوی آمین کی روایت بیان کرتا ہے تو غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی درجہ کا ثقہ ہو جاتا

ہے۔(رفع یدین اور آمین ص ۲۸)

اگر چہ ابن ابی لیلیٰ ؒ ہمارے نزدیک حسن درجہ کا راوی ہے۔تاہم جب منفرد ہو تو اس کی روایت قابل احتجاج نہ ہوگی۔ یہاں وہ اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد ہے۔ اسی لیے امام ابوحاتم ؒ اس کی اس روایت کو غلط وخطا قرار دیتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ حَدِيثٍ حَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ ثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عِيسَى بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "آمِينَ" حِينَ يَفْرُغُ مِنْ قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ. فَقَالَ: هٰذَا عِنْدِي خَطَأٌ. إِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلٍ. وَهٰذَا مِنْ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى فَإِنَّهُ كَانَ سيءُ الْحِفْظِ.

(علل الحديث "لابن أبي حاتم" ج۱ص۹۳رقم الحدیث۲۵۱؛التلخيص الحبير فی تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج۱ص۵۸۳رقم ۳۵۳. المؤلف:أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلانی (المتوفى۸۵۲ھ).الناشر: دار الكتب العلمية.الطبعة:الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ ابن ابی حاتم ؒ نے اپنے باپ ابوحاتم ؒ سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواباً فرمایا: یہ روایت میرے نزدیک غلط ہے۔ بیشک یہ روایت حجر بن عنبس ؒ سے مروی ہے۔اور یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے مروی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے)۔ بیشک وہ ابن ابی لیلیٰ ؒ خراب حافظہ والا ہے"۔

علامہ قاضی شوکانی ؒ غیر مقلد بھی یہ جرح بیان کرتے ہیں۔

(نیل الاوطار ج۲ص۲۲۲)

تنبیہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اس راوی کو ضعیف بیان کرنے میں بہت زور لگایا ہے (ملاحظہ فرمائیں نور العینین ص ۱۵۰)۔ یہاں بھی وہ فرماتے ہیں: "محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ؒ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے" (القول المتین ۴۱)، مگر اس سے استدلال بھی

کرتے ہیں۔

2 حضرت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کے علاوہ اس حدیث کی سند میں حجیۃ بن عدی الکندی الکوفیؒ واقع ہے۔امام بخاریؒ کے استاذ حضرت علی بن مدینیؒ اس کو مجہول کہتے ہیں۔

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں:شیخ لا یحتج بحدیثہٖ شبیہ بالمجھول۔

ترجمہ شیخ ہے جس کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔مجہول کے مشابہ ہے۔

امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں:معروف تھا اور قوی نہیں تھا۔امام عجلیؒ اور ابن حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔(تہذیب التہذیب ج۲ص۲۱۶)

امام مسلمؒ فرماتے ہیں:"حجیۃ بن عدیؒ سے روایت کرنے میں سلمہ بن کہیلؒ متفرد ہے"۔ (کتاب المنفردات والوحدان ص۱۶)

حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ ہے:"سچا ہے،خطا کرتا ہے"۔(تقریب ص۹۷)

لہٰذا ابوحاتمؒ کا یہ فیصلہ کہ"یہ روایت میں غلط وخطاء ہے" صحیح ثابت ہوا۔

3 اس حدیث میں نماز کا سرے سے ذکر ہی نہیں حالانکہ ہماری بحث نماز میں ہے۔

4 حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صریح وصحیح عمل اخفاء آمین کا نماز میں اگلے باب میں 6.2.2 میں بیان آئے گا۔لہٰذا یہ روایت قابل التفات نہیں۔

5 سماع یا مدّ صوت سے متنازع جہر آمین ثابت نہیں ہوتا۔ہم خود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیماً آمین بالسرّ کو کبھی کبھی ذرا سانس کھینچ کے پڑھ دیتے تھے کہ آس پاس والے سن لیتے تھے۔خود امام بخاریؒ کے استاذ حمیدیؒ کی روایت میں: یسمع من یلیہ من الصف الأول. (صف اول کے وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس ہوتے،سن لیتے)،قید موجود ہے جس سے رفع صوت کی حد متعین ہوگئی ہے۔

5.10.7:۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی سفیان ثوریؒ کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما آمین بالجہر کے قائل تھے.(القول المتین ص۳۹،۴۰)

جواب ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کا ضعیف ہونا باب نمبر 7 میں بیان کردیا گیا ہے۔ اخفاء آمین کا عمل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور

کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کبار تابعین رحمہم اللہ میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عمل باب نمبر 6 میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والصواب أن الخبرين بالجهر والمخافة صحيحان، وعَمِلَ بكلٍّ من فِعْلَيْهِ جماعةٌ من العلماء. وان كنتُ مُخْتاراً خَفْض الصوت بها اذ كان اكثرُ الصحابة والتابعين علىٰ ذٰلك۔

(الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۵۸ طبع ملتان)

ترجمہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں خبریں، جہر اور اخفاء آمین کی، صحیح ہیں۔ ان دونوں روایتوں پر علماء کی جماعت کا الگ الگ عمل ہے۔ اگر چہ میں خود اخفاء آمین کے عمل کو اختیار کرتا ہوں۔ چونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکثر تابعین عظام رحمہم اللہ کا عمل اسی کے مطابق رہا ہے۔

5.11: حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ سے جہرِ آمین کی روایت شاذ ہے

شبہ امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت مذکورہ کے خلاف خود شعبہ رحمہ اللہ ہی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پکار کر آمین کہنا ثابت ہے۔ گویا کہ شعبہ رحمہ اللہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے رجوع کر لیا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند بھی صحیح ہے۔ (فتویٰ آمین بالجہر ص ۶۷)

جواب حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ سے محمد بن جعفر رحمہ اللہ (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۹) اور یزید بن زریع رحمہ اللہ (دار قطنی رقم ۱۲۷۰) نے "أَخْفىٰ بِهَا صَوْتَهُ" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آواز پست رکھی) کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (مسند احمد رقم ۱۹۰۴۸)، ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ (ابو داؤد طیالسی رقم ۱۱۱۷؛ بیہقی رقم ۲۴۴۷)، عمرو بن مرزوق رحمہ اللہ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۵۸۲) اور سلیمان بن حرب رحمہ اللہ (مستدرک حاکم رقم ۲۹۶۸) وغیرہ نے "خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ" اور "يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ" کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے 5.2)

حضرت شعبہ رحمہ اللہ کے ساتویں شاگرد امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک طیالسی رحمہ اللہ ہیں (دیکھیے

5.2)۔ابوالولیدؒ کے دو شاگرد ہیں: اسماعیل بن اسحٰق القاضیؒ (المتوفی ۲۸۲ھ) اور ابراہیم بن مرزوقؒ ہیں۔ان کے پہلے شاگرد اسماعیل بن اسحاق القاضیؒ، جو ثقہ ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ نے ان کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں:''اسماعیل بن اسحٰقؒ فاضل، عالم، مضبوط اور فقیہ تھے۔حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر تھے(تاریخ بغداد ج۶ص۲۸۴تا۲۹۰)۔یہ شاگرد اپنے استاذ ابوالولیدؒ اور سلیمان بن حربؒ دونوں سے، پھر وہ اپنے استاذ امام شعبہؒ سے''یَخفِضُ بها صوتَهٗ'' کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

(مستدرک حاکم ج۲ص۲۳۲رقم ۲۹۶۸)

دوسرا شاگرد ابراہیم بن مرزوقؒ ہے۔سنن کبریٰ بیہقی (ج۲ص۵۸طبع ملتان) میں اس کی سند میں حضرت امام ابوالولید الطیالسیؒ سے روایت کرنے والے ابراہیم بن مرزوق بصریؒ ہیں۔یہ ضعیف و متکلم فیہ روای''رَافِعاً بها صوتَهٗ'' کے الفاظ نقل کرتا ہے۔صرف یہی ایک راوی ہے جو امام شعبہؒ کے تمام شاگردوں میں سب کی مخالفت کرتا ہے۔لہٰذا ابن مرزوقؒ کی روایت شاذ اور اسماعیل القاضیؒ کی روایت محفوظ ہے۔اس لیے حضرت امام شعبہؒ سے جہراً آمین کی روایت صحیح نہیں ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیے اظہار التحسین ص۹۹تا۱۰۵)

زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اس روایت کے شاذ ہونے کی تصریح کی ہے:''ابوالولید الطیالسیؒ سے اختلاف ہے۔ان کے شاگرد اسماعیل بن اسحاق القاضیؒ (ثقہ بالاجماع) کی روایت میں''یَخفِضُ بها صوتَهٗ'' کے الفاظ ہیں۔حاکمؒ اور ذہبیؒ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ابراہیم بن مرزوقؒ (متکلم فیہ) کی روایت میں ''رَافِعاً بها صوتَهٗ'' کے الفاظ ہیں۔ابن مرزوقؒ کی روایت شاذ اور اسماعیل القاضیؒ کی روایت محفوظ ہے''۔(القول المتین ص۳۶)

اصول حدیث کے ان مسلّمہ اصول کو چھوڑ کر امام بیہقیؒ کی حدیث کی تصحیح کس طرح قبول کی جاسکتی ہے۔

اوّل سنن کبریٰ بیہقی (ج۲ص۵۸طبع ملتان) میں یہ روایت ابراہیم بن مرزوقؒ والی

روایت موجود ہے مگر اس کی تصحیح موجود نہیں۔

دوم اگر بیہقیؒ کی کسی اور کتاب میں ہو تو تعجب و حیرانگی کی کوئی بات نہیں۔ اس لیے کہ وہ موضوعات وضعاف کی تصحیح کرتے ہوئے امام شافعیؒ اور ان کے مذہب کے محسن مشہور ہوئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

''امام الحرمینؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شافعی المسلک ایسا نہ ہوگا جس پر امام شافعیؒ کا احسان نہ ہو مگر امام بیہقیؒ۔ اس لیے کہ امام بیہقیؒ کا امام شافعیؒ پر احسان ہے''۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۱۰؛التعلیقات السنیہ علی الفوائد البھیہ ص۲۴۸طبع نور محمد، کراچی واللفظ لہ)

باب 6

اخفاءِ آمین اور خیر القرون کا تعامل

6.1: خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے قول و عمل کی دین میں اہمیت

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الوَلِيدِ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا العُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا القُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا. وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ. فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (ترمذی رقم ۲٦۷٦)

2 عَنِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، فَقَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ،

تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلَاةَ. (مشکوٰۃ رقم ۱۶۵؛ ترمذی رقم ۲۶۷۶؛ ابوداود رقم ۴۶۰۷؛ ابن ماجہ رقم ۴۳، ۴۴؛ مسند احمد رقم ۱۷۲۷۲، ۱۷۲۷۴)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، رخصت ہونے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجا لانا، اگر چہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے''۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''میری سنت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

تنبیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو جس طرح سنت کہا جاتا ہے اسی طرح حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا جاری کردہ طریقہ بھی سنت کی تعریف میں داخل ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ سنت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

والسُّنة: هى الطريقة المسلوكةُ، فيشمل ذلك التمسُّك بما كان عليه هو وخلفاؤه الرَّاشدونَ مِنَ الاعتقادات والأعمال والأقوال: وهذه هى السُّنةُ الكاملةُ. ولهذا كان السلف قديماً لا يُطلقون اسم السُّنَّةِ إلا على ما يشمل ذلك كلَّه. ورُوى معنى ذلك عن الحسن والأوزاعي والفُضيل بن عياض.

(جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، ج۲ص۷۷۳. المؤلف: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى۷۹۵ھ). تحقيق: الدكتور محمد الأحمدي أبو النور. الناشر: دار السلام للطباعة والنشر والتوزيع. الطبعة: الثانية، ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ سنت اس طریقہ کا نام ہے جس پر چلا جائے اور یہ اس (طریقہ کا) تمسک ہے جس پر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین ؓ عامل تھے، چاہے وہ اعتقادات ہوں یا اعمال یا اقوال اور یہی سنت کاملہ ہے۔ (اسی لیے سلفِ صالحینؒ قدیم دور سے ہی سنّت کا نام اسی پر اطلاق کرتے ہیں جو ان سب معانی کو شامل ہو۔ یہی معنی حضرت حسن بصریؒ، حضرت امام اوزاعیؒ اور قاضی فضیل بن عیاضؒ سے مروی ہیں۔

6.1.1: حدیث سے مستنبط ہونے والے امور

جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں صاف طور پر عربی قواعد کے لحاظ سے خلفائے راشدین ؓ کی سنت کے لازم ہونے اور اس کی مخالفت سے بچنے کی جتنی بھی صورتیں ممکن ہوسکتی تھیں، ارشاد فرمادی ہیں۔ اس حدیث سے درجِ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

1 یہ صحیح روایت صراحت سے اس امر کو بیان کرتی ہے کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اور حضرات خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

2 آپ ﷺ نے ان حضرات کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ خلیفہ اور نائب کے حکم کی اتباع اتنی ہی لازم اور ضروری ہوتی ہے جتنی کہ اصل کی۔ ورنہ خلیفہ ہونے کا کیا مطلب اور کیا معنیٰ؟

3 آپ ﷺ نے "عَلَيْكُمْ" فرما کر خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو بھی ویسا ہی لازم قرار دے دیا جیسا کہ خود آپ ﷺ کی سنت لازم ہے، کیونکہ یہ لفظ لازم کے معنیٰ

میں آتا ہے۔

4 جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی وصیت میں جہاں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہاں امیر کی اطاعت کی تاکید فرمائی، اگر چہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

5 آپ ﷺ نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کو تاکیدِ بلیغ ارشاد فرمائی ہے، وہاں اپنے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان کی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح ڈاڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ اسی طرح فرمایا: ''میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور بالکل جنبش بھی نہ آنے دو''۔

6 آپ ﷺ نے اپنے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہِ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔ اس لیے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

7 آپ ﷺ نے اپنے خلفاء رضی اللہ عنہم کو راشدین (درست راستہ پر ہونے والے) بھی فرمایا۔ یہ بات واضح ہے کہ جب ان خلفاء رضی اللہ عنہم کا طریقہ درستگی والا ہے تو ان کے مقابلہ میں جو عمل ہوگا وہ درست اور سیدھا نہیں ہوگا۔

8 راشدین کے بعد آپ ﷺ نے ''مَهْدِيِّيْنَ'' کے لفظ کا اضافہ کر کے بتلا دیا کہ جب وہ ہدایت یافتہ ہیں تو ان کی پیروی اور اتباع لازمی ہے کیونکہ اگر ہدایت یافتہ کی پیروی اور اتباع نہ ہوگی تو پھر کس کی اتباع ہوگی؟ ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے اعلیٰ مقام کی سعادت عطا فرمائی گئی ہو۔ معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو ہدایت یافتہ ہونے کا خصوصی مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام مرحمت ہوا ہے۔

9 اس کے بعد آپ ﷺ نے ''تَمَسَّكُوْا بِهَا'' (مضبوطی سے تھامو) بھی بڑھا دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ تم اپنے ارادہ سے بتکلف کوشش کر کے ان کی سنت کو مضبوط تھامو اور اس بارے میں کسی قسم کی غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ نہ کرو۔

(لِأَنَّ التَّكَلُّفَ يُوجَدُ فِي بَابِ التَّفَعُّلِ وَالتَّمَسُّكُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ)۔

10 آپ ﷺ نے یہ تمام تاکیدیں اور ہدایات ایک ہی صیغے اور جملے کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمائیں کہ اپنی سُنّت اور اپنے خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو جمع کر دیا ہے اور اپنی اور اپنے خلفائے راشدین ؓ کی سنت میں ذرا بھی فرق نہیں کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ خلفائے راشدین ؓ کے طریقہ کو بھی سنّت کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ ﷺ ہی نے اس کا نام خود سنّت رکھ دیا ہے۔

11 تمام اہل السنۃ والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان ذوالنورین ؓ اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ خلفاء راشدین ؓ ہیں جن کا راشد اور مہدی ہونا حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور جمہور اہلِ اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

12 اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ جس کو (آپ ﷺ کے بعد) زندگی حاصل ہوگی اور زمانہ گزرنے سے دینی اور مذہبی ماحول تبدیل ہوتا جائے گا تو بہت سے اختلافات سامنے آئیں گے۔ ایسے موقع پر ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہوگا کہ وہ میری اور میرے خلفائے راشدین ؓ کی سنت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے اور اسی کی اتباع کرے۔ گویا کہ اختلافات کے موقع پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین ؓ کی سنت حجت اور معیار ہوگی۔

13 ان حضرات خلفاءِ راشدین ؓ کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اس کو دین اور مذہب سمجھنا بدعت ہے۔ ہر بدعت ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق گمراہی ہی ہوگی۔ ان سے بچنا ضروری ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ سنّت کے مقابلہ میں دین میں جو عمل ایجاد کیا جائے (گو وہ نیک نیّتی سے ہی کیوں نہ ہو)، درجہ بدرجہ بدعت ہوگا۔

14 پھر آخر میں آپ ﷺ نے بدعت کہنے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔ جو لوگ اس کو ہدایت سمجھیں گے، وہ غلطی پر ہوں گے۔ اب بھی اگر کوئی شخص یا طبقہ خلفائے راشدین ؓ کی سنت سے گریز کرے بلکہ (نعوذ باللہ

تعالیٰ) اسی سنت کو خلافِ سنّت قرار دے اور اس پر چلنے والوں کو آباء واجداد کی تقلید کا طعنہ دے تو اس کا کیا علاج ہے؟ خوب اچھی طرح اس کے دینوی واُخروی نتائج پر غور کر لینا چاہیے۔

(اعلاء السنن ج ۷ص ۸۰ باب التراویح؛ تحفة الاخیار مع نخبة الانظار، علامہ عبد الحی لکھنوی، مجموعہ رسائل لکھنوی ج ۴)

6.1.2: حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ

احادیث میں اختلاف کے وقت وہ احادیث راجح اور معمول بہا قرار دی جائیں گی۔ جن کے موافق خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل ہوگا بلکہ محدثین نے تو عملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنیٰ متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث مختلف معنیٰ رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلمّا تضادّت الآثار فی ذٰلک، وجب ان ننظرَ الیٰ ما علیه عمل المسلمین، الذی قد جرت علیه عاداتهم، فیعمل علیٰ ذٰلک، ویکون ناسخاً لما خالفه.

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، ج ۲ ص ۳۹، باب الطفل یموت، أیصلی علیه أم لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دارالکتب العلمیة، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ جب آثار وروایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

اسی طرح امام ابوداوٗدؒ صاحب السنن فرماتے ہیں:

اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نُظِرَ اِلٰی مَا عَمِلَ بِهِ اَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ. (ابوداوٗد تحت رقم الحدیث ۲۰ ۷)

ترجمہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس پر عمل کیا ہے۔ (یعنی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہوگا، وہ سنتِ باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔

☆ حضرت امام ابوداؤدؒ نے ابوداؤد شریف میں بہت ساری روایات جمع کر دی ہیں لیکن اس سے پہلے امام ابوداؤدؒ نے ایک قاعدہ لکھ دیا ہے۔"اگر دو حدیثیں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ تعامل کس حدیث پر رہا ہے"۔ ہم بھی یہی فرق کرتے ہیں کہ جس حدیث پر تعامل نہیں ہے اس کو ہم صرف حدیث کہتے ہیں۔ جس حدیث پر تعامل جاری رہا اس کو ہم سنت کہتے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اخفاء (آمین) کی جانب ہیں"۔ (سبیل الرشاد، تالیفات رشیدیہ ص ۵۱۵)

خیر القرون میں حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ اور تھا۔ خیر القرون کے بعد ضابطہ اور بنا۔ خیر القرون میں ضابطہ تعامل تھا کہ جس حدیث پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظامؒ عمل کر رہے ہیں۔ وہ حدیث صحیح ہے اور جس پر عمل نہیں تھا وہ شاذ اور متروک کہلاتی تھی۔ اس لیے امام مالکؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین تعامل کو لیتے ہیں۔ جو حدیث تعامل کے موافق ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو حدیث تعامل کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

امام زہری تابعی فرماتے ہیں:

وانّما یؤ خَذُمن أمر رسول اللّٰہ ﷺ بالآخِرِ فالآخِرِ.

(مسلم رقم ۲۶۰۴ مکتبۃ البشریٰ)

وقال الأحُدَث فالأحدث من أمرہٖ ویرونہ الناسخ المُحْکَمَ.

(مسلم رقم ۲۶۰۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ آپ ﷺ کے آخری امر اور عمل کو لیا کرتے تھے۔ اور اسی کو دلیل سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف حدیث کو منسوخ۔

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

وَالرِّوَايَةُ تَزْدَادُ كَثْرَةً، وَيَخْرُجُ مِنْهَا مَا لَا يُعْرَفُ، وَلَا يَعْرِفُهُ أَهْلُ الْفِقْهِ، وَلَا يُوَافِقُ الْكِتَابَ وَلَا السُّنَّةَ. فَإِيَّاكَ وَشَاذَّ الْحَدِيثِ. وَعَلَيْكَ بِمَا عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنَ الْحَدِيثِ، وَمَا يَعْرِفُهُ الْفُقَهَاءُ، وَمَا يُوَافِقُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ. فَقِسِ الْأَشْيَاءَ عَلٰى ذٰلِكَ. فَمَا خَالَفَ الْقُرْآنَ فَلَيْسَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ الرِّوَايَةُ.

(الرد على سير الأوزاعی، ص۳۱. المؤلف: أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاری (المتوفی ۱۸۲ھ). عنی بتصحيحه والتعليق عليه: أبو الوفا الأفغانی، المدرس بالمدرسة النظامية بالهند. عنی بنشره: لجنة إحياء المعارف النعمانية، بحيدر آباد الدكن، بالهند. أشرف علی طبعه: رضوان محمد رضوان وكيل لجنة إحياء المعارف النعمانية بمصر. الطبعة: الأولی)

ترجمہ روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب وسنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے۔ جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب وسنت کے موافق ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو، فقہاء اس کو جانتے نہ ہوں، وہ شاذ ہے، اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

دور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں حدیث کے صحت اور ضعف کا مدار سند پر بالکل نہ تھا۔ امام ابن سیرینؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

"لم يكونوا يسئلون عن الاسناد. فلما وقعت الفتنة قالوا: سموا لنا رجالكم فينظر الیٰ اهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر الیٰ اهل البدع فلا يؤخذ حديثهم "(صحیح مسلم ج۱ ص۱۱ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ "لوگ سند کا حال پوچھا نہیں کرتے تھے۔ جب اہل بدعت کا فتنہ کھڑا ہوا تو اب پوچھنے

لگے کہ سند کے راوی بتاؤ تا کہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت کی حدیث رد کی جائے"۔

ظاہر ہے کہ خیر القرون میں مدارِ صحت فقہاء کرام کا فتویٰ اور لوگوں کا تعامل تھا۔ مؤطا امام مالکؒ پڑھ کر دیکھیے۔ ان کے ہاں مدار اہل مدینہ کا تعامل ہی ہے۔ مؤطا امام محمدؒ کا مطالعہ فرمائیے۔ وہ فقہاء عراق کا تعامل بیان فرماتے ہیں۔ سند کی حیثیت ثانوی تھی بلکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا مدار ہی مجتہد کا عمل تھا۔ اگر مجتہد نے اس پر عمل کر لیا تو حدیث کی صحت کی دلیل تھی۔ اگر عمل ترک کر دیا تو ضعف کی دلیل۔

6.2:۔خلفائے راشدینؓ کا تعامل

6.2.1:۔حضرت عمرؓ کا عمل

اثر نمبر 1:۔ عن ابراهيم قال: قال عمرُ: أربع يخفيهن عن الامام: التعوذ، بسم الله الرحمن الرحيم، وآمين، وأللّهم ربنالك الحمد. ابن جرير.

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، ج۸ص۲۷۴رقم ۲۲۸۹۳. المؤلف: علاء الدين على بن حسام الدين ابن قاضي خان القادرى الشاذلى الهندى البرهانفورى ثم المدنى فالمكى الشهير بالمتقى الهندى (المتوفى ۹۷۵ھ). المحقق: بكرى حيانى، صفوة السقا. الناشر: مؤسسة الرسالة. الطبعة: الطبعة الخامسة، ۱۴۰۱ھ)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: "امام کو چار چیزوں میں اخفاء کرنے کا حکم ہے: تعوذ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، آمین، اور أللّهم ربنالک الحمد۔

اعتراض یہ روایت مرسل ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا سماع حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں ہے۔

جواب حضرت ابراہیم نخعیؒ کے تمام مرسلات محدثین کرامؒ کے نزدیک صحیح ہیں مگر حدیث تاجر البحرین۔ وہ بھی صحیح ہے جیسا کہ "راحت العینین فی ترک رفع الیدین" میں اس کی

وضاحت کردی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے استاذ حضرت ابو معمر عبد اللہ بن سخبرہ الازدیؒ ہیں۔ وہ بھی حضرت عمرؓ سے اخفاء آمین کی روایت انہی الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔لہٰذا حضرت ابراہیم نخعیؒ کا حضرت عمرؓ سے اخفاء آمین بیان کرنا بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

اثر نمبر2:۔روی ابو معمر عن عمر بن الخطابؓ،أنّه قال: یُخفِی الامامُ أربعاً: التَعوُّذُ، بسم اللّٰه الرحمن الرحیم،وآمین، وربنالک الحمد.

(البنایة شرح الهدایة، ج۲ص۱۹۶.المؤلف:أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی (المتوفی ۸۵۵ھ).الناشر:دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان.الطبعة: الأولی، ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ ابو معمرؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''امام چار چیزیں آہستہ آواز سے پڑھے: تعوذ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آمین، اور ربنالک الحمد''۔

حضرت ابو معمرؒ کا نام عبد اللہ بن سخبرہ الازدی الکوفیؒ ہے۔

''روی عن عمر وعنه ابراهیم النخعی'' (تہذیب التہذیب ج۵ص۲۳۰)

ترجمہ حضرت ابو معمرؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے۔اور ان ابو معمرؒ سے حضرت ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں۔

☆ لہٰذا حضرت ابراہیم نخعیؒ کا حضرت عمرؓ سے اخفاء آمین بیان کرنا بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

اثر نمبر3:۔وَرُوِّیْنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی لَیْلٰی أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: یُخْفِی الْإِمَامُ أَرْبَعًا: ''التَّعَوُّذُ''، ''وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''، ''وَآمِیْنَ''، وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ''.

(المحلی بالآثار، ج۲ص۲۹۴.المؤلف: أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر: دار الفکر، بیروت؛ محلّی ابن حزم ج۳ص۱۴۸، ۱۵۸طبع دار احیاء التراث العربی،

بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ (علی بن حزمؒ فرماتے ہیں:) ہم نے روایت کیا ہے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں:''امام چار چیزیں آہستہ آواز سے پڑھے: تعوذ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آمین، اور ربنالک **الحمد**''۔

اس روایت کو امام ابن حزمؒ نے دو مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی بلکہ اس کو ثابت مانتے ہیں۔

اعتراض حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کی ملاقات وسماع حضرت عمر ؓ سے ثابت نہیں کیونکہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ حضرت عمر ؓ کی وفات کے وقت چھ سال کے چھوٹے بچے تھے۔

جواب چھ سال کا بچہ اگر ذہین وفطین ہو تو حدیث بیان کر سکتا ہے۔ جب کہ وہ خود کہے کہ بات میں نے محفوظ وملحوظ کی ہے۔ حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: لڑکا کب حدیث میں سماع کے قابل ہوتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا:''جب عاقل ہو جائے اور لفظ ضبط کر سکے''۔ امام احمدؒ نے فرمایا اگر اس بات پر عمل نہ کیا جائے تو پھر سفیان بن عیینہؒ اور امام وکیعؒ جنہوں نے لڑکپن میں حدیثیں یاد اور محفوظ کی ہیں۔ ان کے بارے کیا فیصلہ ہو گا؟

(کتاب الکفایہ فی علم الروایہ ص ۶۱ طبع حیدر آباد دکن)

حضرت موسیٰ بن ہارون الحمالؒ سے شاگردوں نے پوچھا: بچہ حدیث کی سماعت کا کب اہل ہو سکتا ہے؟ حضرت موسیٰ بن ہارون الحمالؒ نے فرمایا:''جب بیل اور گدھے میں تمیز کر سکے''۔

حضرت امام بخاریؒ نے حضرت محمود بن ربیع ؓ کا پانچ سال کی عمر میں حدیث محفوظ کر لینے کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۱۷)

اس ضابطہ کے تحت محدثین کرامؒ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کے سماعِ حدیث کو معتبر مانا ہے۔ حضرت امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

وأسند عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ وقد حفظ عن عمرَ بنَ الخطاب.

(مسلم ج ا ص ۲۴ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اوراس کر محفوظ بھی کیا ہے۔

حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

وقُتِلَ عمرُ بنُ الخطاب وعبد الرحمٰن بنُ أبی لیلٰی غلامٌ ابنُ ستِّ سنین.... وقد رویٰ عبد الرحمٰن بنُ أبی لیلٰی، عن عمرَ بنِ الخطاب ورآہ.

(ترمذی کتاب الدعوات، باب ما یقول عند الغضب ص ۱۳۳۰ رقم الحدیث ۳۴۵۲ طبع دار المعرفۃ، بیروت)

ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ چھ سال کے چھوٹے لڑکے تھے۔ بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اوران کو دیکھا بھی ہے۔

حضرت امام احمدؒ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بنِ أبی لیلٰی، قال: کنتُ مع عمر، فأتاہ رجلٌ فقال: انی رأیتُ الهلال، هلالَ شوالٍ. فقال عمر: أیها الناسُ! أفطروا (الیٰ) ومسح خفیه (الیٰ) ثم صلّی عمرُ المغرب. (مسند احمد رقم ۱۹۳، ۳۰۷)

ترجمہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے شوال کا چاند دیکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''روزہ افطار کردو'' ..... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا .... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''رَایٰ عمرَ یمسحُ علٰی خُفَّیْهِ'' یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: ''أخرج الطبرانیُّ وأبو نعیمٍ عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ قال: رأینا عمرَ بال، ثم مسح ذکرہ بالتراب، ثم التفت الینا وقال: هٰکذا عُلِّمْنَا'' (تعلیق المغنی ج ا ص ۲۳)

ترجمہ امام طبرانیؒ اور ابونعیمؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''ہم نے حضرت عمرؓ کو پیشاب کرتے ہوئے پھر مٹی سے استنجاء کرتے ہوئے دیکھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ہمیں اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کا اخفاء آمین نقل کرنا صحیح ہے۔اس روایت کے بعینہٖ وہی الفاظ ہیں جو پہلی دو روایتوں کے ہیں۔

6.2.2:۔حضرت علیؓ کا عمل

اثر نمبر4:۔حَدَّثَنَا سليمان بن شعيب الكَيسَانى، قال: حدثنا على بن معبد، قال: حدثنا أبوبكر بن عَيَّاش، عن أبى سعيد، عن أبى وائل، قال: كان عمرو على لايَجْهَران ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم ولا بالتَّعَوُّذِ ولا بالتامين.

(طحاوی ج۱ص۲۶۳رقم ۱۱۷۳ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت۱۴۲۲)

ترجمہ حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ دونوں خلفائے راشدین حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھتے تھے، نہ تعوذ اور آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

اثر نمبر5:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، ثنا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِى سَعْدٍ الْبَقَّالِ، عَنْ أَبِى وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُودٍ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَلَا بِالتَّعَوُّذِ، وَلَا بِآمِينَ.

(المعجم الكبير، ج۹ص۲۶۲رقم۹۳۰۴. المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمى الشامى، أبو القاسم الطبرانى (المتوفى ۳۶۰ھ). المحقق: حمدى بن عبد المجيد السلفى. دار النشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة. الطبعة: الثانية)

عن أبي وائلٍ قال: كان علي وعبدالله لايجهران ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم ولابالتعويذ ولابالتامين.

(قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه أبوسعد البقال وهو ثقة مدلس؛ مجمع الزوائد ج۲ص۲۳۰،۲۳۱رقم ۲۶۳۲)

ترجمہ حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلندآواز سے پڑھتے تھے، نہ تعوذ اور آمین بلندآواز سے کہتے تھے۔

اثر نمبر 6: قال الطبري في تهذيب الآثار: أنا أبو كريب، نا أبوبكر بن عياش، عن أبي سعيد، عن ابي وائل، قال: لم يكن عمر وعلي يجهران ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم، ولابآمين.

(رواه ابن جرير الطبرى في تهذيب الآثار، الجوہرالنقی ج۲ص۴۸، ۵۸طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان؛ شرح سنن ابی داؤد، علامہ بدر الدین عینیؒ ج۳ص۱۳۵طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ حضرت ابووائلؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلندآواز میں پڑھا کرتے تھے۔ نہ'' آمین'' بلندآواز سے کہا کرتے تھے۔

6.2.3: توثیق راوی ابوسعد البقال

حضرت ابوسعد البقال جس کا نام سعید بن المرزبان العبسی الکوفیؒ ہے۔ حسن درجے کا راوی ہے۔

۱ امام ترمذیؒ کے ہاں بھی حسن الحدیث ہے چنانچہ ترمذی میں اس کی حدیث کوحسن قرار دیتے ہیں۔

(ترمذی ص۱۳۰۶رقم ۳۳۸۹ كتاب الدعوات باب: ماجاء في الدعاء اذا أصبح واذا أمسىٰ. قال أبوعيسىٰ: هٰذا حديث حسن غريب من هٰذا الوجه)

۲ امام ترمذیؒ نے جو امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے ''العلل الکبیر'' میں امام

بخاریؒ سے مقارب الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔

(بحوالہ نصب الرایہ ج۴ص ۳۶۶؛ تعلیق المغنی ص ۳۶۰ شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد)

۳ امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں: صدوقٌ مدلسٌ.

(میزان الاعتدال ج اص ۳۹۱؛ مجمع الزوائد ج اص ۱۴۱)

۴ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں: یہ ان ضعفاء میں سے ہیں جن کی حدیثیں جمع کر کے بطور تائید پیش کی جاسکتی ہیں اور ضعیف سمجھ کر چھوڑا نہیں جاسکتا۔

(تہذیب التہذیب ج۴ص ۸۰؛ میزان الاعتدال)

۵ امام ابواسامہؒ فرماتے ہیں: ابوسعد بقالؒ نے ہم سے حدیثیں بیان فرمائیں اور آپؒ ثقہ تھے (تہذیب التہذیب ج۴ص ۷۹؛ مجمع الزوائد ج اص ۱۴۱)

۶ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: أبو سعد البقال وھو ثقة مدلس.

(مجمع الزوائد ج۲ص ۱۰۸)

۷ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: وکان من أَقْرَأُ الناس.

لوگوں میں سے ابوسعد بقالؒ قرآن کے بڑے قاری تھے۔

۸ امام عقیلیؒ فرماتے ہیں: امام وکیعؒ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب ج۴ص ۸۰)۔

۹ امام ساجیؒ فرماتے ہیں: ''صدوقٌ، فیہ ضعفٌ'' یعنی سچے ہیں۔ ان میں ضعف ہے۔ (تہذیب ج۴ص ۸۰)

۱۰ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج۶ص ۱۸۶) میں ابوسعد بقالؒ کی روایت کو حسن قرار دیا ہے (اظہار التحسین ص ۱۲۰)۔

۱۱ علامہ منذریؒ فرماتے ہیں: ''أبو سعد وقد وُثِّقَ''۔

(الترغیب والترہیب ج۴ص ۸۰)۔

۱۲ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شریک بن عبداللہ النخعیؒ سے پوچھا: ''تعرف أباسعد البقال؟ قال: ای واللہ! أعرفهٗ عالی الاسناد الخ'' (الکفایة فی علم الروایة ص ۳۶۰)۔

ترجمہ ''کیا آپ ابوسعد بقالؒ کو پہچانتے ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا: ''ہاں! اونچی سند والا

ہے''۔

۱۳ امام محمد بن جریر طبریؒ ''تہذیب الآثار'' میں ابوسعد بقالؒ اور دوسری اخفاء آمین کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں اور جمہور صحابہ کرام ﷺ اور جمہور تابعین عظامؒ کا مسلک قرار دیتے ہوئے اس کو پسندیدہ ومختار سمجھ کر اپنا عمل بھی اخفاء آمین بیان فرماتے ہیں۔علاوہ ازیں ابوسعد بقالؒ کی روایت مطلقاً ان کے نزدیک صحیح ہے چاہے ابووائلؒ کے طریق سے ہو یا نہ ہو چنانچہ تاریخ طبری کے مختلف مقامات میں ابوسعد بقالؒ کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔(دیکھیے اظہار التحسین ص ۱۲۱)

باقی رہا تدلیس کا طعن تو باوجود تدلیس کے امام وکیعؒ، امام محمد بن جریر طبریؒ، ابوسعد بقالؒ کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں اور شریک بن عبداللہؒ اونچے درجے کی سند سے تعبیر کرتے ہیں۔امام ابواسامہؒ مطلقاً ثقہ قرار دیتے ہیں اور تدلیس کا اعتبار نہیں کرتے۔امام ترمذیؒ اور حافظ ابن حجرؒ، ابوسعدؒ کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں اور تدلیس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ حافظ ابن حجرؒ کے ہاں یہ اخفاء آمین کی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔اس لیے کہ وہ درایہ (ج ۱ ص ۱۰۳ طبع مکتبہ، رحمانیہ، لاہور) میں حضرت عمر ﷺ سے جہر بسملہ کی حدیث کا رد طحاوی والی اسی روایت سے کرتے ہیں جس میں اخفاء بسم اللہ، تعوذ اور آمین کا ذکر ہے۔اصل الفاظ یوں ہیں:

''ویعارضهٔ حدیثٌ کذا رواه الطحاویُّ من طریق أبی وائلٍ: کان عمرُ وعليٌّ لا یجهران بالبسملة''

اگر اخفاء آمین کی یہ حدیث حافظ صاحبؒ کے ہاں صحیح وثابت نہ ہوتی تو اس کو معارضہ میں پیش کرنا بے سود ہوتا۔معلوم ہوا کہ حافظ صاحبؒ کے ہاں یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

علاوہ ازیں تدلیس کا طعن دوسری روایت یا متابعت سے دور ہوجاتا ہے۔چنانچہ یہ ضابطہ خود غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کو بھی تسلیم ہے۔

(دیکھیے: تحقیق الکلام ج ۱ ص ۶۲ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۹۲ طبع دوم؛ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۳؛ نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۷۹)

اخفاء آمین کی کئی روایات بیان ہو چکی ہیں (اظہار التحسین ص ۱۱۹ تا ۱۲۲)

6.2.4:۔علامہ نیمویؒ کا فرمان

محققِ وقت، محدثِ زمن حضرت مولانا ظہیر احسن شوق نیمویؒ فرماتے ہیں:

قال النيمويُّ: لم يثبتِ الجهرُ بالتأمينِ عن النبي ﷺ، ولا عن الخلفاء الأربعة. وماجاء في الباب فهو لا يخلوا من شئ.

(آثار السنن ص ۱۴۱)

ترجمہ آمین بالجہر نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ خلفاء راشدین ؓ سے ثابت ہے۔ آمین کے جہر کے بارے میں جو روایتیں بھی پیش کی جاتی ہیں۔ وہ کسی نہ کسی عیب سے خالی نہیں۔

ایک حقیقت: خلفاء راشدین ؓ میں سے کسی ایک خلیفہ کا بھی بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں اور نہ ہی ان چاروں خلفاء ؓ کے مقتدیوں کا کبھی بھی آمین بلند آواز سے کہنا ثابت ہے بلکہ خلافت راشدہ میں کسی ایک شخص کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں۔ اگر کسی غیر مقلد میں کوئی دم خم ہے تو خلفاء راشدین ؓ میں سے کسی ایک خلیفہ سے یا پورے دور خلافت راشدہ میں ایک ہی مسجد یا ایک ہی شخص کی نشان دہی کریں کہ وہ آمین بالجہر کا قائل تھا اور بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی اور بے دین خیال کرتا تھا۔ (تحقیق مسئلہ آمین، تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

6.3:۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا عمل

اوپر اثر نمبر 5 میں یہ روایت گزر چکی ہے: حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی ؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بلند آواز سے پڑھتے تھے، نہ تعوذ اور آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۰، ۲۳۱ رقم ۲۶۳۲؛ طبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۰۴)

اثر نمبر 7:۔عن أبی حمزة، عن ابراهیم النخعیّ، عن علقة والأسودِ کلاهما،عن عبد اللّٰه بن مسعودٍ قال: یُخْفِی الامامُ ثلاثاً:الاستعاذةَ، بسم اللّٰه الرحمن الرحیم، وآمین.

(محلّٰی ابن ج۳ص۱۴۸،۱۵۸طبع داراحیاء التراث العربی، بیروت)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ كِلَيْهِمَا عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: "يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا: "التَّعَوُّذُ"، "وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ"، "وَآمِينَ".

(المحلی بالآثار، ج۲ص۲۹۴.المؤلف: أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر: دار الفکر، بیروت)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امام تین چیزوں کو پوشیدہ کرے:أعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، اورآمین۔

علامہ ابن حزمؒ نے اس روایت پر کوئی جرح نہیں فرمائی، لیکن اس میں ایک راوی ابوحمزہؒ ضعیف ہے مگر امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: "یُکْتَبُ حَدِیْثُہٗ"۔

(میزان الاعتدال ج۳ص۲۲۴)

ترجمہ اس کی حدیث لکھ کر بطورِ تائید پیش کی جاسکتی ہے، کیونکہ صحیح روایت طبرانی کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اخفاء آمین کرتے تھے، جہراً آمین نہ کرتے تھے۔

قال الطبریؒ :وروی ذٰلک عن ابن مسعودٍ. (الجوہر النقی ج۲ص۵۸)

ترجمہ امام طبریؒ فرماتے ہیں: اخفاء آمین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

6.4:۔حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی کا فرمان وعمل

اثر نمبر 8:۔محمدٌ قال:أخبرنا أبوحنیفةَ، عن حمادٍ،عن ابراهیم قال:أربعٌ یُخَافَتُ بهنَّ الامامُ:سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ، والتعوذُ من

الشيطانِ، وبسم الله الرحمن الرحيم، و آمين.

(کتاب الآثار امام محمد رقم ۸۳؛ کتاب الآثار ابو یوسف رقم ۱۰۶)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: ''امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے: (۱) سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ ، (۲) أعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم ، (۳) بسم الله الرحمن الرحيم، (۴) آمین.

اثر نمبر 9: ۔عبد الرزاق عن معمرٍ عن حمادٍعن ابراهيم قال: أربعٌ يُخفِيهِنَّ الامامُ: بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، والاستعاذة، و آمين، واذا قال: سمع اللّٰه لمن حمدهٗ، قال: ربنالک الحمد.

(عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷ رقم ۲۵۹۶)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: ''امام چار چیزوں میں اخفاء کرے۔ بسملہ، تعوّذ، آمین کہنے میں، تسمیع کے بعد تحمید کہنے میں''۔

اثر نمبر 10: ۔عبد الرزاق عن الثوری عن منصورعن ابراهيم قال: خمسٌ يُخفِيهِنَّ الامام: سبحانک اللّٰھُمَّ وبحمدک، و التعوذ، وبسم اللّٰه الرحمن الرحيم، و آمين، وربنالک الحمد.

(عبدالرزاق رقم ۲۵۹۷؛ واسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۴۶)

ترجمہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فتوی دیا کہ امام پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھے: سبحانک اللّٰھُمَّ وبحمدک ، التعوذ ،بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ،آمین اور ربنالک الحمد.

اثر نمبر 11: ۔وعن سفيان الثوری عن منصور بن المعتمر عن ابراهيم قال: خمس يخفين: سبحانک اللّٰھم وبحمدک، والتعوذ، وبسم اللّٰه الرحمن الرحيم، وآمين، واللّٰھم ربنالک الحمد.

(المحلّٰی شرح المجلّٰی ج ۳ ص ۱۴۸ طبع داراحیاء التراث، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرماتے ہیں کہ پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھیں: سبحانک اللّٰھُمَّ وبحمدک ، التعوذ ،بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ،آمین اور اَللّٰھُمَّ

ربنالک الحمد.

اثر نمبر12:۔حدثنا وكيع عن سفيان عن منصورعن ابراهيم قال: خمسٌ يُخفِيهِنَّ الامام: الاستعاذة، سبحانک اللّٰهُمَّ وبحمدک، وبسم الله الرحمن الرحيم، وآمين، وأللّٰهم ربنالک الحمد.

(ابن ابی شیبہ ج۶ ص۸۶ رقم ۸۹۴۱ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی طبع الثانیۃ ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فتوی دیا کہ امام پانچ چیزوں کو آہستہ پڑھے: استعاذہ، سبحانک اللّٰهُمَّ وبحمدک، بسم الله الرحمن الرحيم، آمین اور أللّٰهم ربنالک الحمد.

اثر نمبر13:۔حدثنا هشيمٌ، قال: حدثنا حُصَينٌ ومغيرةُ، عن ابراهيم، قال: يُخفِي الامامُ: بسم الله الرحمن الرحيم، والاستعاذةَ، وآمين، وربنا لک الحمدُ.

(ابن ابی شیبہ ج۱ ص۴۱۰، ۴۱۱، ج۲ ص۵۳۶ طبع اول؛ ابن ابی شیبہ ج۳ ص۳۷۴ رقم ۴۱۵۹؛ ج۶ ص۸۶ رقم ۸۹۴۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی طبع الثانیۃ ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: ''امام چار چیزوں میں اخفاء کرے۔ بسملہ، تعوذ، آمین کہنے میں، تسمیع کے بعد تحمید کہنے میں''۔

اثر نمبر14:۔حدثنا وكيع عن ابن أبي ليلٰى، عن الحكم، عن ابراهيم قال: أربع لا يجهرُبِهِنَّ الامامُ: بسم الله الرحمن الرحيم، والاستعاذة، وآمين، وأللّٰهم ربنا لک الحمد.

(ابن ابی شیبہ ج۶ ص۸۶ رقم ۸۹۴۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فتوی دیا کہ امام چار چیزوں میں جہر نہ کرے: بسم اللّٰه الرحمن الرحيم، استعاذہ، آمین اور أللّٰهم ربنالک الحمد.

اثر نمبر15:۔عبد الرزاق عن معمر عن الثوری عن منصور عن ابراهيم، أنَّه كان يُسِرُّ بِآمِينَ. (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص۹۶ رقم ۲۶۳۵)

ترجمہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین آہستہ کہتے تھے۔

اثر نمبر 16:۔ قال الطبری: وروی عن النخعیؒ والشعبیؒ وابراھیم التیمیؒ کانوا یخفون بآمین. (الجوہر النقی ج ۲ ص ۵۸ طبع ملتان)

ترجمہ امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: حضرت امام ابراہیم نخعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم التیمیؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ آمین کو آہستہ پڑھتے تھے۔

☆ ان سب روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی اخفاء آمین کیا کرتے تھے اور امام کے لیے اخفاء آمین کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں امام کا لفظ موجود ہے اور دوسری روایتوں میں امام کا لفظ موجود نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے۔ اور آمین کی طرح بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، سبحانک اللّٰهم الخ، ربنا لک الحمد میں بھی اخفاء کیا جائے۔

حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سید التابعین ہیں۔ آپ دار العلم کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دار العلم تھا۔ ہزاروں محدثین اور فقہاء کا مسکن تھا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ عہد صحابہ ﷺ میں ہی پیدا ہوئے اور عہد صحابہ ﷺ میں ہی آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی جلالت علم کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صحابہ ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ عہد صحابہ ﷺ ہی میں حضرت ابراہیم نخعیؒ نے آہستہ آمین کہنے کا فتوی دیا لیکن کسی ایک صحابیؓ نے اس پر انکار نہ فرمایا کہ یہ فتوی خلافِ سنت ہے حالانکہ صحابہ کرام ﷺ کی تاریخ کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ وہ سنت کے کس قدر شیدائی تھے۔ وہ اپنی جان، مال، عزت، آبرو، سب کچھ اتباع سنت کے واسطے نچھاور کرنے کے لئے ہر آن تیار رہتے تھے۔ لیکن آہستہ آمین کے فتوے کے خلاف نہ کسی صحابی ﷺ کی آواز اٹھتی ہے، نہ تابعیؒ کی، نہ تبع تابعیؒ کی۔ نہ کوئی تقریر آہستہ آمین کے خلاف ہوتی ہے۔ نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے، نہ تو کسی مسجد میں لڑائی جھگڑا کھڑا کر کے مناظروں کے چیلنج دئے جاتے ہیں، نہ ہی بلند آواز سے آمین نہ کہنے والوں کو معاذ اللہ یہودی، مخالف سنت کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر ﷺ

جن کی روایت کو آمین بالجہر کی دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت کوفہ میں موجود ہیں لیکن اس فتوی کے خلاف کوئی حدیث نہیں پڑھتے۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۲۸)

6.5:۔اخفاء و جہر آمین کے بارے میں ائمہ اربعہؒ کا مسلک

چونکہ ائمہ اربعہؒ کے پیروکار ہر دور میں اکثریت کے ساتھ رہے ہیں اور آج بھی اکثریت حضرات ائمہ اربعہؒ کی پیروکار ہے۔اس لیے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان ائمہ اربعہ کا مسلک بھی بیان کر دیا جائے۔ان ائمہ کرامؒ میں سے خصوصاً حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ذکر پہلے مناسب ہے، جو علم، عمر، تقویٰ، ورع اور شرفِ تابعیت حاصل کرنے میں دوسرے جملہ ائمہ کرامؒ سے خاص درجہ اور فضیلت کے مالک تھے۔

6.5.1:۔حضرت امام ابو حنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) کا مسلک

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

۱ فقال الحنفية ومالك والشافعي في الجديد: يأتي بها سرّاً، فقال الشافعي في القديم: يجهر بها في الجهرية.

(اوجز المسالک، ج ۲ ص ۱۹۲، طبع دار القلم، دمشق)

ترجمہ احناف، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کے جدید قول کے مطابق آمین کو آہستہ کہا جائے۔حضرت امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ جہری نمازوں میں جہر سے کہا جائے۔

۲ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: محمدٌ قال: أخبرنا أبو حنيفةَ، عن حمادٍ، عن ابراهيم قال: أربعٌ يُخَافتُ بهنَّ الامامُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، والتعوذُ من الشيطانِ، وبسم الله الرحمن الرحيم، وآمين.

(کتاب الآثار امام محمد رقم ۸۳؛ کتاب الآثار ابو یوسف رقم ۱۰۶)

ترجمہ حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: ''امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے: (۱)

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ ،(۲)أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم،(۳) بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم،(۴) آمین۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں:

۳ وبھٰذا نأخذ، وینبغی اذا فرغ الامام من أُمّ الکتاب أن یؤمّن الامام، ویؤمّن من خلفه، ولا یجھرون بذٰلک. فأماأبو حنیفة فقال: یُؤَمِّنُ من خلف الامام ولا یؤمن الامام''۔

(مؤطاامام محمد ج اص ۱۶۸،۱۶۹)

ترجمہ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث (اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا) سے ہم بھی استدلال کرتے ہیں۔نمازی کو چاہیے کہ جب امام سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں۔ دونوں آمین کو آہستہ کہیں یعنی جہر سے نہ کہیں۔اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ''مقتدی امام کے پیچھے آمین کہیں اور امام آمین نہ کہے''۔

۴ لیکن امام محمدؒ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

''محمدٌ قال:أخبرنا أبو حنیفةَ، عن حمادٍ، عن ابراھیمَ قال:أربعٌ یُخافتُ بھنَّ الامامُ:سُبحانکَ اللّٰھُمَّ وبحمدکَ، والتعوذُ من الشیطانِ، وبسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، وآمین.قال محمدٌ:وھو قولُ أبی حنیفةَؒ''۔(کتاب الآثار امام محمد رقم ۸۳)

تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں آمین آہستہ کہیں۔

۵ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا فرغ من الفاتحة ، قال: آمین. والسنة فیھا الاخفاء کذا فی المحیط. المنفرد والامام سواء وکذا المأموم اذا سمع۔

(عالمگیری ج اص ۷۴)

ترجمہ جب امام سورت فاتحہ پڑھ کر فارغ ہو جائے تو آمین کہے۔اور سنت اس میں آہستہ

آمین کہنا ہے (محیط میں اسی طرح ہے)۔ منفرد اور امام اس حکم میں برابر ہیں اور اسی طرح مقتدی جب وہ (سورت فاتحہ کی آواز) سنے۔

٦ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مشہور اور مفتیٰ بہ روایت پوشیدہ آمین کہنے کی ہے۔
(انوار المحمود شرح ابی داؤد ج۱ص ۳۱۸)

۷ علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ: يَقُولُهَا الْإِمَامُ سِرًّا. ذَهَبُوْا إِلٰى تَقْلِيدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنِ مَسْعُودٍ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

(المحلى بالآثار، ج۲ص۲۹۵. المؤلف: أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر: دار الفكر، بيروت؛ محلّٰی ج ۳ص ۲۶۴ بتحشیہ علامہ احمد شاکرؒ)

ترجمہ بیشک حضرت سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین آہستہ کہے۔ انہوں نے یہ مذہب حضرت عمر بن خطاب ؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کی تقلید کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ يُسِرُّونَ بِالتَّأْمِينِ.

(المجموع شرح المهذب ج۳ص۳۷۳. المؤلف: أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووی (المتوفی ۶۷۶ھ). الناشر: دار الفكر)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں۔

6.5.2: حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) کا مسلک

۱ علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:

وَذَهَبَ مَالِكٌ إِلٰى أَنْ يَقُولَ الْمَأْمُومُ "آمِينَ"، وَلَا يَقُولُهَا الْإِمَامُ.

(المحلى بالآثار، ج۲ص۲۹۵. المؤلف: أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی القرطبی الظاهری (المتوفی ۴۵۶ھ). الناشر: دار

الفکر، بیروت؛ محلّی ج۳ص۲۶۴ بتحشیہ علامہ احمد شاکرؒ)

ترجمہ حضرت امام مالکؒ نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ مقتدی تو آمین کہے مگر امام آمین بالکل نہ کہے۔

۲ مالکیوں کی مستند کتاب ''مدوّنہ الکبریٰ'' میں ہے: ''قال مالک: اذا فرغ الامام من قراءة أم القرآن فلا یقل ھو آمین ولکن یقول ذٰلک من خلفه...... قال مالک: ویخفی من خلف الامام آمین ولا یقولھا الامام آمین. ولا بأس بالرجل وحدهٗ أن یقول آمین''۔

(مدونہ الکبریٰ ج۱ص۷۱ طبع مصر ۱۳۲۳ھ؛ ج۱ص۱۶۷ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو، تو وہ آمین نہ کہے لیکن مقتدی آمین کہے......... حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں اور امام بالکل نہ کہے۔ منفرد نماز پڑھنے والا اگر آمین کہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۳ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجیؒ (المتوفّٰی ۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فَاخْتَلَفَ قَوْلُ مَالِکٍ فِی قَوْلِهِ: ''آمِینَ''. فَرَوٰی عَنْهُ الْمِصْرِیُّونَ الْمَنْعَ مِنْ ذٰلِکَ.................. وَجْهُ رِوَایَةِ الْمِصْرِیِّینَ أَنَّ الْإِمَامَ دَاعٍ وَمِنْ سُنَّةِ الْمُؤَمِّنِ أَنْ یَکُونَ غَیْرَ الدَّاعِی. وَوَجْهُ رِوَایَةِ الْمَدَنِیِّینَ وَهِیَ عِنْدِی الْخَبَرُ الْمُتَقَدِّمُ وَهُوَ مَحْمُولٌ عَلَی النَّدْبِ.

(المنتقی شرح الموطإ ج۱ص۱۶۲. المؤلف: أبو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن أیوب بن وارث التجیبی القرطبی الباجی الأندلسی (المتوفی ۴۷۴ھ). الناشر: مطبعة السعادة، بجوار محافظة مصر. الطبعة: الأولی، ۱۳۳۲ھ)

ترجمہ امام کے آمین کہنے کے بارے میں حضرت امام مالکؒ روایات مختلف ہیں۔ مصریوں نے امام مالکؒ سے امام کے بارے مطلقاً منع کی روایت کی ہے یعنی امام بالکل آمین

نہ کہے..........اس کی وجہ یہ ہے کہ امام خود ہی دعا مانگنے والا ہے۔آمین کہنے والا دعا مانگنے والانہیں ہوتا۔

اور اہل مدینہ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام آمین کہے۔یہ میرے نزدیک امام مالکؒ کا قولِ قدیم ہے۔امام کے لیے آمین کہنا مستحب ہے۔

۴ پھر مزید فرماتے ہیں:

فَإِنْ قُلْنَا بِرِوَايَةِ الْمِصْرِيِّينَ فَلا يُحْتَاجُ إِلٰى تَفْرِيعٍ وَإِنْ قُلْنَا بِرِوَايَةِ الْمَدَنِيِّينَ أَنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ: آمِينَ فَإِنَّهُ يُسِرُّهَا وَلَا يَجْهَرُ بِهَا.

(المنتقى شرح الموطإ ج۱ص۱۶۳. المؤلف:أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (المتوفى۴۷۴ھ). الناشر:مطبعة السعادة، بجوار محافظة مصر. الطبعة: الأولى، ۱۳۳۲ھ)

ترجمہ پھر اگر ہم مصریوں کے قول پر عمل کریں تو پھر اس مسئلہ کی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔اور اگر ہم اہل مدینہ کی روایت پر (جو قدیم ہے) عمل کریں کہ امام آمین کہے تو امام پوشیدہ طور پر آمین کہے مگر جہر سے نہ کہے"۔

۵ حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالثَّوْرِيُّ يُسِرُّونَ بِالتَّأْمِينِ. وَكَذَا قَالَهُ مَالِكٌ فِي الْمَأْمُومِ. وَعَنْهُ فِي الْإِمَامِ رِوَايَتَانِ (إِحْدَاهُمَا) يُسِرُّ بِهِ (وَالثَّانِيَةُ) لَا يَأْتِي بِهِ، وَكَذَا الْمُنْفَرِدُ عِنْدَهُ.

(المجموع شرح المهذب ج۳ص۳۷۳. المؤلف:أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى۶۷۶ھ). الناشر:دار الفكر)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور اسی طرح امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مقتدی پوشیدہ آمین کہیں اور امام اور منفرد کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ایک یہ کہ پوشیدہ طور پر کہیں۔اور دوسری یہ کہ بالکل نہ کہیں"۔

٦ قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ الاشبیلی المعروف ابن العربی مالکیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ولا یجھر بھا الامامُ ولا المأموم وقد حققنا ذلک فی موضعہٖ''۔

(عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۲ ص ۵۰ طبع مصر ازہر)

ترجمہ نہ تو امام آمین جہر سے کہے اور نہ مقتدی۔ ہم نے اس کی تحقیق اپنے مقام پر کر دی ہے۔

۷ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدردیر المالکیؒ فرماتے ہیں:

ونُدِبَ الاسرارُ بہٖ أی بالتأمینِ لکل مُصَلٍّ طَلَبَ منه.

(الشرح الصغیر علیٰ اقرب المسالک الیٰ مذہب الامام مالک ج ۱ ص ۳۲۷)

ترجمہ آمین پوشیدہ کر کے کہنا ہر نمازی کے لیے مستحب ہے جو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے۔

خلاصہ اس سے ثابت ہوا کہ امام مالکؒ کے ہاں ''مقتدی صرف خفیہ طور پر آمین کہے اور امام آمین بالکل نہ کہے، نہ سراً، نہ جہراً۔ اگر امام آمین کہے تو سرّاً ہی کہے''۔ امام مالکؒ اور مالکیہ آمین بالجہر کے خلاف ہیں اور آمین بالسرّ کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ جو غیر مقلدین حضرت امام مالکؒ سے جہر آمین نقل کرتے ہیں وہ ان کے مسلک کے بارے میں دھوکہ دیتے ہیں۔

6.5.3:۔حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) کا مسلک

حضرت امام شافعیؒ کے دو قول ہیں: قدیم قول میں امام اور مقتدی دونوں جہر سے آمین کہیں۔ جدید قول میں امام صرف جہر سے کہے۔ مقتدی آہستہ آمین کہیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب متون میں ہے کہ جہر قراءت سے جہرِ آمین کو پست کرے۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۴)

۱ قال الشافعی: فاذا فرغ الامام من قراء ۃ أم القرآن، قال: آمین. ورفع بھا صوتہ؛ لیقتدیَ بہ من کان خلفه، فاذا قالھا قالوھا، وأسمعوا أنفسھم. ولا أُحِبُّ أن یجھروا بھا. فان فعلوا فلا شیءَ علیھم.

(کتاب الامّ: موسوعۃ الامام الشافعی رقم ۱۳۷۶ ج ۲ ص ۱۶۱ طبع دارقتیبہ، دمشق، بیروت ۱۴۲۴ھ)

ترجمہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جب امام سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو تو آمین بلند آواز سے کہے تاکہ مقتدی بھی سن کر آمین کہنے میں اقتداء کریں۔ جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں۔ میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر انہوں نے آمین بالجہر کیا تو بھی ان پر کچھ نہیں"۔

6.5.3.1: مقتدیوں کی آمین بالجہر سے امام شافعیؒ کا رجوع کرنا

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو شخص امامِ وقت ہو اور وہ حدیثیں جن سے لوگ جہر استنباط کرتے ہوں۔ اس کو پہنچ گئی ہوں اور مدتوں جہرِ آمین کے مستحب ہونے کا قائل رہا ہو۔ پھر اگر جہر سے رجوع کر کے آمین بالسرّ کا قائل ہو جائے، تو اس کا جہر پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اور آمین بالاخفاء کی نسبت کیا خیال کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو معروف و مشہور ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب کے سب آمین زور سے کہیں۔ بیشک مدتوں ان کا بھی اجتہاد رہا۔ برسوں آمین بالجہر کے قائل رہے مگر جب انہوں نے خوب چھان بین کی تو ان کا خیال مقتدیوں کی آمین کے بارے میں پلٹ گیا۔ آمین بالجہر سے رجوع کر کے آمین بالسرّ کے قائل ہو گئے۔

1 اوپر "کتاب الامّ" کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے۔

2 حضرت امام شافعیؒ کے خصوصی شاگرد حضرت امام ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی المصریؒ (المتوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں:

(قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ): وَلْيُسْمِعْ مَنْ خَلْفَهُ أَنْفُسَهُمْ.

(مختصر المزنی (مطبوع ملحقا بالأم للشافعی)، ج ۸ ص ۱۰۷.

المؤلف: إسماعيل بن يحيى بن إسماعيل، أبو إبراهيم المزني

(المتوفی ۲۶۴ھ). الناشر: دار المعرفة، بیروت. سنة النشر ۱۴۱۰ھ)

ترجمہ حضرت امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مقتدی آمین اتنی آواز میں کہیں کہ خود سُن سکیں۔

3 حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعی (التوفی ۶۲۳ھ) لکھتے ہیں:

وأما المأموم فقد نقل عن القديم أنه يُؤَمِّنُ جَهْراً أيضاً، وعن الجديد أنه لا يجهر. واختلف الأصحاب فقال الأكثرون في المسألة قولان: أحدهما: أنه لا يجهر كما لا يجهر بالتكبيرات وإن كان الإمام يجهر بها. وأصحهما: وبه قال أحمد: أنه يجهر.

(العزيز شرح الوجيز المعروف بالشرح الكبير، ج ۱ ص ۵۰۵. المؤلف: عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم، أبو القاسم الرافعي القزويني (المتوفى ۶۲۳ھ). المحقق: علي محمد عوض، عادل أحمد عبد الموجود. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان. الطبعة :الأولى، ۱۴۱۷ھ)

ترجمہ مقتدی کے بارے امام شافعیؒ سے قول قدیم میں جہراً آمین نقل کیا گیا ہے۔ جدید قول میں ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے۔ شوافع نے آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ اکثر شوافع کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے جیسے اللہ اکبر والی سب تکبیروں میں جہر نہیں کرتا۔ اگرچہ امام ان تکبیروں کو جہر سے ادا کرتا ہے۔ دوسرا قول جو ان دونوں میں زیادہ صحیح ہے کہ مقتدی آمین بالجہر کرے۔

4 حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”فان أمّن الامام جهراً، فالجديدُ أنّه لا يجهر المأموم وهو مذهب أبي حنيفة، ورواية عن مالك. لأنه ذكر من الأذكار فلا يجهر به كسائر أذكار الصلٰوة. والقديم أنه يجهر بہٖ وهو مذهب الامام أحمد بن حنبلٍ“۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴ طبع دار السلام، ریاض)

ترجمہ پس اگر امام آمین بالجہر کرے تو امام شافعیؒ کا جدید قول یہ ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی

ہے۔اس لیے کہ آمین بھی نماز کے دوسرے اذکار کی طرح ایک ذکر ہے۔ پس دوسرے اذکار کی طرح آمین بالجہر نہ کیا جائے گا۔اور قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی آمین بالجہر کریں اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔

5 حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (ج ۲ص ۲۴۵) میں لکھا ہے:

''مقتدیوں کے حق میں آمین بالجہر کی طرف امام شافعیؒ پہلے گئے ہیں اور اسی قول قدیم پر فتویٰ ہے''۔

خلاصہ ان سب اقوال سے کما حقہ ثابت ہے کہ مقتدیوں کی آمین بالجہر کی طرف جو امام شافعیؒ گئے ہیں اور جو مذہب شافعیہ میں مفتیٰ بہ ٹھہر گیا ہے۔ وہ ان کا قول قدیم ہے۔ جدید قول اس کے خلاف ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ امام شافعیؒ نے مقتدیوں کی آمین بالجہر سے رجوع کرلیا ہے اور ان کا جدید قول آمین بالسرّ کا ہے۔تو ایک موٹی سی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے ایسے مسئلے سے جس پر برسوں قائم رہا ہو، رجوع نہیں کرسکتا۔ جب تک اس نے ہر پہلو سے خوب دیکھ نہ لیا ہو۔ اور اجتہادِ سابق کے خلاف قوی دلیل نہ مل گئی ہو۔رہی امام کی آمین بالجہر، اگرچہ بعض علماء کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے بھی امام شافعیؒ نے رجوع کرلیا ہے مگر محققین شافعیہ کی تحریر اس کے خلاف ہے۔(الحبل المتین ۳۲)

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

اختار المصنّف رحمه اللّٰه تعالى القولَ القديمَ للشافعيّ رحمه اللّٰه تعالى، مع أن الأقربَ إلى الحديث هو الجديدُ.

(فيض الباری علی صحيح البخاری، ج۲ص۳۶۲. المؤلف: (أمالی) محمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميری الهندی ثم الديوبندی (المتوفی ۱۳۵۳ھ) المحقق: محمد بدر عالم الميرتهی، أستاذ الحديث بالجامعة الإسلامية بدابهيل (جمع الأمالی وحررها ووضع حاشية البدر الساری إلی فيض الباری). الناشر: دار الكتب العلمية بيروت، لبنان. الطبعة: الأولی، ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ امام بخاری نے ''صحیح بخاری'' میں امام شافعیؒ کے قدیم قول کو اختیار کیا ہے، حالانکہ امام بخاریؒ کی بیان کردہ احادیث جدید قول کے زیادہ قریب ہیں''۔

6.5.4:۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کا مسلک

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں آمین بالجہر کہیں اور سری نماز میں آہستہ۔

۱ **وقال الشافعیؒ فی القدیم وأحمدؒ یجھر بھا فی الجھریة.**

(خزائن السنن ص ۳۲۵)

۲ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

عن أحمدؒ: الجھر بالتأمین. ولکن لاأعلم ماذا تفصیله عنده''۔

(فیض الباری مع بخاری ج ۲ ص ۳۶۳ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ امام احمدؒ جہر آمین کے قائل ہیں۔ میں ان کے ہاں اس مسئلے کے بارے میں تفصیلات زیادہ نہیں جانتا۔

۳ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں:

قال عبد الله بن أحمدؒ فی "مسائله": سألتُ أبی عن [illegible]ھر بآمین. فقال: یُسمع من خلفه.

(أصل صفة صلاة النبی ﷺ ج ۱ ص ۳۷۷. المؤلف: محمد ناصر الدین الألبانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ). الناشر: مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الریاض. الطبعة: الأولی، ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ حضرت امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمدؒ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے باپ (امام احمدؒ) سے جہر آمین کے بارے سوال کیا: تو امام احمدؒ نے فرمایا: ''صرف اپنے مقتدیوں کو سنائے''۔

6.5.5:۔خلاصہ بیان مذاہب

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک آمین آہستہ ہے۔شوافع اور حنابلہ کے نزدیک آمین جہر سے کہنا ہے۔لیکن یہ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم ہے۔قولِ جدید میں امام شافعیؒ مقتدی کے لیے آمین آہستہ کہنے کے قائل ہیں۔امام شافعیؒ کے قولِ جدید کے مطابق مقتدی کے حق میں آمین آہستہ کہنے میں تین امام متفق ہو گئے اور امام کے حق میں آمین آہستہ کہنے میں دو بڑے امام متفق ہیں۔

6.5.6:۔حافظ ابن حجرؒ کا تسامح

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام آمین بالجہر کرے:

وهو قول الجمهور خلافاً لكوفيين ورواية عن مالك.

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۲)

اور امام کے آمین بالجہر کرنے میں جمہور بھی متفق ہیں مگر اہل کوفہؒ اور امام مالکؒ ایک روایت میں ان کے خلاف ہیں (یعنی وہ فرماتے ہیں کہ امام آمین بالجہر نہ کرے)۔

جواب حضرت محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: حافظؒ نے فتح میں جو جمہور کا قول جہر آمین کا قرار دیا ہے، وہ قابل تعجب ہے، کیونکہ امام مالکؒ بھی اور مالکیہ سب ہی اخفاء کے قائل ہیں اور جہر کی صراحت کہیں بھی نہیں ہے۔(معارف السنن ج ۲ ص ۳۹۷)

حافظ حبیب اللہ ڈیرویؒ فرماتے ہیں:

حافظ صاحبؒ کے فرمان کے مطابق اہلِ کوفہ امام کی جہر آمین کے خلاف ہیں۔حضرت امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام ابراہیم تیمیؒ اور دیگر محدثین کوفہؒ جن کی احادیث سے صحاح ستہ لبریز ہیں، سب اخفاء آمین کے قائل ہیں۔امام مالکؒ بھی اخفاء آمین کے قائل ہیں۔اس وجہ سے جمہور یہی ہوئے نہ کہ ان کے مخالف۔(اظہار التحسین ص ۳۹)

6.6: ۔اخفاء آمین کی وجوہِ ترجیح

آمین بالسرّ کو کئی وجوہ سے ترجیح ہے:

1 اخفاء آمین کا حکم قرآن پاک سے نکلتا ہے۔اور بصورتِ جہر آیت کی تخصیص غیر مرضیہ اور تاویلاتِ رکیکہ کرنی پڑتی ہیں۔

2 جہر کو تعلیم پر محمول کر کے آمین آہستہ کہنے میں کل آیات اور احادیث و آثار کی تطبیق بوجہ احسن ہو جاتی ہے۔

3 اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ نے اکثر آمین آہستہ کہی ہے۔اور ایک موٹی سی بات ہے کہ آپ ﷺ نماز جس طرح اکثر ادا فرمائیں،اسی طرح پڑھنا اَولیٰ ہوگا۔

4 حضور ﷺ کے فرمان: ''علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المَهْدِيِّينَ عَضُّوا عليها بالنَّوَاجِذِ''۔

(ترمذی رقم ۲٦٧٦؛ ابوداود رقم ۴٦٠٧؛ ابن ماجہ رقم ۴۴،۴۳؛ مسند احمد رقم ۱٦٦۹۲، ۱٦٦۹۴؛ مشکوٰۃ رقم ۱٦۵)

ترجمہ میری سنت اور خلفاء راشدین ؓ کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں،مضبوط پکڑو۔میری اور ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

کے مطابق ہم لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین ؓ نے آمین کو کس طرح پڑھا ہے۔حضرت ابو بکر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کا فعل تو کچھ منقول نہیں۔جس کی وجہ غالبًا وہی ترک جہر ہی ہے،مگر حضرت عمر ؓ اور حضرت علی ؓ کا ترکِ جہر بسندِ صحیح ثابت ہے۔ایک ضعیف اثر سے بھی ان کی آمین بالجہر ثابت نہیں۔

پس ترک جہر میں اتباع خلفاء بھی رہتا ہے۔

5 بعض دیگر صحابہ کرام ؓ کے آثار سے بھی ترک جہر ہی ثابت ہے۔

6 کسی امام قائل بالسرّ کا اخفاء آمین سے جہرِ آمین کی طرف رجوع کرنا ثابت نہیں۔امام شافعیؒ کا بعد ایک زمانے کے مقتدیوں کی آمین بالجہر سے اخفاء آمین کی طرف رجوع

کرنا ثابت ہے۔

7 اخفاء آمین میں ایک خاص حکمت ہے، جس کو فقہ فی الدین سے تعلق ہے اور وہی شخص اس کی کُنہ (حقیقت) کو پہنچ سکتا ہے، جس کو نسبتِ نعمانی حاصل ہے۔ وہ یہ کہ نماز میں قرآن کے سوا کسی چیز کا بلند آواز سے پڑھنا بجز اشد ضرورت کے نہ تو امام کے لیے مشروع ہے، نہ مقتدیوں کے لیے۔ مقتدیوں کو یک قلم سکوت چاہیے۔ جو چیزیں ان کے لیے پڑھنا مستحب ہیں، وہ آہستہ ہی پڑھیں، زور سے نہ پڑھیں۔ اسی لیے تکبیرات تک ان کے لیے بالاخفاء مشروع ہیں۔ رہا امام، تو اس کو بھی کسی چیز کا بجز اشد ضرورت جہر سے پڑھنا درست نہیں۔ دیکھو! نماز جہریہ میں بھی امام کے لیے ثناء، تعوذ، بسم اللہ، تسبیح، تشہد، درود، یہ سب چیزیں بالاخفاء ہی مشروع ہیں۔ البتہ بعض چیزیں جن کے جہر کی اشد ضرورت ہے۔ وہ امام کے لیے بالجہر مستحب ہیں۔ وہ کیا کہ تکبیر و تسمیع جن کا جہر اس حکمت دقیقہ پر مبنی ہے کہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ امام اب ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کرتا ہے مثلاً جب امام زور سے تکبیرِ تحریمہ کہتا ہے، تو مقتدی سمجھ جاتے ہیں کہ اب امام داخل نماز ہو چکا ہے۔ وقس علیٰ ھٰذا! اگر امام آہستہ کہتا تو بعض اوقات مقتدیوں کو انتقالاتِ امام کی خبر نہ ہوتی۔ اس حکمتِ دقیقہ کی دو باتیں اور بھی تائید کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ امام کو نماز سرّی میں بھی ان کو زور سے کہنا مستحب ہے۔ دوسرے اگر یہ حکمت نہ ہوتی تو امام کی اتباع میں مقتدیوں کے لیے تکبیرات بالجہر مشروع ہوتیں۔ غرضیکہ خوب غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو جہر سے یک قلم سکوت چاہیے اور امام کے لیے قراءت قرآن کے سوا اور چیزیں جو بالجہر مشروع ہیں۔ ان کا جہر اسی حکمت پر مبنی ہے کہ لوگوں کو انتقالات امام سے خبر ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ امام تو ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال کر جائے اور مقتدی اپنی حالت پر قائم رہ جائیں اور آمین کی جہر میں تو ظاہر ہے کہ یہ حکمت پائی نہیں جاتی۔ پس جو حکم اس کے نظائر یعنی ثناء، تعوذ، بسم اللہ، تسبیح، التحیات اور درود کا ہوگا۔ وہی اس کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ ھٰذا ما الھمنی ربی. والحمد للہ علیٰ ذٰلک! (الحبل المتین ص ۷۳، ۷۴، ۷۵)

6.7: مسئلہ آمین پر اجمالی نظر اور فیصلہ

حضرت مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیو بند آمین بالجہر کے بارے میں امام بخاریؒ کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد فرماتے ہیں:

آمین کے موضوع پر امام بخاریؒ کے پیش کردہ دلائل پر نظر ڈالنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام بخاریؒ کے پاس امام یا مقتدی کے حق میں جہر کی اولویت ثابت کرنے کے لیے کوئی صریح روایت نہیں ہے اور نہ صرف یہ کہ صحیح بخاری میں پیش کرنے کے لائق کوئی روایت نہیں ہے، جس میں ان کی شرائط بہت سخت ہیں بلکہ ''جزء القراءۃ خلف الامام'' میں بھی انہوں نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس سلسلہ میں ہر طرح کی روایات ہیں۔ حد یہ ہے کہ ضعیف روایتیں بھی ہیں مگر وہاں بھی وہ حضرت وائلؓ کی روایت کے علاوہ کوئی حدیث پیش نہ کر سکے اور اسی مجبوری میں انہیں اپنا مسلک ثابت کرنے کے لیے اشارات سے کام لینا پڑا ہے۔ حدیث پاک کی دیگر کتابوں میں بھی جہر کی اولویت ثابت کرنے کے لیے کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے بلکہ روایات پر نظر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آمین میں جہر حضور ﷺ کا معمول نہیں ہے اور اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا تعامل بھی جہر نہیں رہا ہے۔ اس لیے اصل تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہی نہ ہونا چاہیے تھا۔ مگر اختلاف کی بنیاد یہ ہوئی کہ اگرچہ آپ ﷺ کا معمول آمین بالسر رہا لیکن اتفاقاً یہ کلمہ زبان سے اس طرح بھی ادا کیا گیا ہے جسے قریب کے چند لوگوں نے سن لیا۔ اس کو جہر سمجھنا صحیح نہیں تھا لیکن بعض حضرات نے اس کو جہر سمجھ لیا اور اختلاف پیدا ہو گیا اور فقہاءؒ و محدثینؒ نے اپنے اپنے اصول اور ذوق کے مطابق مذاہب اختیار کیے۔ اس طرح کے اختلاف میں تعامل سلف کو بنیاد بنایا جائے تو فیصلہ تک پہنچنا آسان ہوتا ہے اور اصول کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے:

1 خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا عمل آمین بالسر کا رہا ہے۔ اس لیے نتیجہ ظاہر ہے کہ سرّ اور اخفاء افضل ہے۔

2 اگر کسی روایت سے کسی موقع پر جہر کا قرینہ معلوم ہوتا ہے تو وہ تعلیم وغیرہ کی مصلحت پر محمول ہے کہ آپ ﷺ نے قدرے آواز اُٹھا کر آمین کا موقع بتا دیا، یا آمین کہنے کا طریقہ بتا دیا کہ یہ لفظ اس طرح ادا کیا جائے۔ یہ لفظ مشدّد اور مقصور نہیں۔ پہلے الف ممدودہ ہے۔ پھر میم غیر مشدّد ہے، پھر یا ہے اور آخر میں نون ہے وغیرہ۔

3 کسی صحیح روایت سے تو جہر کی اولویت کا ثبوت ممکن نہیں ہے لیکن اس مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف روایتوں کا سہارا لیا جائے تو ان کو بھی تعلیم کی مصلحت یا بیان جواز پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم!"۔

(آمین بالجہر، مجموعہ مقالات ج۳ص ۱۹۵،۱۹۶)

باب 7

غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ

غیر مقلدین اگرچہ بڑے دعوے کرتے ہیں، مگر ان کے پاس دلائل ہرگز نہیں ہیں۔

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ فرماتے ہیں:

''غیر مقلدین حضرات کے پاس جہر آمین کے بارے میں کوئی خاص دلائل نہیں ہیں کیونکہ بعض روایات موضوع و من گھڑت ہیں اور بعض انتہائی درجہ کے ضعیف اور بعض غیر صریح اور بعض جگہ اخفاء آمین کے دلائل کو جہر آمین بنانے کی بھی ناکام کوشش کی گئی ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے ''جزء القراءۃ'' اور ''جزء رفع الیدین'' دو رسالے لکھے ہیں کیونکہ جیسے بھی سہی کچھ نہ کچھ دلائل ان دو مسئلوں کے بارے میں ان کے پاس تھے اور آمین کے بارے میں انہوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا اور نہ صحیح بخاری میں جہر آمین کی کوئی دلیل پیش کی ہے۔ بعض حدیثوں پر انہوں نے جہر ماٗموم یا امام کا عنوان دے دیا ہے جب کہ ان حدیثوں سے اخفاء آمین زیادہ ظاہر ہے، بہ نسبت جہر آمین کے۔ اور ایک دو صحابہ ؓ کا اثر بھی بغیر سند کے لکھ دیا اور سند بالکل بیان نہیں فرمائی''۔

(اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۱۲۷)

7.0.1:۔ غیر مقلدین کے دھوکہ کی پہلی مثال

مفتی عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث فرماتے ہیں:

اس (جہر آمین) کے بارے میں باسناد صحیح سترہ (۱۷) احادیث اور تین اثر تو صرف امام شوکانیؒ نے نیل میں نقل کی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: فھذہٖ سبعۃُ عشرَ حدیثاً وثلاثۃ آثارٍ. (فتویٰ آمین بالجہر ص ۲۶،۲۵)

قارئین کرام! باسنادِ صحیح کہنا بالکل جھوٹ ہے کیونکہ علامہ شوکانیؒ نے خود بعض روایتوں پر جرح کی ہے۔

۱ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

وفی اسنادہٖ طلحۃ بن عمرو، وقد تکلَّمَ فیہ غیرُ واحدٍ من أھل العلم۔

ترجمہ اس روایت کی سند میں طلحہ بن عمروؒ ہے۔ اس راوی کے بارے میں بہت سارے اہل علم نے کلام کیا ہے۔

۲ حضرت سلمانؓ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس روایت میں سعید بن بشیرؒ راوی ہے''۔

۳ حضرت ام الحصینؓ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم مکیؒ ہے اور وہ ضعیف ہے''۔

۴ حضرت ابن شہابؒ کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں: یہ مرسل ہے۔

۵ حضرت علیؓ کی ایک موقوف روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

''امام ابوحاتمؒ نے کہا ہے: یہ میرے نزدیک خطا ہے''۔

☆ لہٰذا ان کے دھوکہ سے ہوشیار رہنا ہوگا!

7.0.2:۔ غیر مقلدین کے دھوکہ کی دوسری مثال

اسی طرح غیر مقلد محمد مظفر الشیرازی نے بھی ''**مدَّ بھا صوتہ**''، ''**یَمُدُّ بھا صوتہ**''، ''**فجھر بآمین**'' اور ''**رفعَ بھا صوتَہ فی الصلٰوۃ**'' سب کو بغیر کسی جرح کے ایک ساتھ ذکر کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ (القول الامین ۳۲،۳۳،۳۴)

گویا یہ تاثر دیا ہے کہ یہ سب صحیح اور محفوظ ہیں۔ وہ پہلے تو یہ حدیث لکھتے ہیں:

1 **سمعتُ النبیﷺ قرأ ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ''. فقال: آمینَ، و مدَّ بھا صوتہ. وفی بعض الروایات: یمدُّ بھا صوتَہٗ.**

ترجمہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ ﷺ نے ''**غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ**'' پڑھا۔ پس آپ ﷺ نے آمین کہا اور اپنی آواز کو بلند کیا۔

☆ اس کے ترجمہ میں بلند آواز کا لفظ خود شامل کر دیا۔ حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے:
''اس میں آپ ﷺ نے اپنی آواز کو مد کے ساتھ دراز کیا''۔ اس لیے کہ سنت نبوی اور علماء کرام کے نزدیک پسندیدہ روایت اور زیادہ مشہور و فصیح اور جید روایت یہی ہے کہ آمین بالمدّ کہی جائے اور حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔
(دیکھیے باب نمبر 5)

2 اس کے بعد وہ محمد بن کثیرؒ کی روایت بالفاظ: ''رفعَ بھا صوتَه '' لائے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت ضعیف ہے۔

3 پھر مخلد بن خالد الشعیریؒ کی روایت بالفاظ'' فجھر بآمین '' لائے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں علاء بن صالحؒ راوی ضعیف ہیں۔ اگر چہ ابوداؤد (رقم ۹۳۳) میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے علی بن صالحؒ ہے۔ جیسا کہ حافظ مزیؒ نے ''العلاء'' کے ترجمہ میں اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، والتِّرمِذِيّ مِنْ حَدِيثِ عَبد اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، فَوَقَعَ لَنَا بَدَلا عَالِيًا إلا أن أبا داود سماه في روايته، عَلِيّ بْن صالح، وهو وهم.
(تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج۲۲ص۵۱۳رقم الترجمہ۴۵۷۲. المؤلف: يوسف بن عبد الرحمٰن بن يوسف، أبو الحجاج، جمال الدين ابن الزكي أبي محمد القضاعي الكلبي الُمِزّيّ (المتوفى ۷۴۲ھ). المحقق: د. بشار عواد معروف. الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت. الطبعة: الأولى، ۱۴۰۰ھ)
اسی طرح ترمذی (رقم ۲۴۷) میں اسی سند کے ساتھ ''عبد اللّٰه بن نمير، عن العلاء بن صالح '' میں بھی ہے۔

4 پھر سلمیؒ کی روایت بالفاظ'' رفعَ بھا صوتَه في الصلوٰة '' لائے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت موضوع ہے۔ (دیکھیے 5.5 کے تحت حدیث نمبر 9)

5 پھر عبداللہ الحافظ کی روایت بالفاظ ''طوّلَ بھا '' لائے ہیں۔ یعنی آمین کو لمبا کیا۔ یعنی مد کے ساتھ ادا کیا۔

6 پھر علاء بن صالح الاسدیؒ کی روایت بالفاظ'' فجھر بآمین '' لائے ہیں۔ حالانکہ یہ

روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں علاء بن صالحؒ راوی ضعیف ہیں۔

تنبیہ حدیث کے اصل الفاظ ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' یا ''فجهر بآمین ''نہیں ہیں بلکہ ''مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ ''ہیں۔ یہ روایت حضرت سفیان ثوریؒ سے ان کے دس شاگرد نقل کرتے ہیں۔ ان شاگردوں میں آٹھ جو بہت ثقہ ہیں، ''مَدَّ بِهَا صَوْتَه ''یا ''يَمُدُّ بِهَا صَوْتَه ''نقل کرتے ہیں جبکہ ان کے صرف دو شاگرد ''وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَه ''نقل کرتے ہیں۔ ایک شاگرد خلاد بن یحییٰؒ جو متکلم فیہ راوی ہے۔ اس کی روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے۔ اس میں ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ فِی الصَّلٰوةِ ''کے الفاظ ہیں۔ ایک شاگرد محمد بن کثیرؒ متکلم فیہ ہونے کے علاوہ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کرنے میں خطا اور غلطی بھی کرتے ہیں جو کہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے، غلط ہے اور شاذ ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیئے باب نمبر 5)

7.0.3:۔ غیر مقلدین کے دھوکہ کی تیسری مثال

جناب زبیر علی زئی غیر مقلد نے صرف چھ مرفوع احادیث، دو آثار صحابہؓ اور ایک تابعی عکرمہؒ کا اثر پیش کیا ہے۔ ان میں صرف حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کا ایک اثر ہے، جس میں مقتدیوں کی جہرِ آمین کا ذکر ہے مگر وہ ضعیف ہے (ملاحظہ فرمائیں 7.3.3)۔

علاوہ ازیں زبیر علی زئی غیر مقلد نے جو اصول حدیث کی صحت وضعف کے قائم کیے ہیں وہ بالکل نرالے ہیں مثلاً وہ القول المتین (ص ۲۷) میں فرماتے ہیں: ''تنبیہ: لیکن میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہریؒ مدلس ہیں۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے''۔ لیکن انہوں نے پہلی اور تیسری روایات جو پیش کی ہیں، ان کے راوی یہی امام زہریؒ ہیں۔ لہٰذا وہ ضعیف ہوئیں۔ تیسری حدیث کے لیے امام دار قطنیؒ سے ''هٰذا اسناد حسن ''تو نقل کرتے ہیں مگر کتاب العلل سے اس کا ضعف بیان نہیں کرتے۔ چوتھی روایت جو حضرت سفیان ثوریؒ کی سند سے ہے۔ وہ بھی ان کے ہاں مدلس ہیں (القول المتین ص ۳۲)۔

نیز زبیر علی زئی نے (نور العینین ص ۱۳۴ تا ۱۳۹) حضرت سفیان ثوریؒ سے ترک رفع یدین کی حدیث کو رد کرنے کے لیے حضرت سفیان ثوریؒ کو سخت قسم کا مدلس قرار دیا

ہے۔اسی طرح باقی حدیثیں جوانہوں نے پیش کی ہیں وہ بھی ان کے قاعدہ سے ضعیف ہیں۔اس لیے ان کو بار بار کہنا پڑتا ہے۔یہ حدیث یا راوی دیوبندیوں کے اصول کے مطابق صحیح ہے کیونکہ زبیر علی زئی کے قاعدے کے مطابق تو وہ صحیح نہیں ہوسکتیں۔ان حدیثوں کی تحقیق آگے پیش کی جائے گی۔اسی طرح ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں(القول المتین ص ۴۱؛نور العینین ص ۸۹تا۹۱)۔مگران کی روایت کوتخریج صلوٰۃ رسول میں ''حسن لغیرہ'' بھی کہتے ہیں۔

(تسہیل الوصول الیٰ تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۱۶۲)

7.0.4:۔غیر مقلدین کے دھوکہ کی چوتھی مثال

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے:اہل حدیث کے دواصول:أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول. لہٰذا غیر مقلدین کا استدلال صرف انہی دو سے ہی معتبر ہوگا۔اسی طرح مقتدی کومنفرداورامام پرکس طرح قیاس کرتے ہیں؟قیاس توغیر مقلدین کے نزدیک جائز ہی نہیں۔اس لیے وہ ہرگز اس سے استدلال نہیں کرسکتے۔تقریر وتحریر میں تو ان کی مخالفت اور دلائل انہی سے لیتے ہیں۔

غیر مقلدین کے دلائل کا جائزہ

غیر مقلدین کے مسئلۂ جہرِ آمین کے بارے میں چار حصے ہیں:

7.1:۔پہلا حصہ: تخصیص آمین

نماز کے تمام اذکار اور دعائیں غیر مقلدین آہستہ ادا کرتے ہیں،صرف آمین بلند آواز سے۔اس تخصیص کی کیا دلیل ہے؟قرآن وحدیث میں تو اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

7.2:۔دوسرا حصہ: منفرد کی آمین کا مسئلہ

جب نمازی اکیلا نماز ادا کرے تو خواہ نماز فرض ہو یا نفل یا سنت۔اس کی ہر رکعت میں آمین آہستہ آواز سے کہے۔اس بارے میں غیر مقلدین نے منفرد یعنی اکیلے نمازی کی جو تخصیص کی ہے، یہ نہ کسی آیت قرآنی سے صراحۃً ثابت ہے، نہ کسی حدیث نبوی ﷺ سے صراحۃً ثابت ہے۔

7.3:۔تیسرا حصہ: مقتدیوں کی آمین کا مسئلہ

غیر مقلدین کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرض نماز کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

١ قرآن پاک میں یہ مسئلہ ہرگز ہرگز موجود نہیں ہے۔مقتدی امام کے پیچھے صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

٢ جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک بھی قولی حدیث نہیں، جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے۔

٣ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، نسائی، ابوداؤ، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کسی حدیث کی کتاب میں ایک بھی حدیث صحیح یا حسن ایسی نہیں ہے جس میں یہ صراحت ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے مقتدی آپ ﷺ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے۔

٤ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے کہیں یہ ثابت نہیں کہ وہ بحالت اقتداء چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

٥ خلافت راشدہ کے پورے دور میں یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفاء راشدین

ﷺ کے مقتدی ان خلفاء ؓ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعات میں آہستہ۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۳۲)

7.3.1: ۔حدیثِ ابوہریرہ ؓ

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ترک الناس التامین سب لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ جب "غَیْرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ" پڑھ لیتے تو آمین کہتے تھے یہاں تک کہ اس کو پہلی صف والے سن لیتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کی آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی۔

(ابن ماجہ ص ۶۱ رقم ۸۵۳)

جواب یہ حدیث ضعیف وموضوع ہے۔

1 اس حدیث میں جو "فیرتج بها المسجد" کا ٹکڑا ہے۔ یہ منکر ہے۔ مسند ابویعلی موصلی اور ابوداؤد (رقم ۹۳۴) میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر وہاں یہ گونج پیدا کرنے والا جملہ نہیں۔ حالانکہ وہ حدیث بھی بشر بن رافعؒ ہی سے مروی ہے۔ اب اس حدیث کے منکر ہونے میں کیا کلام رہا۔ لطف تو یہ ہے کہ کہاں تو یہ قید لگائی جاتی ہے کہ صف اول والوں نے سنا اور وہ بھی کون لوگ جو حضور ﷺ کے قریب کھڑے تھے اور کہاں یہ کہا جاتا ہے کہ مسجد گونج جاتی تھی۔ هٰذا شئ عجاب!

(الحبل المتین ص ۵۲)

☆ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ ؓ کی جس حدیث میں ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی تھی اور اس سے غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں۔ وہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے اس میں یہ بھی ہے کہ پہلی صف والے سنتے تھے (ابوداؤد)۔ ابن ماجہ میں جو "حتی یسمع بها اهل الصف الأول ویرتج بها المسجد"۔ اس میں دونوں بے جوڑ لفظوں کو جمع کر دیا ہے۔ یہ راوی ضعیف ہے۔ شاید وہ آج کل کے عامل بالحدیث کی طرح ہوگا۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۴)

2 اس کی سند کا راوی بشر بن رافع ابوالاسباط الحارثی النجرانیؒ ہے۔

۱ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۱۴۷) میں امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام ابن معینؒ، امام نسائیؒ سے اس کا ضعیف ہونا نقل کر کے پھر ابن حبانؒ سے تو یہ نقل کیا ہے:

يَروِی أشياءً موضوعةً كأنّه الْمُتَعَمّدُ لها۔

ترجمہ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا گویا کہ جان بوجھ کر ایسا کرتا تھا۔

۲ امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں:

وبشر بنُ رافعٍ الحارثی ضعيفُ الحديث، منكر الحديث. لاترىٰ له حديثاً قائماً. (کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۵۷ طبع حیدرآباد دکن)

ترجمہ بشر بن رافع حارثیؒ ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ تو اس (بشر بن رافعؒ) کی کوئی حدیث بھی درست نہ پائے گا۔

۳ امام محمد بن طاہر المقدسی ظاہریؒ (المتوفی ۵۰۷ھ) فرماتے ہیں:

وَبِشْرٌ يَرْوِی الْمَوْضُوعَاتِ، وَكَأَنَّهُ الْمُتَعَمّدُ لَهَا.

وَبِشْرٌ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

وَبِشْرٌ هٰذَا يَضَعُ.

(تذكرة الحفاظ(أطراف أحاديث كتاب المجروحين لابن حبان) ص ۳۸۰، ۳۹۰، ۴۲۸ رقم الحدیث ۹۹۹، ۱۰۰۴، ۱۱۱۷. **المؤلف: أبو الفضل محمد بن طاهر بن علی بن أحمد المقدسی الشيبانی، المعروف بابن القيسرانی (المتوفی ۵۰۷ھ). تحقيق: حمدی عبد المجيد السلفی. الناشر: دار الصميعی للنشر والتوزيع، الرياض. الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)**

ترجمہ وہ بالکل جھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا گویا کہ جان بوجھ کر ایسا کرتا تھا۔

- بشر بن رافع مُنْكَرُ الْحَدِيث ہے۔
  بشر بن رافع نجرانی خود حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

۴ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں پہلے محدثین کرامؒ کی جرحیں نقل کر کے لکھا ہے ابن عبد البرؒ نے ''الکنیٰ'' میں لکھا ہے: یہ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف اور منکر

الحدیث ہے۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے کتاب الانصاف میں لکھا ہے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کی روایات کا شدت سے انکار کیا جائے اور اٹھا کر پھینک دیا جائے۔ محدثین کا ترکِ احتجاج پر اتفاق ہے۔ (الحبل المتین ص۵۲)

۵ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: **بشر بن رافع أبو الأسباط النجرانی فقيهٌ ضعيف الحديث.** (تقریب التہذیب ص۳۴)

ترجمہ بشر بن رافع نجرانیؒ فقیہ ہے، حدیث میں ضعیف ہے۔

۶ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

أبو الأسباط بشر بن رافع وقد أجمعوا على ضعفه.

(مجمع الزوائد ج ا ص۱۹۲ طبع دکن)

ترجمہ ابو الاسباط بشر بن رافع نجرانی کے ضعیف ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

۷ علامہ عینیؒ نے "بنایہ" میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں بشر بن رافعؒ ہے۔ جس کو امام بخاریؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، امام احمدؒ اور ابن معینؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

3 اس کا دوسرا راوی ابن عم ابی ہریرہؓ ہے جو مجہول ہے۔

ا علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

أبو عبد اللّٰه الدوسی عن أبی هريرة، لا يُعْرَفُ ما حَدَّثَ عنه سوىٰ بشر بنُ رافعٍ. (میزان الاعتدال ج۳ ص۳۶۷)

ترجمہ ابو عبداللہ دوسیؒ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ وہ مجہول ہے۔ اس سے بشر بن رافعؒ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔

۲ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وبشر بنُ رافعٍ ضعيفٌ، وابن عم أبی هريرة قيل لا يعرفُ. وقد وثقه ابن حبانَ. (تلخیص الحبیر ج۳ ص۳۵۰ ذیل شرح المہذب)

ترجمہ بشر بن رافع ضعیف ہے۔ اور ابن عم ابی ہریرہؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مجہول ہے۔ اگرچہ ابن حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۳ امام ابن قطانؒ فرماتے ہیں:

وأبو عبد اللّٰه هٰذا لا يُعرَفُ له حالٌ. ولا روىٰ عنه غير بشرٍ والحديث لا يَصِحُّ من أجلهٖ. (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۷۱)

ترجمہ اور یہ ابوعبداللہ مجہول ہے۔ اور بشر بن رافع حارثیؒ کے سوا کسی نے اس سے روایت نہیں کیا۔ اس ابوعبداللہؒ کی وجہ سے یہ روایت (آمین بالجہر والی) صحیح نہیں ہے۔

۴ علامہ نورالدین ابوالحسن سندھیؒ فرماتے ہیں:

فِي الزَّوَائِدِ إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الدَّوْسِيُّ ابْنُ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ مَجْهُولُ الْحَالِ.

(حاشية السندى على سنن ابن ماجه =كفاية الحاجة فى شرح سنن ابن ماجه، ص ۲۷۱. المؤلف: محمد بن عبد الهادى التتوى، أبو الحسن، نور الدين السندى (المتوفى ۱۱۳۸ھ). الناشر: دار الجيل، بيروت. دار الفكر، الطبعة: الثانية)

ترجمہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس روایت میں ابوعبداللہ مجہول الحال ہے۔

4 مشہور غیر مقلد علامہ ناصر ین البانیؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(ضعیف سنن ابن ماجہ ۱۸۲......۸۵۳)

5 یہ جملہ قرآن پاک کے صراحۃً خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی لیکن آپ کے خیال میں مقتدیوں کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اتنی زیادہ بلند تھی کہ مسجد گونج اٹھی۔

اس جھوٹی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ معاذ اللہ! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کھلم کھلا قرآن پاک کی مخالفت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْآ أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ. (الحجرات: ۲)

ترجمہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ اُن سے

بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

اب یہ جھوٹی روایت بتاتی ہے کہ صحابہ ؓ خاص طور پر مسجد میں اور خاص رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر اس قرآنی حکم کی مخالفت کرتے تھے۔ اور اپنی نمازوں کو برباد کر دیتے تھے۔

6 اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی ﷺ کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی جس میں گونج پیدا ہونا ہی محال ہے

7 حضرت ابو ہریرہ ؓ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ''ترک الناس التامین'' ۔''لوگوں نے آمین چھوڑ دی ہے''۔ اور غیر مقلدین تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے کیونکہ وہ لوگ اس روایت کو آمین بالجہر ہی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ ؓ نے اس جملہ سے ایک متنفس کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی بلند آواز سے آمین کہنے والا نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا ہے۔ اور آپ نے خلافت راشدہ کو بھی دیکھا تو معلوم ہوا کہ صحابہ ؓ اور کبار تابعین ؒ میں سے ایک شخص بھی بلند آوز سے آمین نہ کہتا تھا۔ کیونکہ صحابہ ؓ کا دور ۹۰ھ تک عام ہے اس وقت لوگ صحابہ ؓ یا تابعین ؒ ہی تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام ؓ نے آمین بالجہر کو چھوڑ دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین بالجہر منسوخ ہو چکی تھی، یا سرے سے ثابت نہ تھی، یا بطور تعلیم کے تھی۔ ورنہ صحابہ کرام ؓ حضور ﷺ کی سنت کو ہر گز نہ چھوڑتے۔

8 اس حدیث میں اس کی کوئی تفصیل نہیں کہ مقتدی چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعات میں آہستہ۔

7.3.2:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر

حضرت ابن عمرؓ جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے، سورت فاتحہ پڑھتے پھر لوگ آمین کہتے تو آپؓ بھی آمین کہتے، اور اسے سنت قرار دیتے''۔

(صحیح ابن خزیمہ رقم ۵۷۲ بحوالہ القول المتین ص ۴۳)

جواب

1 علامہ ناصرین البانیؒ نے کہا ہے: ''اسناده ضعيف''۔

2 اس روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں امام کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھتے تھے حالانکہ موطا امام مالکؒ کی روایت میں ہے:

عن نافع، اَنَّ ابنَ عُمَرؓ رضی الله عنهما كان اذا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ احدٌ خَلفَ الامامِ؟ قال: اذاصلّى احدُكم خَلْفَ الامام فحسبه قِرَأةُ الامامِ، واذا صَلّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ. قال: وكان عبدُ الله بنُ عُمَرَ لايَقْرَأُ خلف الامام.

(موطا امام مالک: ترک القرأة خلف الامام رقم ۲۳۴؛ موطا امام محمد رقم ۱۱۲؛ طحاوی رقم ۱۲۸۳؛ مصنف عبدالرزاق رقم ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵)

ترجمہ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا جاتا کہ کیا مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو آپؓ فرماتے کہ جب کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو پھر قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

لہٰذا یہ روایت صحیح روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔

3 بشرطِ صحت اس روایت سے تو اخفاء آمین ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سورت فاتحہ تو آہستہ ہی پڑھتے تھے۔ کیونکہ جہر کا کوئی لفظ اس حدیث میں نہیں ہے۔

4 امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ نے یہ اثر بے سند لکھ دیا ہے حالانکہ بغیر سند کے بات قابل

اعتماد نہیں ہوسکتی۔

5 جناب زبیر علی زئی نے جو سند صحیح ابن خزیمہ سے پیش کی ہے۔اس میں ایک راوی ابوسعید الجعفی جس کا نام یحییٰ بن سلیمانؒ ہے۔حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں:
''الکوفی نزیل مصر صدوقٌ یخطئُ''۔یعنی سچا تھا مگر خطا کرتا تھا۔
دوسرا راوی اسامہ بن زید مدنیؒ جو کہ ضعیف ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں:''ضعیفٌ من قِبَلِ حفظهٖ من السابعة''۔

ترجمہ اپنے حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ساتویں درجے کا راوی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ نے سند بیان نہیں فرمائی۔کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

6 اس روایت سے جہر آمین ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔آمین کہنے کا علم کچھ جہر پر موقوف نہیں۔کیا ممکن نہیں کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نافعؒ سے یہ بھی کہا ہو کہ میں برابر آمین کہا کرتا ہوں۔یہ اثر اثبات جہر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیہقیؒ نے کتاب المعرفۃ میں جہر بسم اللہ کے ثبوت میں یہ اثر روایت کیا ہے:
''عن نافع أنه كان لا يدع بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم لأم القرآن والسورة التي بعدها''۔

ترجمہ حضرت نافعؒ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورت فاتحہ کے لیے اور اس سورت کے واسطے جو بعد ام القرآن پڑھتے تھے،بسم اللہ نہیں چھوڑتے تھے۔
حالانکہ صحیحین کی روایات کے مطابق حضور ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم آہستہ ہی بسم اللہ پڑھتے تھے۔پس اس اثر کا جو جواب ہے وہی اس اثر کا بھی سمجھ لیجیے۔

7.3.3:۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر

حضرت عطاءؒ نے کہا: آمین ایک دعا ہے۔ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان لوگوں نے جو ان کی پیچھے تھے(اتنی بلند آواز سے) آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی)۔

(بخاری،القول الآمین ص ۴۷)

جواب غیر مقلدین کا دعویٰ ہے: اہل حدیث کے دو اصول: أطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول۔ لہٰذا غیر مقلدین کا استدلال صرف انہی دو سے ہی معتبر ہوگا۔ اسی طرح مقتدی کو منفرد اور امام پر کس طرح قیاس کرتے ہیں؟ قیاس تو غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہی نہیں۔

بخاری میں سورت فاتحہ کا ذکر نہیں ہے کہ فاتحہ کے بعد آمین کہی جائے (فتوحاتِ صفدر ج ۱ ص ۳۶۲)۔ لہٰذا غیر مقلدین کا اس سے استدلال صحیح نہیں۔

غیر مقلدین حضرات اس کو بخاری کی حدیث بیان کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ بخاری کی روایت ہے، مگر بے سند ہے۔ اس کو اصطلاحِ حدیث میں تعلیق کہا جاتا ہے۔ اور تعلیقات بخاری میں صحت کا التزام نہیں ہے۔ یہ روایت بھی زبیر علی زئی نے حضرت عطاء تابعیؒ کا قول صحیح بخاری سے بے سند نقل کیا ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم حافظ عبداللہ روپڑیؒ فرماتے ہیں: ''جیسے بخاری میں تعلیقات ہیں اور ان کی صحت ضروری نہیں'' (رفع یدین اور آمین ص ۱۳۰)۔ امام بخاریؒ کی پیش کردہ دلیلوں میں صرف اسی اثر میں جہر کی صراحت ہے۔ مگر اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ اس کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

1 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''امام بخاریؒ نے ترجمہ وعنوانِ باب میں ''لجۃ'' کے لفظ سے یہ تاثر دیا ہے کہ ساری مسجد لوگوں کی آمین کی وجہ سے گونج جاتی تھی۔ حالانکہ ہلکی آواز بھی اگر مجمع کی ہو، تو اس کی خاص کیفیت بن جاتی ہے۔ دوسرا نسخہ ''جلبۃ'' کا بھی ہے، جس کے معنی مختلف آوازوں کی ملی جلی کیفیت ہے جس کے لیے صوتِ مرتفع ضروری نہیں ہے''۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۲۴۴ طبع ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

2 اس اثر میں ذکر کردہ آمین کا سورت فاتحہ کے بعد والی آمین ہونا ضروری نہیں۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے ارشاد فرمایا: یہ اس زمانے کی بات بھی ہوسکتی ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں محصور تھے اور عبدالملک بن مروانؒ کی فوجیں بڑھ رہی تھیں اور دونوں طرف قنوت پڑھا جا رہا تھا۔ عبدالملکؒ بھی قنوت

پڑھوا رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی قنوت پڑھ رہے تھے اور اس پر آمین کہلوا رہے تھے۔ فوجوں کا مقابلہ ہے۔ اس میں جوش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے آواز میں جہر کا پیدا ہو جانا فطری بات ہے۔

3 اگر اس کو ''ولا الضآلین'' کے بعد والی آمین مان لیا جائے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں ہے تو اس سے صرف یہی تو ثابت ہوا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا، گویا جہر کرنا معلوم ہو گیا لیکن بخاریؒ کا مقصد صرف جہر نہیں، بلکہ جہر کی اولویت کا ثبوت پیش کرنا ہے اور وہ مندرجہ ذیل باتوں کی وجہ سے محلِ نظر ہے:

١ ایک بات یہ ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل احیاناً معلوم ہوتا ہے۔ بخاری کے ذکر کردہ اثر میں صرف ''أَمَّنَ'' ہے۔ جس سے تکرار بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر دوسرے طرق کی بنیاد پر کہ ان میں ''كَانَ ابْنُ زَبَيْرٍ يُؤَمِّنُ'' آیا ہے۔ یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے یہ عمل بار بار کیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے دوام واستمرار تو ثابت نہیں ہوگا۔ اس لیے یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے تعلیم کی مصلحت سے بار بار ایسا کر کے دکھلایا تا کہ یہ سنّتِ مرجوحہ بھی زندہ رہے، بالکل ختم نہ ہو جائے۔

٢ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صغارِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں۔ ہجرت کے بعد ''أَوَّلُ مَوْلُوْدٍ فی المدینة'' (ہجرت کے بعد سب سے پہلے مہاجرین میں پیدا ہونے والے بچے) کہلاتے ہیں۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر دس، گیارہ سال تھی۔ انہوں نے آمین بالجہر کا عمل کیا۔ اب اس کے ساتھ یہ غور کرنا چاہیے کہ عہد رسالت میں، خلافتِ راشدہ میں اور کبارِ صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں اس طرح آمین کا ثبوت نہیں ملتا۔ تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان تمام حضرات کے خلاف عمل اختیار کرنے میں کوئی مصلحت ہے اور وہ تعلیم ہو سکتی ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے جہراً پڑھنے کا اثر منقول ہے۔ حافظ زیلعیؒ نے اس کی مصلحت یہ بتائی ہے: ''ابن الہادیؒ نے کہا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا جہر بسم اللہ کا اثر صحیح ہے لیکن یہ لوگوں کو اس چیز سے باخبر کرنے پر محمول ہے کہ بسم اللہ کا پڑھنا بھی

سنت ہے، کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اس کو سرّاً پڑھتے تھے۔تو کتنے ہی حضرات اس کو بدعت سمجھنے لگے تھے"۔(نصب الرایہ ج۱ص۳۲۵طبع مکتبہ حقانیہ،پشاور)

بالکل یہی بات آمین بالجہر کی بھی ہے کہ اس کا رواج ہی نہیں تھا۔تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جہراً پڑھ کر لوگوں کو باخبر کیا کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔تعلیم کے لیے بعض چیزوں کا جہراً پڑھنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے،جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ثناء وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔

۳ تیسری قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے جس اثر سے امام بخاریؒ اولویت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔یہ اثر امام شافعیؒ کی مسند میں موجود ہے۔ان کی مذہب کی وضاحت یہ ہے کہ امام شافعیؒ قول قدیم میں آمین بالجہر کے قائل بھی ہیں۔لیکن اس اثر کے باوجود انہوں نے قولِ جدید میں مقتدی کے حق میں آمین بالجہر سے رجوع کیا۔رجوع کرنا بتا رہا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اس سے اولویت ثابت نہیں ہے۔(آمین بالجہر ،مجموعہ مقالات ج۳ص۱۷۱،۱۷۲)

4 موقوفاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم غیر مقلدین کے ہاں حجت نہیں ہیں۔حافظ عبداللہ روپڑی صاحبؒ لکھتے ہیں:''علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول وفعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا''۔(رفع یدین اور آمین ص۳۴)

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:''علامہ شوکانیؒ اپنی تصنیفات میں ہزار بار لکھ چکے ہیں کہ موقوفاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم حجت نہیں ہیں''۔

(دلیل الطالب ص۶۱۷ بحوالہ احسن الکلام)

5 بخاری میں تو یہ اثر بے سند ہی ہے مگر زبیر علی زئی نے بعض کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ان میں مثلاً سنن الکبریٰ بیہقی (ج۲ص۵۹) میں بطریق امام شافعیؒ ،مسلم بن خالد عن ابن جریج عن عطاء روایت نقل کی گئی ہے۔اس سند کے رواۃ کا حال ملاحظہ فرمائیں:

۱ حضرت امام شافعیؒ نے،جو اس روایت کے راوی ہیں،اس کو ضعیف و ناقابل اعتماد سمجھ کر اس سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ کتاب الامّ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''میں مقتدیوں کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ آمین جہر سے کہیں''۔

(کتاب الامّ: موسوعۃ الامام الشافعی رقم ۱۳۷۶ ج ۲ ص ۱۶۱ طبع دار قتیبہ، دمشق، بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲ یہ روایت انتہائی درجے کی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں امام شافعیؒ کے استاذ مسلم بن خالد زنجیؒ واقع ہے۔ امام ابوداوٗدؒ اور امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ''لَا یُحْتَجُّ بِهٖ''۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ''مُنْكَرُ الْحَدِيثِ'' (الترغیب والترہیب للمنذریؒ ج ۵ ص ۵۳۵، ۵۳۶)۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ''وليس بالقوى فى الحديث'' (ضعفاء صغیر للنسائی)۔ امام بخاریؒ کے استاذ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: ''ليس بشئ فى الحديث''۔ امام ساجیؒ فرماتے ہیں: ''كَثِيرُ الْغَلَطِ كَانَ يَرَى الْقَدْرِ'' (میزان الاعتدال ج ۱۶۵۳)۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں: ''وكَانَ كثيرَ الْغَلَطِ''۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: ''كَانَ يُخْطِئُ أَحْيَاناً''۔ عثمان دارمیؒ فرماتے ہیں: ''ليس بِذَاكَ فِى الْحَدِيثِ''۔ امام الحفاظ حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: ''اس کی روایت عن ابن جريج عن عطاء کے طریق سے منکر اور اوپری ہے (یہ روایت بھی عن ابن جريج عن عطاء کے طریق سے ہے)۔ مشائخ مکہ مکرمہ زادھا اللّٰہ شرفاً و کرامۃً فرماتے ہیں: ابن جریجؒ مشائخ کے حلقہ میں حدیثیں سُن لیا کرتا تھا مگر لکھتا نہ تھا۔ جب بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تو سُنی ہوئی حدیثیں اسے بھول گئی ہوتیں مگر وہ بیان کر گزرتا۔ جس کی بنا پر اس کی حدیث ضعیف اور نا قابلِ اعتماد ہے''۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۲۹، ۱۳۰)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''فقيهٌ صدوقٌ كثيرُ الأوهامِ من الثامنة''۔

(تقریب ص ۴۹۱)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: مسلم بن خالد زنجیؒ ضعیف ہے۔

(عینی شرح الہدایۃ ج ۱ ص ۶۳۵)

علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث خراج بالضمان بلوغ المرام

سے نقل کرتے ہیں جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ ''۔علامہ امیر یمانیؒ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں: ''لِأَنَّ فيه مُسْلِمُ بنُ خالدِ الزنجيُّ وهو ذاهب الحديثِ ''۔(سبل السلام ج ۲ ص ۱۶ طبع ہند)

ترجمہ کیونکہ اس میں مسلم بن خالد زنجیؒ ہے اور وہ ذاہب الحدیث ہے۔

جناب زبیر علی زئی خود بھی تسلیم کرتے ہیں: ''مسلم بن خالدؒ عند الجمہو رضعیف تھے۔ ابن حبانؒ، ابن عدیؒ، ابن معینؒ اور دار قطنیؒ نے انہیں ثقہ کہا۔ امام احمدؒ، ابن معینؒ (فی روایۃ)، ابن مدینیؒ، بخاریؒ، ابن سعدؒ اور الساجیؒ وغیرہ نے ان پر جرح کی۔ بخاری کی جرح انتہائی شدید ہے''۔(القول المتین ص ۴۸)

۳ اس روایت کی سند میں ابن جریجؒ ہے۔ سخت قسم کا مدلس و متکلم فیہ واری ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں: بچو! ابن جریجؒ کی تدلیس سے، کیونکہ وہ قبیح التدلیس ہے (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۰۵)۔ یہ روایت بھی عن کے ساتھ مروی ہے۔

امام مالکؒ کے ہاں حاطب اللیل ہے یعنی رات کو لکڑیاں جمع کرنے والا جو ہر قسم کی لکڑیاں اندھیرے کی وجہ سے اٹھا لیتا ہے یعنی حدیث میں اس کے پاس ہر قسم کی روایتیں ہیں: صحیح، ضعیف اور موضوع۔(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۰۴)

6 یہ روایت غیر مقلدین کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ حافظ عبداللہ روپڑیؒ فرماتے ہیں: ''درمیانی آواز سے کہنی چاہیے نہ کہ بہت چلا کر۔ سو الحمد للہ یہی اہل حدیث کا مذہب ہے''۔(رفع یدین اور آمین ص ۱۶)

7 مصنف عبدالرزاق (رقم ۲۶۴۰) میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے:

''ابن جریجؒ، حضرت عطاءؒ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ کیا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سورت فاتحہ مکمل ہونے کے بعد آمین کہا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: ''ہاں کہا کرتے تھے۔ وہ بھی اور جوان کے پیچھے نماز ادا کرنے والے ہوتے تھے، وہ بھی اس قدر بلند آواز سے آمین کہتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ آمین دعا ہے۔(پھر اس کے بعد فرماتے ہیں)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب مسجد میں اس وقت داخل ہوتے کہ امام ان سے پہلے کھڑا ہو

چکا ہوتا، تو وہ کہہ دیتے: مجھ سے پہلے آمین کہنے میں سبقت نہ کیجیے"۔

اس اثر سے تو آمین کی فضیلت کا بیان کرنا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عطاء تابعیؒ آمین کو دعا تسلیم کرتے ہیں اور پھر آیت "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِکَ" کا شانِ نزول بھی دعا بتلاتے ہیں۔ (رفع یدین اور آمین ص ۱۶)

اور پھر آمین کا اثر نقل کرتے ہیں کہ مسجد میں تھرتھراہٹ تھی۔ تو درمیانی آواز، اتنی اونچی آواز، یہ دونوں باتیں متعارض ہیں اور یہ ضابطہ ہے: "اذا تعارضا تساقطا"۔ اس اثر میں کئی متعارض باتیں جمع ہوگئی ہیں۔

8 علامہ ناصرالدین البانیؒ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"ففيه علتان: الأولٰى: عنعنة ابن جريج، وهو مدلّس. والثانية: ضعف مسلم بن خالد ـ وهو: الزنجي المكي الفقيه ـ؛ وقد ساق له الذهبي في الميزان، والحافظ في التهذيب، أحاديث مناكيرَ، ثم قال الذهبي: "فهٰذه الأحاديث وأمثالها تُرَدُّ بها قوة الرجل، ويضعف". وقال الحافظ: في التقريب: "صدوق كثير الأوهام".

(أصل صفة صلاة النبي ﷺ ج۱ص۳۷۹. المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى ۱۴۲۰ھ). الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں: پہلی تو ابن جریجؒ کا عنعنہ ہے اور وہ مدلّس ہے۔ دوسری علت اس میں مسلم بن خالد (زنجی، مکی، فقیہ) کا ہونا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے میزان میں اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیبؒ میں اس راوی کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے اس کی بہت ساری منکر احادیث بیان کی ہیں۔ پھر امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: پس یہ احادیث اور ان جیسی دوسری احادیث آدمی کے (حدیث میں) قوی ہونے کا رد کردیتے ہیں اور اس کو ضعیف بنادیتے ہیں۔ حافظ نے تقریب میں فرمایا ہے: سچا ہے مگر کثیر الاوہام ہے"۔

9 اس قسم کی آوازیں جو حضرت عطاءؒ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نقل کی ہیں، نماز میں حضور ﷺ نے منع کی ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: لیلینی منکم أولوالأحلام والنھیٰ، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم. وإِیَّاکُمْ وھیشات الأسواق.

(مسلم مع شرح النووی ج۱ ص۱۸۱ طبع کراچی؛ ترمذی ج۱ ص۵۳ طبع کراچی)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جماعت کی صف میں میرے قریب ان اشخاص کو ہونا چاہیے، جو صاحبِ حلم وعقل ہیں (یعنی بڑے صحابہ کرامؓ)۔ پھر جوان کے درجہ کے قریب ہوں۔ پھر جوان کے درجہ کے قریب ہوں۔ اور اپنے آپ کو بازاری آوازوں سے بچائے رکھنا''۔

تشریح امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

وھیشات الأسواق ما یکون فیھا من الجلبة وارتفاع الأصوات وما یحدث فیھا من الفتن. وأصله من الھوش وھو الاختلاط یقال تھاوش القوم إذا اختلطوا ودخل بعضھم في بعض وبینھم تھاوش أی اختلاط واختلاف.

(معالم السنن، وھو شرح سنن أبی داود، ج۱ ص۱۸۵. المؤلف: أبو سلیمان حمد بن محمد بن إبراھیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی (المتوفی ۳۸۸ھ). الناشر: المطبعة العلمیة، حلب. الطبعة: الأولی ۱۳۵۱ھ)

ترجمہ ''ہیشاتِ اسواق'' وہ آوازیں ہیں جن میں جلبہ یعنی شور وغوغا پیدا ہوا اور آوازیں بلند ہوں۔ اور وہ آوازیں ہیں جو کسی شر وفساد میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا اصل ''ھوش'' ہے جس کا معنی آوازوں کا رل مل جانا ہے۔ کہا جاتا ہے: ''تھاوش القومُ''۔ جب ایک دوسرے میں رَل مِل جائیں اور ان کے درمیان اختلاط واختلاف پیدا ہوجائے''۔

غیر مقلدین حضرات کی مرضی کہ وہ حضور ﷺ کے اس واضح اور صریح حکم کو تسلیم

کریں، جس میں مساجد میں شور کرنے سے منع کیا گیا ہے یا ابن جریج (جس نے ستر عورتوں سے متع کیا تھا، تہذیب التہذیب ج۶ ص۴۰۶) کے مدلّس وضعیف اثر کو قبول کریں۔ جس میں آمین کو بلند آواز سے کہہ کر مساجد میں گونج اور شور پیدا ہونے کا ذکر ہے۔

7.3.3.1:۔حکیم صادق سیالکوٹی کا جھوٹ

حکیم صادق سیالکوٹی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روز سے لے کر آج تک مسجد نبوی آمین کی آواز سے گونج رہی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص۱۶۳)

جواب حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ فرماتے ہیں:

''کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر چہ میں نے جھوٹ کو منافق کی علامت قرار دے رکھا ہے اور دھوکے کے بارے میں ''مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا یعنی جو دھوکہ اور ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' فرمادیا ہے۔ مگر تمہیں صلوٰۃ الرسول میں اس جھوٹ اور دھوکے کی اجازت ہے کہ'' مسجد نبوی چودہ سو سال سے آمین کی آواز سے گونج رہی ہے''۔ حالانکہ پورے تئیس سالہ دورِ نبوت میں کسی ایک روایت صحیح میں بھی مسجدِ نبوی کا گونجنا ثابت نہیں۔ پورے تیس سالہ دورِ خلافت راشدہ میں ایک دفعہ بھی مسجد نبوی کا آمین سے گونجنا ثابت نہیں۔ عہدِ صحابہ ؓ کے بارے میں حضرت ابوہریرہ ''ترک الناس التأمین یعنی لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے'' فرمارہے ہیں تو گونج کیسی؟ اس ضعیف روایت میں حجاج بن یوسف ؒ کے دور کے ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ پھر ۷۱ھ سے لے کر ۱۳۶۲ھ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خدمت امامت وخطابت احناف کو حاصل رہی۔ وہاں گونج کیسی؟ اور اب بھی حنبلی مقلدین امام وخطیب ہیں اور تمام حاجیوں میں دو فی صد بھی اونچی آمین والے نہیں ہوتے۔ اس ایک ضعیف واقعہ کو چودہ سو سال تک پھیلانا جھوٹ اور دھوکے کی انتہاء ہے جس کی اجازت خاص آپ کو ہے؟۔ (تجلیاتِ صفدر ج۴ ص۲۶۱)

7.3.4:۔حضرت عطاءؒ کا اثر

حضرت عطاءؒ سے دوسو صحابہ کرام ﷺ والا اثر جو غیر مقلدین حضرات نقل کرتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کا مدار اس پر قائم کرتے ہیں (القول المتین ص۴۹؛صلوٰۃ الرسول ص۱۶۴؛ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس کی سند ابن حبانؒ کی شرط پر صحیح ہے، تسہیل الوصول الیٰ تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص۱۶۴)۔وہ بالکل من گھڑت اور موضوع ہے۔چنانچہ امام بیہقیؒ اپنی سند سے اسے یوں نقل کرتے ہیں:

وأخبرنا أبو يعلٰى حمزةُ بنُ عبد العزيز الصيدلانيُّ، أنبأ أبوبكرٍ محمد بن الحسين القطانُ، ثنا أحمد بنُ منصور المروزيُّ، ثنا عليُّ بن الحسن بن شقيقٍ، أنبأ أبو حمزة، عن مطرِّفٍ، عن خالد بن أبي أيوبَ (والصحيحُ: خالد بن أبي نوفٍ)،عن عطاءٍ،قال: أدركتُ مأتين من أصحاب النبي ﷺ في هٰذا المسجد ،اذا قال الامام:"غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ". سمعتُ لهم رَجَّةً: بآمِينَ".

(سنن بیہقی ج۲ص۵۹ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

ترجمہ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں: "اس مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے دوسو صحابہ کرام ﷺ کو میں نے پایا کہ جب امام "غَيْرِ المَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ" کہتا تو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے میں نے ان کو سنا"۔

اس سند میں کئی خرابیاں ہیں:

1 حضرت ابوبکر محمد بن الحسین القطانؒ جو اس سند میں واقع ہے، جھوٹا ہے۔علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

"محمد بن الحسين بن شهريار أبوبكر القطانُ: سمعتُ أبابكر الاسماعيلى. يقول: سمعتُ ابن ناجيةَ، يقول: يكذبُ يعنى ابن شهريار، يروىْ عن سلمانَ توبة النهروانى، وقد ماتَ قبلَ أن يسمعَ منه"۔(تاریخ بغداد ج۲ص۲۳۲)

ترجمہ محمد بن الحسین بن شہریار ابوبکر القطان کے بارے میں، میں (خطیب بغدادی) نے حافظ ابوبکر اسماعیلیؒ سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے محدث ابن ناجیہؒ سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ابن شہریار جھوٹ بولتا ہے۔ سلمان توبہ نہروانیؒ سے روایت کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے سننے کے زمانہ سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا۔

قارئین کرام! ایسے جھوٹے راوی سے غیر مقلدین اپنا مذہب ثابت کرتے ہیں۔

2 حضرت علی بن الحسن بن شقیقؒ جو اس روایت کے راوی ہیں۔ یہ روایت خود ان کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہے:

وقال أبو عمار الحسين بنُ حريثٍ: قلتُ له: هل سمعتَ كتابَ الصلوٰةِ من أبي حمزة السكريِّ. فقال: نعم، سمعتُ ولكنْ نَهِقَ حمارٌ يوماً، فاشْتَبَهَ عليَّ حديثٌ. فلا أدري أيُّ حديث هو؟ فتركتُ الكتاب كلَّهُ. (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۹۹؛ کتاب الکفایۃ بغدادی ص ۲۳۴)

ترجمہ حضرت ابوعمار حسین بن حریثؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ علی بن الحسنؒ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے استاذ ابوحمزہ سکریؒ سے ''کتاب الصلوٰۃ'' سنی ہے۔ اس نے کہا: سنی تو ہے لیکن ایک دن میں حدیثیں سن رہا تھا کہ گدھا آوازیں نکالنے لگا۔ تو مجھ پر ایک حدیث مشتبہ ہوگئی۔ پس میں نہیں جانتا کہ وہ حدیث کون سی ہے؟ اس لیے میں نے اپنے استاذ سے سنی ہوئی تمام ''کتاب الصلوٰۃ'' کو چھوڑ دیا۔

☆ تعجب کی بات ہے کہ اس اثر کا راوی خود تو اس اثر کو ناقابلِ اعتبار قرار دے مگر غیر مقلدین اس سے احتجاج کریں۔

3 ابوحمزہ محمد بن میمون السکریؒ اگرچہ محدثین کرامؒ کے ہاں ثقہ ہیں مگر محدث ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: لیس بالقوی یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ''آخر میں اندھے ہوگئے تھے تو جس راوی نے اندھے ہونے سے پہلے روایت بیان کی ہے: فحدیثه جیّد، پس حدیث اُس کی کھری اور جید ہے۔ امام ابن القطان فاسیؒ فرماتے ہیں: یہ ان راویوں میں سے ہیں جو مختلط ہوگئے تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۸۶، ۴۸۷)

محدثین کرامؒ کے اصول کے مطابق مختلط الحدیث راوی کے شاگرد اگر حالتِ اختلاط سے پہلے سنے، تو اس کی روایت قابلِ اعتماد ہوگی ورنہ نہیں۔ یہاں دوسری صورت ہے کہ علی بن الحسنؒ نے ابوحمزہ سکریؒ سے حالتِ اختلاط میں سنا ہے کیونکہ ابوحمزہ سکریؒ المتوفی ۱۶۶ھ ہے جب کہ اس کے شاگرد علی بن الحسنؒ المتوفی ۲۱۵ھ ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علی بن الحسنؒ، ابوحمزہ سکریؒ کے اصحاب قدماء میں سے نہیں بلکہ اس نے حالتِ اختلاط میں سنا ہے۔

4 اس سند میں خالد بن ابی نوفؒ واقع ہے، جو مجہول ہے کیونکہ اس سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں: مطرف بن طریفؒ اور یونس بن ابی اسحٰقؒ۔ کسی محدث نے سوائے ابن حبانؒ کے اس راوی کو ثقہ قرار نہیں دیا۔ ابن حبانؒ کی توثیق والا ضابطہ محدثین کرامؒ کے ہاں قابل قبول نہیں۔

خالد بن ابی نوفؒ کا ترجمہ تہذیب التہذیب (ج ۳ ص ۱۲۳، ۱۲۴) میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''مقبولٌ من السادسة'' (تقریب) کہ خالد بن ابی نوف مقبول ہے اور چھٹے طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ حافظ صاحبؒ کی یہ اپنی خاص اصطلاح ہے کیونکہ وہ مجہول الحال راویوں کو بھی مقبول فرما دیتے ہیں۔ خود زبیر علی زئی نے بھی اس کو مجہول الحال کہا ہے۔ (القول المتین ص ۴۹)

5 علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''فعلته جهالة خالد بن أبي نوف؛ فانه لم يرو عنه الا اثنان: أحدهما: مطرف هذا ــ وهو ابن طريف ــ، والآخر: يونس بن أبي اسحاق. فهو في عداد مجهولي العدالة، وتوثيق ابن حبان له لا يفيد؛ لما علم من تساهله في التوثيق. فظهر من هذا البيان أنهما لا يصلح الاحتياج بهما. ولعله من أجل ذٰلك رجع الشافعي عن قوله القديم''.

(اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۱ ص ۳۸۰۔ محمد ناصر الدین البانیؒ۔ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ اس روایت میں علت خالد بن ابی نوفؒ کا مجہول ہونا ہے۔ اس سے صرف دو راوی

مطرف بن طریفؒ اور یونس بن ابی اسحاقؒ روایت کرتے ہیں۔ پس اس وجہ سے اس کو مجہول راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔امام ابن حبانؒ کی توثیق کرنا مفید نہیں ہے، کیونکہ وہ اس بارے میں متساہل مشہور ہیں۔اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ اثر دلیل پکڑنے کے لائق نہیں ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ نے اپنے قول قدیم یعنی مقتدی کی جہراً آمین سے رجوع کرلیا تھا۔

خلاصہ یہ اثر کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔غیر مقلدین ایسی مخدوش اور نا قابل اعتماد روایت سے اجماع صحابہ ﷺ تک ثابت کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔

7.4:۔دعویٰ کا چوتھا حصہ:امام کا آمین بالجہر کہنا

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ امام کو تمام عمر روزانہ چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہنا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے۔

غیر مقلدین کا یہ اقرار ہے کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں ہمارا یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے وہ اپنے استدلال کی بنیاد حدیث پر رکھتے ہیں۔

حدیث کا استدلال دیکھنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ آمین کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے اور اس کا بلند آواز سے کہنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ہم کہتے ہیں کہ آمین کا سنت مؤکدہ ہونا تو رسول اللہ ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہے۔آپؐ نے ''قولوا آمین'' کہہ کر اس کا حکم دیا ہے۔پھر اس پر ترغیب کے لئے بار بار فرمایا کہ اس میں فرشتے بھی تمہارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔اور مزید ترغیب کے لئے بار بار یاددہانی کرائی کہ آمین کہنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور آمین نہ کہنے والے کی نامرادی کی بھی آپ نے مثال دے کر سمجھائی۔

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے:اہل حدیث کے دو اصول:أطیعوا اللہ وأطیعو الرسول. لہٰذا غیر مقلدین کا استدلال صرف انہی دو سے ہی معتبر ہوگا۔اسی طرح مقتدی کو منفرد اور امام پر کس طرح قیاس کرتے ہیں؟ قیاس تو غیر مقلدین کے نزدیک جائز ہی

نہیں۔

7.4.1:۔حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو''۔(بخاری رقم ۷۸۰)

جواب

1 اس روایت سے تو آمین کا جہر ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ روایت تو اخفاء آمین کی دلیل ہے۔ نیز یہ روایت سب کے ہاں مؤوّل ہے۔اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت:''اذا قال الامام : غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ''سے اخفاء آمین ثابت ہوتا ہے۔اس کی مفصل بحث باب نمبر 4 میں 4.1 کے تحت حدیث نمبر 2 میں کردی گئی ہے۔

2 حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

''حضرت امام بخاریؒ کا اس حدیث سے جہرِ آمین کے لیے استدلال تو نہایت ہی عجیب وغریب ہے، کیونکہ اس کے کسی لفظ سے بھی ان کا مقصد ثابت نہیں ہوتا''۔اس پر محشّی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:''حدیث اذا أمّن الامام سے تو جہر کا ثبوت ہوتا ہی نہیں نہ دلالۃً ،نہ اشارۃً''۔

(لامع الدراری ج۱ص۳۱۲؛انوارالباری ج۱۶ص۴۴۶)

3 محدثین کرامؒ نے''أَمَّــنَ''کے جومعنی لیے ہیں وہ تو کسی طرح اخفاء آمین کے خلاف نہیں۔جیسا کہ باب نمبر 4 میں بیان کردیا گیا ہے۔

4 غیر مقلدین جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ان میں اکثر دلائل میں جہر کا ذکر نہیں۔صرف ''قول'' کا لفظ موجود ہے اور''قول'' جہر پر دلالت نہیں کرتا۔

ا حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں ہے:''قَــالَ أَنتُــمْ شَــرٌّ مَّـكَــانــاً'' (یوسف:۷۷)۔

یہاں جہر نہیں۔

۲ اس طرح مؤمنین کی صفات بیان کی گئی ہیں:''أَلَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْآ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ''(البقرہ:۱۵۶)۔
یہاں بھی بالاتفاق زبان سے یہ کہنا شرط نہیں۔صرف یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کی ملک ہے اور سب نے اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

۳ صحیح مسلم کی روایت ہے:''واذا قال: سمع اللّٰہ لمن حمدہ، فقولوا: ربنا ولک الحمد''(مسلم ج ا ص ۱۷۴ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)۔
غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مقتدی''ربنا ولک الحمد''جہر سے نہیں کہے گا۔

7.4.2:۔حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت نعیم المجمرؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔پس آپ رضی اللہ عنہ نے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سورت فاتحہ پڑھی جب آپ رضی اللہ عنہ نے''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین''پڑھا تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی الخ۔(سنن نسائی رقم ۹۰۵)

جواب

1 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں''باب: جهر الامام بالتأمین''میں اپنے مذہب جہر آمین میں سوائے اس حدیث نعیم المجمرؒ کے،کوئی حدیث مرفوع نہ لا سکے اور فرمایا: یہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔حافظ جمال الدین زیلعیؒ نے اس دلیل کو کئی وجوہ سے رد کیا ہے اور بہت عمدہ رد کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں (جو تقریباً آٹھ سو(800) ہیں جن میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ شامل ہیں) میں صرف نعیم المجمر ہی اس کو روایت کرتے ہیں۔لہٰذا وہ اس روایت میں متفرد ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے صحیحین میں اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔اس حدیث میں صرف''قال''کا لفظ ہے۔یہ تو اس کے خلاف دلیل ہے جو آمین کے مطلقاً پڑھنے کا قائل نہیں ہے۔صحابہ کرامؓ کا بعض چیزوں کا سنا دینا جہراً پڑھنے کی دلیل نہیں کیونکہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سری نمازوں میں کبھی کبھی کسی آیت کا سنا دینا بھی ثابت ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں نماز کی بنیادی ہیئت اور طریقے کو بیان کرنا تھا۔ کسی چیز کو کسی کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ ہر لحاظ سے اس کے مثل ہے بلکہ اس کے اکثر احوال میں مشابہ ہونا کافی ہے۔ تشبیہ کا عموم کوئی نہیں ہے۔ پس لازم نہیں ہے کہ وہ نماز کے جمیع اجزاء میں ہو۔
(معارف السنن ج ۲ ص ۳۶۹، ۳۷۰ ملخصا)

2 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے کئی دفع ایسا ہوتا ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ ایک وقت بہت سے کام کرتے ہیں، پھر کہہ دیتے ہیں: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، حالانکہ ان میں بعض کام مرفوع نہیں ہوتے بلکہ وہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہوتے ہیں''۔
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری) فرماتے ہیں: حضرت شیخؒ کا یہ جواب اس سلسلہ کے تمام وساوس کو قطع کر دیتا ہے۔ غور و تامل کرنے والوں کے لیے یہ بہت لطیف جواب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح کی مجمل خبر جس میں کئی احتمال بھی ہوں، ان تمام صریح اور صحیح احادیث کا معارضہ کیسے کر سکتی ہے جو آمین کے اخفاء میں وارد ہیں؟ وباللہ التوفیق!۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۳۷۰)

3 اس کا جواب وہی ہے جو بخاری کی اوپر والی حدیث میں گزرا۔ کسی چیز کا مسموع ہونا جہر پر دلالت نہیں کرتا۔ نماز سرّیہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض آیتیں مسموع ہو جاتی تھیں۔ آج بھی بعض اوقات بعض لوگ اس طرح ثنا وغیرہ پڑھتے ہیں کہ آس پاس والے سن لیتے ہیں۔ نعیم مجمرؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تعلیماً آمین کو ذرا سانس کھینچ کے پڑھا ہوگا۔ لہٰذا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تامین (آمین کہنا) مسموع ہوگئی۔ اور پہلو میں ساتھ کھڑے ہونے والوں کی آمین بالسرّ (آہستہ آمین) سن لینا کچھ بڑی بات نہیں۔ یہ روایت ہرگز جہر آمین پر دلالت نہیں کرتی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام نسائیؒ نے ہر چند اثبات جہرِ آمین کا دعویٰ کیا ہے مگر اس روایت کو نہ باب جہر بسم اللہ میں ذکر کیا، نہ باب الجہر بالتامین میں بیان کیا ہے۔

4 اس روایت میں فقرأ بِسْمِ اللّٰهِ اور فَقَالَ آمِينَ کے الفاظ ہیں۔قول کا لفظ جہر پر دلالت نہیں کرتا۔اگر جہر پر صریح ہوتا توفقولوا: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور قولوا:أَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ سے بھی جہر ثابت ہوتا حالانکہ بالاتفاق ان میں اخفاء ہے۔ اس کی مفصل بحث باب نمبر4 میں 4.1 کے تحت حدیث نمبر2 میں کردی گئی ہے۔

5 علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''وَإِنَّمَا يَتَمَسَّکُ بِلَفْظٍ مُحْتَمَلٍ، مِثْلَ اعْتِمَادِهِمْ عَلٰى حَدِيثِ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمُتَقَدِّمِ .وَقَدْ رَوَاهُ النَّسَائِيّ .فَإِنَّ الْعَارِفِينَ بِالْحَدِيثِ يَقُولُونَ :إِنَّهُ عُمْدَتُهُمْ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ وَلَا حُجَّةَ فِيهِ . ...وَلَفْظُ الْقِرَاءَةِ مُحْتَمِلٌ أَنْ يَكُونَ قَرَأَهَا سِرًّا، وَيَكُونُ نُعَيْمٌ عَلِمَ ذٰلِکَ بِقُرْبِهِ مِنْهُ؛ فَإِنَّ قِرَاءَةَ السِّرِّ إِذَا قَوِيَتْ يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِي الْقَارِئَ، وَيُمْكِنُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ بِقِرَاءَتِهَا.

(الفتاوى الكبرى لابن تيمية، ج٢ص١٧٣،١٧٥.المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى ٧٢٨ھ)الناشر:دار الكتب العلمية.الطبعة:الأولى، ١٤٠٨ھ؛مجموع الفتاوى ج٢٢ص٤٢٢. المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى ٧٢٨ھ).المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم.الناشر:مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية.عام النشر ١٤١٦ھ)

ترجمہ بسم اللہ بالجہر کے متعلق ایک محتمل لفظ سے دلیل پکڑی جاتی ہے مثلاً نعیم مُجمرؒ کی حدیث پر اعتماد کرنا۔حالانکہ اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔.........اس لیے قراءت کا لفظ احتمال رکھتا ہے کہ انہوں نے بسم اللہ پوشیدہ پڑھی ہو۔اور نعیمؒ نے قرب کی وجہ سے سن لیا ہو۔پس بیشک جب قراءت خفیہ زبان کی طاقت سے پڑھی جائے تو قاری کے قریب والا آدمی سن لیتا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نعیمؒ کو

اپنی قراءت کے متعلق بتادیا ہو۔

☆ جب قراءت اور قول کے لفظ میں دو احتمال ہیں۔تو یہ قابل استدلال نہ رہی، چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں: ''اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۔یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے''۔(رفع یدین اور آمین ص۱۰)

مزید لکھتے ہیں: ''اور یہ مسلم اصول ہے کہ جہاں احتمال ہو، اس سے استدلال باطل ہے''۔(رفع یدین اور آمین ص۱۵)

6 اس روایت کی سند میں نعیم مجمرؒ کا شاگرد سعید بن ابی ہلالؒ واقع ہے۔سنن نسائی کی روایت میں ابی ہلال ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔میزان الاعتدال (ج۱ص۲۹۳) میں ہے کہ سعید بن ابی ہلالؒ، نعیم مجمرؒ سے روایت کرتا ہے۔یہ راوی اگرچہ ثقہ ہے مگر اس میں ایک بڑی خرابی موجود ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: مَاأَدْرِیْ أَیُّ شَیْءٍ یَخْلِطُ فِی الْأَحَادِیْثِ۔

ترجمہ میں نہیں جانتا کون سی چیز حدیثوں میں ملا دیتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔شاید امام احمدؒ کے قول پر اعتماد کیا ہے۔(تہذیب ج۴ص۹۵)

حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابن حزمؒ سے پہلے اس راوی کی تضعیف نہیں دیکھی مگر یہ کہ امام ساجیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی حدیث کو خلط ملط بیان کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ راوی اصل الفاظ استاذ سے نقل نہیں کرتا، جس کی وجہ سے حدیث کا مفہوم بدل جاتا ہے۔لہٰذا اس حدیث سے احتجاج قابلِ اعتماد نہ رہا۔

7 اس حدیث کو مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ نے ضعیف الاسناد لکھا ہے۔

(سنن نسائی بتحقیق محمد ناصر الدین البانی ص۱۵۰ رقم ۹۰۵ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ؛ ضعیف سنن النسائی ص۲۹ رقم ۳۶.....۹۰۵ طبع المکتب الاسلامی، بیروت)

7.4.3:۔حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

''جب رسول اللہ ﷺ سورت فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز کو بلند کرتے اور فرماتے: آمین''۔(صحیح ابن حبان رقم ۱۸۰۳)

جواب یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ جھوٹی ہے، کیونکہ:

1 اس کی سند میں اسحٰق بن ابراہیم بن العلا بن زبریق زبیدی الحمصیؒ واقع ہے۔امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں:''لیس بشیئ''۔امام نسائیؒ فرماتے ہیں:''لیس بثقةٍ''۔ محدث حمص امام محمد بن عوف طائیؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے(میزان الاعتدال ج۱ص۸۵)۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:''امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن عوف طائیؒ نے فرمایا: مَاأَشُکُّ أَنَّ اِسحٰقَ بنَ زَبرِیقَ یَکذِبُ ۔اسحٰق بن زبریقؒ کے جھوٹ بولنے میں مَیں (محمد بن عوف) شک نہیں رکھتا''یعنی اسحٰق بن زبریق کا جھوٹا ہونا یقینی ہے۔(تہذیب ج۱ص۲۱۶)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:''صدوقٌ،یَہِمُ کثیراً، وأطلقَ محمد بن عوفٍ أَنَّہٗ یَکذِبُ''۔(تقریب:۳۳۰)

ترجمہ اسحٰق بن زبریق سچا ہے مگر کثیر الاوہام ہے۔اور امام محمد بن عوف طائیؒ نے علی الاطلاق اس کو جھوٹا کہا ہے۔

☆ کثیر الاوہام راوی کی حدیث بھی ضعیف شمار کی جاتی ہے۔

(اصطلاحات المحدثین ص۱۶،۱۷)

حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نورالدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

''اسحٰق بن زبریقِ قلتُ:وتأتی أحادیثُ بمقلوبھا''۔

(مجمع الزوائد ج۱ص۱۸۱ طبع دکن)

ترجمہ اسحٰق بن زبریقؒ کے بارے میں مَیں (ہیثمی) کہتا ہوں کہ اس کی حدیثیں مقلوب (الٹی) ہوا کرتی ہیں یعنی صحیح حدیثوں کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن زبریق ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۴، ترجمہ عمرو بن الحارث الحمصی)

2 اس حدیث کی سند میں ابن زبریق کا استاذ عمرو بن الحارث الحمصیؒ واقع ہے جو کہ مجہول ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

عمرو بن الحارث الزبیدی الحمصیُّ، عن عبد اللّٰه بن سالم الأشعری فقط. وله نُسخةٌ تفرّدَ بالروایة عنه اسحٰق بن ابراهیم زِبْرِیْق، ومولاةٌ له فهو غیرُ معروف العدالة وزبریقٌ ضعیفٌ.

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۴)

ترجمہ عمرو بن الحارث الزبیدی الحمصیؒ نے صرف عبداللہ بن سالم الأشعریؒ سے روایت کیا ہے (اس کے علاوہ اور کوئی اس کا استاذ نہیں)۔ اور اس عمرو بن حارثؒ کے پاس اپنے استاذ سے مروی شدہ ایک نسخہ تھا۔ اس کا شاگرد اسحٰق بن ابراہیم بن زِبْرِیقؒ اور اس کی لونڈی تھی (جس کا نام علوہؒ تھا)۔ پس وہ عمرو بن الحارثؒ غیر معروف العدالت (یعنی مجہول) ہے اور ابن زبریقؒ ضعیف ہے۔

3 خود زبیر علی زئی فرماتے ہیں: ''تنبیہ: لیکن میری تحقیق یہی ہے کہ امام زہریؒ مدلس ہیں۔ لہٰذا یہ سند ضعیف ہے''۔ (القول المتین ص ۲۷)

4 اس حدیث کا مضمون ہمارے کچھ خلاف نہیں۔ رفع صوت سے آمین بالجہر متنازع ثابت نہیں ہوتی۔ ہم خود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تعلیماً آمین بالسرّ کو کبھی کبھی ذرا سانس کھینچ کے پڑھ دیتے تھے کہ آس پاس والے سن لیتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں: **یسمعَ من یلیه من الصف الأول.** (صف اول کے وہ لوگ جو آپ ﷺ کے آس پاس ہوتے، سن لیتے)، قید موجود ہے جس سے رفع صوت کی حد متعین ہوگئی ہے۔

7.4.4:۔ اثرِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کے کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو! میری آمین فوت نہ کر دینا''۔ (بخاری تعلیقاً)

جواب حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ومراد أبی هريرة ﷺ أن يؤمن مع الامام داخل الصلاة''۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۰ طبع دار السلام ریاض)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی مراد اس سے یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ نماز کے اندر داخل ہو کر آمین کہہ سکیں''۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے اثر سے صرف آمین کی فضیلت نکلتی ہے۔ امام بخاریؒ کے پیش کردہ الفاظ میں تو صرف اتنا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ امام کو آواز دے کر یہ فرماتے کہ دیکھو! اس کا خیال رکھنا کہ میری آمین نہ رہ جائے۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مروانؒ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کو مؤذن بنایا تھا۔ مروانؒ نماز شروع کرنے میں عجلت کرتا تھا تو حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے یہ شرط رکھی کہ دیکھیے! ایسا نہ ہو کہ میں آذان کہہ کر اترنے بھی نہ پاؤں اور آپ نماز شروع کر دیں اور میری آمین رہ جائے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۰ طبع دار السلام ریاض)

اسی طرح کی شرط حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے بحرین میں آذان کی خدمت قبول کرتے وقت رکھی تھی۔ بحرین میں حضرت علاء بن الحضرمی ﷺ امام تھے۔

(ابن ابی شیبہ رقم ۸۰۴۵؛ مصنف عبد الرزاق رقم ۲۶۳۷؛ طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۳۶۰؛ فتح الباری ج ۲ ص ۳۴۰)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی شرط سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ مقتدی ہونے کی حالت میں آمین کا اہتمام کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی دوسری روایت: اذا قال الامام: ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ''. فقولوا: ''آمين'' سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ امام کے ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْنَ'' پر پہنچنے سے آمین کے وقت کا تعین ہو، اور اسی وقت امام بھی آہستہ آمین کہے اور مقتدی بھی آہستہ آمین کہیں۔ (دیکھیے 4.1.1)

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ابو ہریرہ ﷺ ایک وقت میں مؤذن تھے، تو امام سے فرماتے تھے کہ دیکھنا! سورت فاتحہ اتنی جلدی ختم نہ کر دینا کہ میری آمین رہ جائے، کیونکہ مقتدی کی آمین کا امام اور فرشتوں کے ساتھ بیک وقت

ہونا مغفرتِ ذنوب کا موجب ہے، لیکن اس سے جہر کا اثبات نہیں ہوتا''۔

(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۲)

علامہ نیمویؒ فرماتے ہیں: عنوانِ بیان اور بعض روایاتِ بیہقی سے صاف ظاہر ہے کہ جب نماز قائم ہو جاتی تھی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو کسی وجہ سے شریک نماز ہونے میں کچھ توقف نظر آتا تھا اور ان کو یہ کھٹکا گزرتا تھا کہ کہیں امام سورت فاتحہ پڑھ کے اور آمین کہہ کے دوسری سورت شروع نہ کردے، تو میری آمین کہنے کا محل باقی نہ رہے گا۔ اس لیے وہ پہلے ہی کہہ دیا کرتے تھے کہ دیکھو! اس طرح پڑھو کہ ختم سورت فاتحہ کے قبل میں شریکِ نماز ہو جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ تم جھٹ پٹ نماز شروع کردو اور امّ القرآن پڑھ کے دوسری سورت پڑھنے لگو کہ میری آمین رہ جائے۔ اس اثر سے نفسِ آمین کی فضیلت اور تاکید نکلتی ہے۔ جہر آمین سے اس کو کچھ تعلق نہیں، نہ اخفاء آمین سے۔ (الحبل المتین ص ۳۵)

7.4.5:۔ حدیثِ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا أبو بكر أحمد بن سليمان الفقيه ببغداد، ثنا الحسن بن مكرم البزار، ثنا روح بن عبادة، ثنا شعبةُ، وأخبرني عبد الرحمٰن بن الحسن القاضي بهمدان، ثنا ابراهيم بن الحسين بن ديزديل، ثنا آدم بن أبي اياس، ثنا شعبة، عن عاصم بن سليمان: أن أبا عثمان النهدى حدَّثه عن بلالٍؓ: أن رسولَ الله ﷺ قال: ''لا تَسْبِقْنِيْ بِآمِيْنَ''.

(وقال الحاكم: هٰذا حديث صحيح علىٰ شرط الشيخين ولم يخرجاه. مستدركِ حاکم ج ۱ ص ۸۷۴ رقم ۸۲۸ طبع دار المعرفۃ، بیروت؛ ووافقه الذهبی، مستدركِ حاکم ج ۱ ص ۲۱۹ طبع دکن)

ترجمہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو''۔

سنن بیہقی میں یہ روایت اس طرح ہے:

عن أبی عثمان، عن بلال: أنَّ رَسُولَ اللّٰہ ﷺ قال: ''لا تَسْبِقْنِی بِآمِینَ''. (سننِ بیہقی ج ۲ ص ۲۲، ۲۳، ۵۶ طبع ملتان)

ترجمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو''۔

حضرت عاصم احولؒ سے یہ حدیث ان کے شاگرد امام شعبہؒ، امام محمد بن فضیلؒ اور امام عباد بن عبادؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ امام بیہقیؒ اور ان کے شیخ بھی اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ سنن بیہقی میں ہے:

فَرَجَعَ الحَدِيثُ الٰی أَنَّ بِلالاً کأنہ کان یُؤَمِّنُ قبلَ تَأْمِینِ النبی ﷺ فقال: ''لا تَسْبِقْنِی بِآمِینَ''. (سننِ بیہقی ج ۲ ص ۲۳)

ترجمہ پس حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ گویا حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے پہلے آمین کہتے تھے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو''۔

حضرت امام بیہقیؒ مزید فرماتے ہیں:

قال الشیخ: فَکَأَنَّ بِلالاً کان یُؤَمِّنُ قبلَ تَأْمِینِ النبی ﷺ فقال: ''لا تُسْبِقْنِی بِآمِینَ کما قال: اِذَا أَمَّنَ الامَامُ فَأَمِّنُوا''. (سننِ بیہقی ج ۲ ص ۵۶)

جناب نور حسین گرجاکھیؒ غیر مقلد اپنے رسالہ میں یہ حوالہ بیان کرتے ہوئے ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آمین کہنے میں جلدی کرتے تھے تو حضرت ﷺ نے فرمایا: مجھ سے پہلے مت کہا کرو۔ جب میں آمین کہوں تو بعد میں کہا کرو جیسا کہ میں نے پہلے حکم دیا ہوا ہے کہ جب امام'' وَلاَ الضَّآلِّیْنَ '' کہے تو پھر تم کہا کرو'' بلفظہٖ. (اثبات آمین بالجہر ص ۱۳)

قارئین کرام! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے پہلے آمین کہنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آمین پہلے کہہ دیا کرتے ہیں۔ شاید حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہر سے کہتے ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن بیہقی (ج ۲ ص ۲۲) میں ہے:

أنه سأل النبی ﷺ فقال: "لا تَسبِقُنِی بِآمِینَ".

ترجمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا (کہ میں آمین پہلے کہتا ہوں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے بلال! مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو"۔

لہٰذا یہ حدیث اخفاء آمین کی قوی دلیل ہے۔ اس سے جہر آمین ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہی معنیٰ ہے اس حدیث کا جو سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے:

عن بلالٍ قال: یارسولَ اللّٰه ﷺ! "لا تَسبِقُنِی بِآمِینَ".

(ابوداؤد رقم ۹۳۷؛ ابن ابی شیبہ رقم ۸۰۴۰؛ مسند احمد رقم ۲۴۳۸۰، ۲۴۴۱۷؛ صحیح ابن خزیمہ رقم ۵۷۳۔ قال ابن حجر: رجاله ثقات. ورجح الدارقطنی المرسل. قال الألبانی: ضعیف)

ترجمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے آمین کہنے میں پیچھے نہ چھوڑیئے"۔

اگر اس سے جہرِ آمین کے معنیٰ کشید کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا أَمَّـنَ اِلامَامُ فَأَمِّنُوا" اور "اذا قال الامام "غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" فقولوا آمین"۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے "اذا قال الامام "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ" سنتے، تو آمین کیوں نہ کہتے؟ اور کیوں کھڑے رہتے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟۔ لہٰذا اس روایت کے بھی وہی معنیٰ ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بیہقیؒ نے سننِ بیہقی (ج ۲ ص ۲۲، ۲۳، ۵۶) میں دونوں طریق سے روایت کیا ہے۔ یہاں اس جانب توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ امام بیہقیؒ نے اس روایت کو اس طریق سے بیان کیا ہے:

البیهقی عن الحاکم، عن القطیعی، عن عبد اللّٰه بن الامام أحمد، عن أبیه، عن محمد بن فضیل، عن عاصم، عن أبی عثمان، عن بلالٍ: أنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ قال: "لا تَسبِقُنِی بِآمِینَ".

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲، ۲۳، ۵۶)

سنن بیہقی میں دونوں جگہ ایسا ہی روایت کیا ہے ۔اور ''المہذب للذہبی'' (ج ۱ ص ۲۷۶:۴۰۷۰) میں بھی ایسا ہی ہے۔ باوجود اس کے مسند احمد (رقم ۲۴۳۸۰) میں اسی سند سے بیان ہوا ہے:

عن بلالٍ قال: یارسولَ اللّٰہ ﷺ! ''لا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْنَ''.

تو حضرت امام بیہقیؒ نے دونوں روایات کو بیان فرما کر ان میں بہت اچھی تطبیق دی ہے۔

علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ فرماتے ہیں:

عن بلالٍ أَنَّهُ قال: یارسولَ اللّٰہ! ''لا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْنَ''.

(ابوداؤد رقم ۹۳۷)

ترجمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھ سے پیشتر آپ ﷺ آمین نہ کہیے۔ میں (نیموی) کہتا ہوں: اس سے جہر آمین ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کبھی شریکِ نماز ہونے میں کچھ توقف نظر آیا ہوگا۔ تو اس خیال سے کہ کہیں حضور ﷺ سورت فاتحہ پڑھ کے آمین کہہ کے دوسری سورت شروع نہ کردیں، تو میری آمین کا محل فوت ہو جائے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے یہ درخواست کی ہوگی کہ آپ ﷺ اس طرح نماز ادا کیجیے کہ قبل ختم سورت فاتحہ میں داخلِ صف ہو جاؤں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کی آمین میرے شریک ہونے کے پہلے ہی ادا ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس مضمون کو آمین بالجہر یا آمین بالسرّ سے کچھ علاقہ نہیں۔ اور بعضوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ اگر زور سے آمین نہیں کہتے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کیونکر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آمین کہتے ہیں، یہ باطل ہے کیونکہ حضور ﷺ کا بعد ''وَلاَ الضَّآلِّیْن'' لوگوں کو آمین کہنے کی ترغیب دینا۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ اور خود آپ ﷺ کا بعض اوقات اس طرح آمین کہنا کہ آس پاس والے سن لیتے تھے، حدیثوں سے ثابت ہے۔ تو اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو باوجود تامین بالسرّ معلوم ہو کہ حضور ﷺ آمین کہا کرتے ہیں، تو کیا جائے استبعاد ہے؟ علم کے

لیے کچھ جہر لازم نہیں۔ (الحبل المتین ص ۴۶)

علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''حاکمؒ نے اگرچہ اس حدیث کی صحت کا یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ اس کو ''علی شرط الشیخین'' قرار دیا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ حدیث بوجہ اضطراب فی المتن معلول وضعیف ہے کیونکہ عاصمؒ کے کئی تلامذہ اس کا برعکس روایت کرتے ہیں یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''لا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْنَ'' (ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، مسند احمد)۔ اور یہ حدیث جو بتوسط سلمان رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ اس میں یہی مضمون ہے۔ طبرانیؒ نے معجم کبیر میں روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا محمد بن العباس الأخرم الأصبهاني، ثنا أحمد بن يحيىٰ الصوفي، ثنا سعيد بن عمرو الأشعثي، حدثنا سفيان بن عيينة، عن سليمان التيمي، عن أبي عثمان، عن سلمان، أن بلالاً قال للنبي صلی اللہ علیہ وسلم: ''لا تَسْبِقْنِيْ بِآمِيْنَ''.

بلکہ خود شعبہؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مسند احمد (رقم ۲۴۴۱۷) میں ہے:

حَدَّثَنَا محمد بن جعفرٍ، حدثنا شعبةُ، عن عاصم الأحول (قال شعبةُ: كتب ''إِلَيَّ'')، عن أبي عثمان، قال: قال بلالٌ للنبي صلی اللہ علیہ وسلم: ''لا تَسْبِقْنِيْ بِآمِيْنَ''۔

پس حاکمؒ کی حدیث بوجہ اضطراب ضعیف ثابت ہوگئی۔ رہی یہ بات کہ اصل میں کس طرح مروی ہے۔ تو اگرچہ حاکمؒ کی روایت کی متابعت طبرانی وغیرہ میں موجود ہے مگر بوجہ کثرتِ طُرُق یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: ''لا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْنَ''. ''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آمین پر سبقت نہ کر جایئے''۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے آمین کہنے سے منع کریں اور اس کی خواہش کریں کہ میں پہلے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آمین کہوں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ میری آمین فوت ہو جائے کیونکہ محل آمین بعد ختمِ سورت فاتحہ ہے۔ پس اگر کوئی شخص قبل سورت

فاتحہ داخل نماز نہ ہوگا تو اس کی آمین فوت ہو جائے گی۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کبھی داخل نماز ہونے میں توقف نظر آیا ہوگا۔ انہوں نے کہا ہوگا کہ یارسول اللہ! اس طرح پڑھیے کہ میں قبل سورت فاتحہ داخلِ نماز ہو جاؤں۔ایسا نہ ہو کہ میں ہنوز شریک نہ ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبقت کر جائیں۔اور میری آمین فوت ہو جائے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایسا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول: "لا تفتنی بآمین" ہے۔
(الحبل المتین ص ۶۰، ۶۱)

7.4.6:۔حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" پڑھا پھر کہا: "آمین" اور اپنی آواز کو اس کے ساتھ کھینچا۔(ترمذی رقم ۲۴۸)

جواب یہ حدیث اخفاء آمین کی دلیل ہے جیسا کہ باب نمبر 5 میں اس کی مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

۱ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین بالجہر کہنا عارضی اور تعلیم کے لیے تھا جیسا کہ ابوالبشر دولابیؒ نے کتاب "الاسماء والکنٰی" میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ: أَنْبَأَ يَحْيَى بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَكَنٍ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ الثَّقَفِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيَّ يَقُولُ: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ حَتّٰى رَأَيْتُ خَدَّهُ مِنْ هٰذَا الْجَانِبِ وَمِنْ هٰذَا الْجَانِبِ. وَقَرَأَ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" (الفاتحة:۷). فَقَالَ: آمِينَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ. مَا أَرَاهُ إِلَّا يُعَلِّمُنَا.

(الكنى والأسماء، ج۲ص۶۱۰رقم۱۰۹۰.المؤلف: أبو بِشْر محمد بن أحمد بن حماد بن سعيد بن مسلم الأنصارى الدولابى الرازى (المتوفى ۳۱۰ھ). المحقق: أبو قتيبة نظر محمد الفاريابى. الناشر: دار ابن حزم، بيروت، لبنان. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۱ھ)

ترجمہ حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے رخسار مبارک کو دائیں جانب اور بائیں جانب مڑتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ ﷺ نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' کے بعد کھینچ کر آمین کہی۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ کا کھینچ کر آمین کہنا ہماری تعلیم کے لیے تھا''۔

۲ حضرت علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مضطرب ہے۔ اضطراب کی دلیل یہ ہے کہ اس میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے ''أَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ'' اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ''رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ'' روایت کیا ہے۔ واقعہ ایک ہی ہے اور دونوں راویوں کا بیان متعارض ہے۔ لہٰذا یہ حدیث خفض ورفع میں مضطرب ہوگئی۔ دونوں میں توفیق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہ نہ کہا جائے کہ رفع سے مراد ''رفع یسیر'' ہے جسے حضور ﷺ کے پاس والوں نے سن لیا مگر خفض سے مراد یہ ہے کہ آمین کو تکبیر اور تسمیع کی مانند بالجہر نہیں کہا گیا تھا۔ اور کچھ بھی ہو بظاہر اس کی دلالت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ کوئی اور کلمہ نہیں ملایا تھا اور اسے صرف ایک بار ہی کہا تھا۔ طبرانی رحمہ اللہ نے ''معجم کبیر'' میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں داخل ہوتے دیکھا۔ پس جب آپ ﷺ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوئے تو تین بار آمین کہا۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے ''مجمع الزوائد'' میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ طبرانی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' کے بعد حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''رَبِّ اغْفِرْ لِیْ آمِیْنَ''۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں احمد بن عبد الجبار رحمہ اللہ العطاردی ہے۔ جس کے متعلق مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا کہ دارقطنی نے اس کی توثیق کی۔ ابو کریب رحمہ اللہ نے اس کی تعریف بیان کی۔ ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا مگر ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں طبرانی کی اس حدیث کی سند کو لا بأس بہ کہا ہے۔ میں کہتا ہوں: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ

اضطرابات واختلافات اس کے مضطرب ہونے کی واضح دلیل ہیں۔امام بخاریؒ نے آمین بالجہر کے اثبات کی حرص کے باوجود شاید اسی لیے، اوران کے شاگرد اور ساتھی امام مسلمؒ نے بھی اسی اضطراب کے باعث اس حدیثِ وائل رضی اللہ عنہ کی روایت درج نہیں کی۔(التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن ص ۱۳۹)

۳ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اضطراب ہے۔ غالباً اسی وجہ سے امام بخاریؒ اس کو اپنی صحیح میں نہیں لائے، حالانکہ وہ اثباتِ جہرِ آمین کے لیے نہایت حریص تھے اور امام مسلمؒ نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔تاہم حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں سنتِ آمین سکھانے کے لیے جہر کیا ہوگا (أخرجه ابوبشر الدولابی فی کتاب الاسماء والکنٰی ج ۱ ص ۱۹۷)۔انوار المحمود (ج ۱ ص ۳۲۰) میں رجال کی بحث بھی قابلِ مطالعہ ہے۔(انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۴۵)

۴ جہر عارض کی کئی مثالیں موجود ہیں۔علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْجَهْرُ الْعَارِضُ، فَمِثْلُ مَا فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ كَانَ يَجْهَرُ بِالْآيَةِ أَحْيَانًا وَمِثْلُ جَهْرِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ خَلْفَهُ بِقَوْلِهِ: "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ". وَمِثْلُ جَهْرِ عُمَرَ بِقَوْلِهِ: سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰى جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُکَ. وَمِثْلُ جَهْرِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ بِالِاسْتِعَاذَةِ وَمِثْلُ جَهْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنَازَةِ لِيَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ. وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ جَهْرُ مَنْ جَهَرَ بِهَا مِنَ الصَّحَابَةِ كَانَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ لِيَعْرِفُوا أَنَّ قِرَاءَتَهَا سُنَّةٌ؛ لَا لِأَنَّ الْجَهْرَ بِهَا سُنَّةٌ.

(مجموع الفتاوی ج ۲۲ ص ۴۲۱۔المؤلف: تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة الحرانی (المتوفی ۷۲۸ھ)۔المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم۔الناشر: مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف، المدینة النبویة، المملکة العربیة السعودیة۔عام النشر ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ جہر عارض کی مثالوں میں سے چند یہ ہیں: حضور ﷺ کا بسا اوقات سری نمازوں میں جہراً پڑھنا، آپ ﷺ کی اقتداء میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اونچی آواز سے "ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه" پڑھنا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز میں اونچی آواز سے "سبحانک اللّٰهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک ولاالٰه غیرک" پڑھنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اونچی آواز سے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ میں اونچی آواز سے قراءت کرنا تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ بھی سنت ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کے متعلق کہا جائے گا کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہراً بسم اللہ پڑھی ہے ان کا مقصد لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ بسم اللہ جہراً پڑھنا سنت ہے۔

7.4.7:۔حدیث ام الحصین رضی اللہ عنہا

۱ "میں نے نبی کریم ﷺ کو مالک یوم الدین پڑھتے ہوئے سنا۔ پس آپ ﷺ نے قراءت کی حتیٰ کہ "ولا الضالین" پر پہنچ گئے، (تو) کہا: آمین"۔
(معجم ابی یعلی رقم ۳۱۴۳؛ القول المتین ص۴۲)

جواب جناب زبیر علی زئی صاحب نے جو حدیث کا متن پیش کیا ہے، اس سے جہر آمین ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ "قول" کے لفظ سے جہر ثابت نہیں ہوسکتا جیسا کہ کئی دفعہ بیان ہوچکا ہے۔ سننے کا تعلق تو صرف سورت فاتحہ سے ہے۔ آمین سے نہیں بلکہ آمین کہنے کا ذکر ہے۔

۲ حضرت امّ الحصینؓ کی دوسری روایت جو طبرانی کبیر میں ہے۔ اس میں ہے کہ میں عورتوں کی صف میں آپ ﷺ کی آواز سن لیتی تھی۔ (فتویٰ آمین بالجہر ص۱۶)

1 علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه اسمٰعیل بنُ مسلم المکی وهو ضعیف.

(مجمع الزوائد رقم ۲۶۶۹)

ترجمہ اس کو طبرانیؒ نے ''معجم کبیر'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم مکیؒ ہے جو ضعیف ہے۔

اسمٰعیل بن مسلم مکیؒ کے ضعف کے مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں:

مجمع الزوائد ج۱ص۲۶۴، ۲۸۱، ۲۸۵؛ ج۲ص۸، ۷۸، ۹۲، ۱۸۰؛ ج۳ص۱۴۸؛ ج۴ص۵۷، ۸۱، ۱۰۸، ۱۷۶؛ سنن ترمذی ج۱ص۳۲، ۱۰۷، ۱۶۸؛ ج۲ص۱، ۶۵؛ الترغیب و الترہیب ج۳ص۲۰۵ طبع بابی حلبی؛ تہذیب التہذیب ج۱ص۳۳۲؛ **تذکرۃ الحفاظ (أطراف أحادیث کتاب المجروحین لابن حبان)** ص۱۷۶، ۴۳۴، ۴۳۶؛ میزان الاعتدال ج۱ص۱۱۵، ۱۱۶؛ تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۷۵؛ تقریب لابن حجر ص۲۶؛ تلخیص الحبیر (ذیل شرح مہذب) ج۱ص۲۵۵، ج۴ص۱۶۹، ۲۲۸

2 اس روایت میں مجہول راوی بھی ہے۔ حضرت ام الحصینؓ سے اس کا لڑکا ابن ام الحصینؒ روایت کرتا ہے، جو مجہول ہے۔

3 اسمٰعیل بن مسلمؒ یہ روایت ابواسحٰق سبیعیؒ سے روایت کرتا ہے۔ ابواسحٰقؒ آخری عمر میں مختلط الحدیث ہوگئے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اسمٰعیل بن مسلمؒ نے کس حالت میں سنا۔

4 ابواسحٰقؒ مدلّس تھے۔ یہ روایت انہوں نے ابنؒ امّ الحصینؓ سے ''عن'' سے روایت کی ہے۔

5 اس روایت کا حدیث ابوہریرہؓ بطریق بشر بن رافع الحارثیؒ والی روایت سے تعارض ہے۔ جس میں ہے کہ ''صف اول کے وہ لوگ جو آپ ﷺ کے آس پاس ہوتے، سن لیتے''۔ اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ اتنی زور سے آمین کہتے کہ میں (ام الحصینؓ) عورتوں کی صف میں سن لیتی۔

7.5:۔ غیر مقلدین کا آخری حربہ: حسدِ یہود

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

''غیر مقلدوں کا جب چاروں طرف سے ناک میں دم ہوجاتا ہے، مسند اجتہاد سنسان

ہو جاتی ہے تو پھر گالیوں پر اتر آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ جو آمین بالجہر نہیں کہتا وہ یہودی ہے، یہودی آمین بالجہر سے جلتے ہیں، حسد کرتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح پہلی باتیں جھوٹ ہیں۔ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ اولاً تو ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح ہی نہیں ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۴۹)

7.5.1:۔حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

1 ابن ماجہ (رقم ۸۵۷) میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں طلحہ بن عمرو بن عثمان الحضرمی المکیؒ ہے جو باتفاق محدثین کرامؒ سخت ضعیف ومتروک الحدیث ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۳؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۹)

2 حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: وفی اسناده طلحة بن عمرو وهو ضعيف.

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۴)

3 علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: أخرج ابن ماجه بسند ضعيف.

(تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۴۰)

4 حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: الحضرمی المکی مَتْرُوكُ الحديث من السابعة (تقریب)۔

5 ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسیؒ الظاہری (المتوفی ۵۰۷ھ) طلحہ بن عمروؒ کو کذابوں یعنی جھوٹے راویوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں۔ نیز وہ فرماتے ہیں:

وَطَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو لَيْسَ بِشَيْءٍ.

(تذكرة الحفاظ (أطراف أحاديث كتاب المجروحين لابن حبان) ص ۲۰۲، ۲۱۷)

6 علامہ شوکانیؒ غیر مقلد اسی حدیث کے جواب میں فرماتے ہیں: وقد تكلم فيه غير واحد من أهل العلم. (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۲)

ترجمہ بے شمار محدثین کرامؒ نے اس میں کلام کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

7 مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو "ضعیف جداً" کہا ہے (ضعیف ابن ماجہ (رقم ۱۸۳.........۸۵۷)

8 حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح بھی کہا ہے اور ساتھ ہی کہا ہے۔ اس کی سند طلحہ بن عمروؒ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے

(تسہیل الوصول الیٰ تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۱۶۵)۔ این چہ بوالعجبی!

7.5.2:۔ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ حدیث کسی بھی سند سے صحیح نہیں ہے۔

1 "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہود نے تمہارے ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین پر حسد کیا"۔ (ابن ماجہ رقم ۸۵۶)

جواب

۱ ابن ماجہ کی سند میں سہیل بن ابی صالح ذکوان السمان ابو یزید مدنیؒ ہے۔ جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"صدوق، تغَيَّرَ حِفْظُهُ بِآخِرِهِ" (تقریب: ۲۶۷۵)۔

ترجمہ سچا ہے۔ اس کا آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا"۔

یہ راوی متوفی ۱۳۸ھ ہے اور اس کا شاگرد حماد بن سلمہؒ متوفی ۱۶۷ھ قدیم السماع نہیں ہے۔

۲ حماد بن سلمہؒ کا حافظہ بھی آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "تَغَيَّرَ حِفْظُهُ بِآخِرِهِ" (تقریب: ۱۳۹۹)۔ اس کا شاگرد عبد الصمد بن عبد الوارثؒ (المتوفی ۲۰۷ھ) قدیم السماع نہیں ہے۔ محدثین کرامؒ کا ضابطہ ہے کہ جو راوی آخری عمر میں متغیر الحافظہ ہو جائے اس کا شاگرد اگر قدیم السماع ہو یعنی حالتِ تغیر سے پہلے سنا ہو، تو وہ روایت صحیح ہے۔ اگر قدیم السماع نہ ہو تو وہ روایت ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ أَضْعَفُ یعنی بہت ہی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس میں دو راوی یکے بعد دیگرے اس قسم کے متغیر الحافظہ موجود ہیں۔

2 مسند احمد (رقم ۲۵۵۴۳) میں حضرت عائشہؓ سے جو روایت مروی ہے۔ اس کی سند میں امام احمدؒ کا شیخ علی بن عاصم ہے۔ وہ بہت ہی ضعیف ہے۔ علامہ ہیثمیؒ اس روایت کو نقل کر کے اس راوی کو کثیر الغلط والخطاء لکھتے ہیں:

رواه احمد، وفيه علي بن عاصم شيخ أحمد، وقد تكلم فيه بسبب كثرة الغلط والخطأ. (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۹۱ رقم ۱۹۷۹)

خود زبیر علی زئی بھی تسلیم کرتے ہیں: علی بن عاصمؒ مختلف فیہ راوی ہے۔ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا۔
(القول المتین ص ۵۷)

حدیث عائشہؓ میں آمین کے ساتھ سلام اور ''ربنالک الحمد'' کا بھی ذکر ہے۔
(بیہقی سنن کبری ج ۲ ص ۵٦ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

بلکہ قبلہ کا بھی ذکر ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۱ رقم ۱۹۷۹؛ ج ۲ ص ۲۳۷ رقم ۲٦٦۲)

تو غیر مقلدین جو سلام اور ربنالک الحمد بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم دو تہائی (2/3) یہودی تو ہو گئے اور اگر اکیلے نماز پڑھیں تو پھر تو آمین بھی آہستہ کہتے ہیں۔ تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ رہا۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۴۹)

اس روایت کا جہرِ آمین یا اخفاء آمین سے کوئی تعلق نہیں اور یہودی جہر آمین سے نہیں بلکہ مطلق آمین سے جلتے تھے، چاہے وہ جہراً کہی جائے یا پوشیدہ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''ربنالک الحمد'' پر بھی یہودی حسد کرتے تھے حالانکہ ''ربنالک الحمد'' جہر سے نہیں پڑھا جاتا۔ اگر اخفاء آمین جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اس پر عمل کرنے والوں کو غیر مقلدین یہودی کہتے ہیں تو چند سوالات کا جواب دینا ضروری ہے:

1 کیا یہودی اخفاء آمین کے قائل تھے؟

2 کیا بطور تعلیم آمین بالجہر کو یہودی جائز قرار دیتے تھے؟ جب کہ ہمارے ہاں بعض اوقات جب تعلیم کے لیے ہو، جائز ہے۔

3 ظہر اور عصر کی نمازوں میں غیر مقلدین جہراً آمین کیا اس وجہ سے نہیں کرتے کہ یہودی

آمین سے جلتے ہیں؟

4 نماز عشاء کی آخری دو رکعتوں اور نماز مغرب کی آخری رکعت میں غیر مقلدین آمین بالجہر نہیں کرتے۔کیا اس لیے نہیں کرتے کہ جہراً آمین سے یہودی چڑتے ہیں؟

5 نواب صدیق حسن خان غیر مقلد دونوں جانب سے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے اخفاء آمین کو جائز قرار دیتے ہیں۔(نزل الابرار ص ۱۴۷)

مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: ''اور اگر کوئی آہستہ بھی کہہ لے، تو خیر، اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے''۔(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۲۸)

کیا اس سے آپ کے ان بزرگوں نے یہودیوں کی ہم نوائی تو نہیں کی؟

6 جن محدثین کرامؒ نے اخفاء آمین کی روایات کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور جن محدثین کرامؒ نے ان حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے۔کیا وہ آپ کے نزدیک یہودی ہوئے یا نہ؟

7 حضرت امام ابوحنیفہؒ و جملہ احناف، حضرت امام مالکؒ و مالکیہؒ، حضرت امام شافعیؒ اور بعض شوافع، امام سفیان ثوریؒ، حضرت مجاہد تابعیؒ، امام شعبیؒ تابعی، ابراہیم نخعیؒ تابعی اور جمہور تابعینؒ اور جمہور صحابہ کرام ﷺ، جیسا کہ امام ابن جریر طبریؒ نے روایات سے ثابت کیا ہے اور عمل بھی اخفاء آمین پر کیا ہے۔آپ کے نزدیک یہ سب حضرات کون ہوں گے؟ معاذ اللہ تعالیٰ!

8 حضرت سفیان ثوریؒ اخفاء آمین پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے فتویٰ کی زد میں آتے ہیں۔تو ان کی روایت سے جہر آمین کے بارے میں احتجاج کرنا صحیح ہوگا؟ کیا یہودی کی کسی روایت سے آپ استدلال کرتے ہیں؟

9 مسلمانوں کو یہودی کہنے کو آپ گناہ نہیں سمجھتے؟ اسلام کی تعلیم سے آپ کو یہ اجازت ملتی ہے؟ حالانکہ ترمذی (ابواب الحدود ص ۲۳۱) میں مسلمان کو یہودی کہنے کی سزا مذکور ہے۔(اظہار التحسین ص ۱۶۶، ۱۶۷)

تنبیہ ترمذی (رقم ۱۴۶۲) کی روایت میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: يَا يَهُودِيُّ، فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَإِذَا قَالَ: يَا مُخَنَّثُ، فَاضْرِبُوهُ عِشْرِينَ، وَمَنْ وَقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوهُ".

(ترمذی کتاب الحدود، ص۶۱۴ رقم ۱۴۶۲ طبع دارالمعرفہ، بیروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب ایک شخص دوسرے سے کہے: اے یہودی! تو اسے بیس کوڑے مارو۔ اور جب کوئی شخص دوسرے سے کہے: اے مخنث! تو اسے بھی بیس کوڑے مارو۔ اور جب کوئی شخص کسی محرم عورت کے ساتھ زنا کرے تو اسے قتل کردو"۔

7.5.3:۔حدیث معاذ بن جبل ﷛

حضرت معاذ بن جبل ﷛ کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے: سلام کا جواب دینا، صفوں کا قائم کرنا اور ان کا فرض نمازوں میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔ (طبرانی)

زبیر علی زئی غیر مقلد خود ہی فرماتے ہیں: تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

(القول المتین ص ۵۸، ۵۹)

7.5.4:۔حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا فرمان

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وليعلم!أن احاديث حسد اليهود على التأمين أحاديث متعدد بألفاظ متنوعة، (ص۱۰۵، ص۸۷:ج۴ وص۹۷:ج۴ وص۱۱۳:ج۴ "کنز" وص۲۸ وص۲۹). ليس حديثاً واحداً. وقدسقط من بعضها ما قد ذكر في الآخر. وقد وقع في بعض الفاظها ترتيب شئ على غير سببه. والا فأين كانت اليهود يتناوبون المسلمين في الصلوات الليلية؟ وهي الجهرية. والمنافقون الذين كانوا يريدون كتمان حالهم على المسلمين كان

أثقل الصلوات عليهم صلوٰة الفجر، والعشاء، فكيف باليهود؟ وهٰذا الذى أشكل على الحافظ، حتى حكم على لفظ وعلى قولنا خلف الامام بآمين بتفرد الراوى فيه، كما ذكره فى "شرح المواهب" فان كان سقط شئ من الراوى، ووقع ترتيب شئ على غير سببه فذاك، والا فهو من ذكر محل من جنس ما يحسدونه، لا أنه هو المحسود عليه. وقد يقع ذٰلك فى الأحاديث، كما وقع فى التأمين من وجه آخر. فجاء بلفظ: "اذا أَمَّنَ الامامُ فأَمِّنُوا"، وبلفظ: "اذا أَمَّن القارئُ". وبينهما فرق. فلم يقدر البخارى على التعيين. ووضع التراجم على كل احتمال من الصلوٰة والدعوات.

(کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر ص ۱۷۵، ۱۷۶)

ترجمہ یہ بات جان لینی چاہیے کہ آمین پر یہود کے حسد کے متعلق متعدد احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں۔ جیسا کہ کنز العمال (ص ۱۰۵، ص ۸۷: ۴ وص ۹۷: ۴ وص ۱۱۳: ۴ "کنز" وص ۲۸ وص ۲۹) میں ہے۔ یہ ایک ہی حدیث نہیں ہے۔ بعض احادیث میں بعض الفاظ کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں بعض الفاظ ساقط ہیں۔ بعض احادیث میں الفاظ کی ترتیب بھی بغیر کسی سبب کے واقع ہوئی ہے۔ ورنہ کہاں یہود، رات کی جہری نمازوں میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ منافقین بھی اپنا حال مسلمانوں پر چھپاتے تھے۔ ان پر فجر اور عشاء کی نماز بڑی بھاری ہوتی تھی، تو یہود پر کیسی (مشکل) ہوگی؟ یہی چیز حافظ ابن حجرؒ پر مشکل ہوگئی یہاں تک کہ حافظ صاحبؒ نے حدیث کے الفاظ "علی قولنا خلف الامام" پر راوی کے تفرد کا حکم لگا دیا جیسا کہ حافظ صاحبؒ نے "شرح المواہب" میں ذکر کیا ہے۔ اگر راوی سے بعض الفاظ ساقط ہوگئے ہیں اور بغیر کسی سبب کے ترتیب میں تغیر واقع ہوگیا ہے، تو پھر ایسا ہی ہے، ورنہ وہ محسود لہ یعنی آمین جو حسد کا محل ہے، نہ کہ محسود علیہ میں حسد کرتے تھے۔ ایسا بہت سی احادیث میں ہوا ہے۔ جیسا کہ آمین کی روایات میں ایک دوسرے طریقے سے یہ بات آئی ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "اذا أَمَّنَ الامامُ

فَأَمِّنُوا“ ۔(اس کو کتاب الصلوٰۃ میں لائے ہیں)اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:
”اذا أَمَّنَ القارئُ فأَمِّنُوا“ (جس کو امام بخاری کتاب الدعوات میں لائے ہیں)۔
امام بخاریؒ ان دونوں کے ایک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ان دونوں کے تراجم علیحدہ علیحدہ کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الدعوات میں لائے ہیں (حالانکہ یہ دونوں سنداً ومتناً ایک ہی ہیں)۔

7.5.5:۔حضرت مولانا محمد ظہیر احسن شوق نیمویؒ کا فرمان

ان حدیثوں کا مضمون وہ ہمارے کچھ خلاف نہیں۔ ان سے نفسِ آمین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ان سے جہر آمین کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ اہلِ کتاب اور اہل اسلام دونوں میں بہت کچھ آمدورفت تھی۔ ایک دوسرے کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔مسلمانوں نے فخراً یا ان کو چڑانے کو کہا ہوگا کہ ہم لوگ سورت فاتحہ کے بعد آمین بھی کہتے ہیں۔چونکہ آمین ایک متبرک کلمہ ہے اور سورت فاتحہ میں ”مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ“ سے یہود مراد ہیں۔یہود کو حسد وبغض پیدا ہوا ہوگا۔جب حضور ﷺ کو یہ خبر ملی ہوگی کہ یہود اس کلمے سے حسد کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوگی اور مسلمانوں کو کثرت سے آمین کہنے کی تحریک کی ہوگی۔المختصر!علم کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ یہود مسلمانوں کو اپنے کانوں سے آمین کہتے ہوئے سنیں۔ کما لا يخفى على من له أدنى مسكة في الفهم والدراية.

(الحبل المتین ص ۵۷)

7.5.6:۔حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا فرمان

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:
”اصل بات یہ ہے کہ حسد کے لئے صرف علم ضروری ہے جہر ضروری نہیں۔ ربنا لک الحمد آہستہ کہا جاتا ہے مگر یہود کو علم ہے تو حسد کرتے ہیں۔دیکھو ہم اہل سنت والجماعت آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں تو غیر مقلدین یہودیوں سے بھی

زیادہ جلتے ہیں کیونکہ یہودیوں نے نہ کبھی آمین کہنے والوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا، نہ ان کے خلاف رسالے لکھے، نہ ان کی مسجدوں میں فتنہ برپا کیا۔اس کے برعکس حنفی جب آمین آہستہ کہتے ہیں تو دیکھو غیر مقلدوں کو کتنا حسد ہوتا ہے۔تقریریں کرتے ہیں، رسالے لکھتے ہیں، گالم گلوچ اور دنگا فساد پر اتر آتے ہیں۔

7.5.7:۔حسد کے معنی

حسد کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ محسود جس سے حسد کیا جائے اس میں کوئی ایسا کمال ہو جو حاسد میں نہ ہو اس لئے حاسد کی قسمت میں صرف جلنا ہی رہ جاتا ہے اور بس۔اور حسد کے آثار یہ ہیں کہ محسود کے خلاف پروپیگنڈہ کرے، گالم گلوچ پر اتر آئے۔
اب بتایئے کہ آمین بالجہر میں کون سی خوبی اور کمال یا زیادہ ثواب ہے کہ حنفی غیر مقلدوں پر حسد کریں یا تو وہ ثابت کر دیتے کہ آمین بالجہر پر رسول اللہ ﷺ نے مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔اب وہ ثواب حنفیوں کو نصیب نہیں ہوتا اس لئے ہم پر جلتے ہیں۔
جب وہ جہر ثابت نہ کر سکے تو اب حنفیوں کو حسد کرنے کی کیا ضرورت؟ ہاں البتہ احناف جو آمین آہستہ کہتے ہیں۔اس میں ان کو فرشتوں کی موافقت نصیب ہوتی ہے اور اس پر مزید ثواب کا وعدہ بھی ہے کہ سب پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور قرآن پاک پر آہستہ دعا کرنے والوں پر رحمت کا تذکرہ ملتا ہے اور ایک روایت سے اس کا ثواب ستر گنا زیادہ ثابت ہوتا ہے۔پھر خلفاء راشدین ﷺ کی موافقت کا اجر بھی مزید ہے تو احناف کی آمین پر حسد کیا جا سکتا ہے۔
یہودی بھی اگر حسد کریں گے تو حنفیوں کی آمین پر کہ صرف زبان ہلانے سے فرشتوں کی موافقت، نبی کی موافقت، گناہوں کی معافی، خدا کی رحمت، اور ستر گنا ثواب ان کو مل رہا ہے چنانچہ سلام اور **ربنا لک الحمد** پر بھی ان کا حسد ہے حالانکہ سب آہستہ کہتے ہیں۔
غیر مقلدوں کی آمین پر یہودی کیا حسد کریں گے جو ستر گنا ثواب سے محروم ہیں،

فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں اور اکثر امت کے نزدیک دعاء وذکر بالجہر بدعت ہے۔اس میں بدعت کا شبہ ہے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''انکم لاتدعون أصم و لاغائباً''۔ان کی آمین میں یہ شبہ آتا ہے کہ شاید خدا کو بہرا اور غائب جانتے ہیں تو بتایئے ایسی آمین پر کوئی کیوں حسد کرنے لگے گا؟

الغرض اس حسد کے بارے میں بھی یہ حاسدین اول تو ضعیف روایات نقل کرتے ہیں پھر ان میں جہر کا نام تک نہیں۔پھر حسد کے معنی سے بھی یہ بے چارے بے خبر ہیں۔ اصل میں یہ حسد میں اتنے جل بھن گئے ہیں کہ نہ سر کی خبر ہوتی ہے نہ پیر کی۔اور حاسدوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ بات کچھ بھی نہیں، بس شور و شغب، وہ پکڑا وہ مارا.........اب یہیں دیکھئے کہ ان روایات میں نہ جہر کا ذکر، نہ چھ رکعتوں کی تفصیل، نہ کوئی ایسا مزید ثواب مذکور ہے جس پر حسد کیا جائے۔لیکن ان حاسدوں نے فوراً احناف پر چسپاں کرنا شروع کردیں۔خدا تعالیٰ ہمیں ان حاسدین سے محفوظ رکھیں. آمین!۔(تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۱۴۹ تا ۱۵۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو حق وصداقت پر قائم ودائم رکھے اور ہمیشہ سوادِ اعظم کی معیت واتباع نصیب فرمائے اور اہل حق کے ساتھ تعصب وعناد اور ہٹ دھرمی سے جملہ اہل اسلام کو مامون ومحفوظ رکھے۔

اٰمین بجاہ النبی الکریم وسیدالانبیاء والمرسلین

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وعلیٰ

من اتبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

اعجاز احمد اشرفی

جمعرات، ۲۰۔شوال ۱۴۳۶ھ بمطابق ۶۔اگست ۲۰۱۵ء

تم بحمد اللہ

عقائد اور نماز کے بارے میں چند کتابیں

1:۔اِیْضَاحُ الْمَرَامِ فِیْ تَرْکِ الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْاِمَامِ(ترکِ قراءتِ مقتدی)

2:۔ رَاحَۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَرْکِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ(ترکِ رفع یدین)

3:۔اَلدُّرُّ الثَّمِیْنُ فِی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ (اخفاءِ آمین)

4:۔اِیْضَاحُ الدَّلِیْلِ فِیْ بَیَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ (صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنّت والجماعت)

5:۔أَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی أَھْلِ التَّشْبِیْہِ فِیْ قَوْلِہٖ تعَالٰی:أَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی'' استواء علی العرش''

6:۔أَحْسَنُ الْبَیَانِ فِیْ تَنْزِیْہِ اللّٰہِ عَنِ الْجِھَۃِ والْمَکَانِ''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

7:۔روشن حقائق اردو ترجمہ:أَلْحَقَائِقُ الْجَلِیَّۃُ فِی الرَّدِّ عَلٰی ابْنِ تَیْمِیَّۃِ فِیْ مَا أَوْرَدَہٗ فِی الْفَتْوَی الْحَمَوِیَّۃِ(مصنف علامہ ابن جہبلؒ)

8:۔أَلتَّنْزِیْہُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَھْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْہِ
صفاتِ متشابہات اور غیر مقلدین کے عقائد

9:۔أَلسُّنَّۃُ الْغُرَّۃُ فِیْ وَضْعِ الْیَدَیْنِ تَحْتَ السُّرَّۃِ(نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ)

10:۔أَلْحَبْلُ الْمَتِیْنُ فِیْ صِفَۃِ صَلٰوۃِ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ(رحمۃ للعالمین ﷺ کا طریقۂ نماز)

11:۔خواتین کا مسنون طریقۂ نماز

12:۔أَنْوَارُ الْمَصَابِیْحِ فِیْ صَلٰوۃِ التَّرَاوِیْحِ(نمازِ تراویح)

13:۔اسلام کے بنیادی عقائد

14:۔عِقْدُ الْجِیْدِ فِیْ عَقِیْدَۃِ التَّوْحِیْدِ(''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا مفہوم ومطلب)

15:۔أَزْھَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ(عقائدِ اہلِ السنّت والجماعت)

16:۔صفاتِ باری تعالیٰ اور عقائدِ اکابر علمائے اُمت

دارُ النعيم

DARULNAEE[illegible]